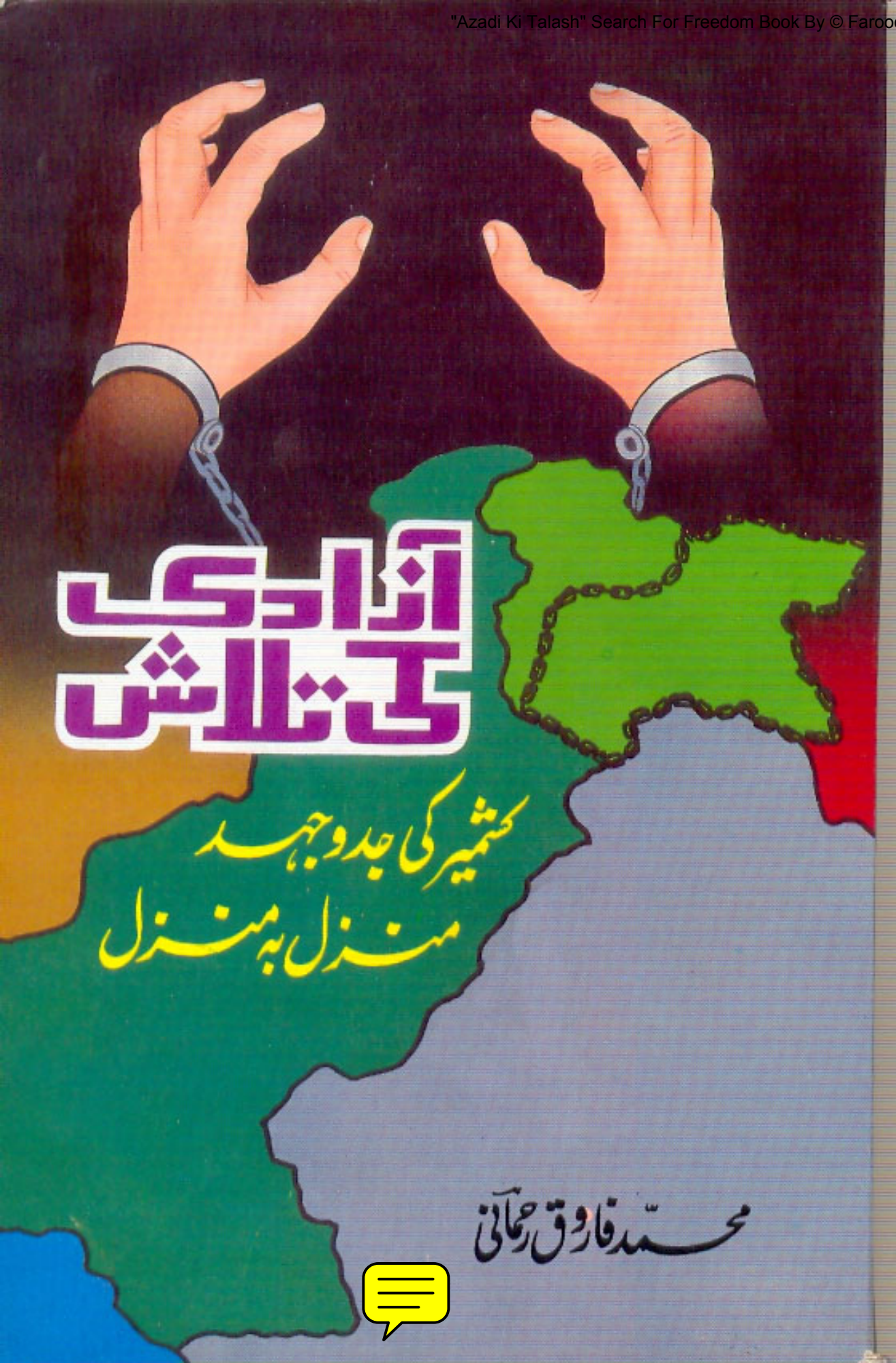
"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq



آزادی کی تلاش

کشمیر کی جدوجہد
منزل بہ منزل

محمد فاروق رحمانی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

کتاب	آزادی کی تلاش
مصنف	محمد فاروق رحمانی
ناشر	افلاک پبلی کیشنز سری نگر / مظفر آباد / راولپنڈی
طابع	ایشیاء پرنٹنگ ماسٹر راولپنڈی
تعداد	دو ہزار
طبع اول	نومبر 1982ء
طبع دوم	جنوری 1994ء
قیمت	150 روپے
	10 ڈالر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

انتساب

شہید عبدالخالق گنائی (کمانڈر جمال افغانی) چیف کمانڈر جموں و کشمیر جہاد فورس کے نام، جن کو قابض بھارتی فوجیوں نے ۱۵ دسمبر ۱۹۹۳ء، کپواڑہ کے ایک تعزیب خانے میں اذیتیں دے کر شہید کیا۔ شہید کمانڈر حسن سیرت اور اخلاق کا مجسمہ تھے۔ وہ آزادی وطن اور اسلام کی سربلندی کے لئے زندہ رہے اور شہید ہو گئے۔ مجاہدین آزادی ان کی یاد سے درس عزیمت اور محبت لیتے رہیں گے۔

یہ خون جو ہے مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن!!

کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں!

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By ©

فاروق لکھ رہے ہو تم اہل وفا کا نام!!
ہے جن کا ان حروف کی صورت میں بڑا کام

نوٹ!

پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت نو کے موقعہ پر میں وادی گل پوش کے ان دو شہیدوں کو نہیں بھول سکتا جو "آزادی کی تلاش" کے ساتھ واستہ رہے۔ شہید غلام نبی مہاجن کشمیر کے کہنہ مشق کا تب تھے۔ وہ کئی ویکلی اور ڈیلی اخبارات کے ساتھ واستہ رہے۔ اور انہوں نے نے میری کئی کتابوں' آزادی کی تلاش' شیخ عبداللہ کے نقوش اور کشمیر میں زلزلے کی کتابت کی تھی۔ اس کے علاوہ موصوف نے میری ایک اور غیر مطبوعہ کتاب "کیا اقبال اور قائد اعظم سیکولر تھے؟" کی کتابت بھی کی تھی۔ وہ ایک سچے مسلمان اور حریت پسند کشمیری تھے۔ جنہوں نے نامساعد حالات میں دیانت داری کے ساتھ "آزادی کی تلاش" کی کتابت کی۔ ۱۹۹۲ء میں ایک کریک ڈاؤن کے اور سرچ آپریشن کے دوران وہ اپنے گھر واقعہ سکہ ڈافر صفا کرل سے کسی دوسرے مکان میں پناہ لینے کے لئے نکلے۔ تو فوجیوں نے انہیں دیکھتے ہی گولیوں کا نشانہ بنا دیا اور وہ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے۔ سرینگر میں عام لوگوں اور اخبار نویسوں نے ان کا ماتم منایا۔ اس سے ایک سال پہلے ان کا ایک اکلوتا فرزند بھی فوج کی گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہوا تھا۔ دوسرا نام شہید الطاف احمد ملک کا ہے۔ شہید موصوف نے "آزادی کی تلاش" کے پہلے اڈیشن کے سرورق کا ڈیزائن تیار کیا تھا۔ موصوف سرینگر ٹی۔ وی سنٹر کے چیف گرافک آرٹسٹ تھے اور جہاد آزادی کے جذبات سے ان کا سینہ ہمیشہ معمور رہتا تھا۔ نوجوان الطاف احمد ملک اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ایک ٹریفک حادثے میں شہید ہو گئے۔ وہ نوشہرہ سرینگر کے رہنے والے تھے۔ خدا ان کے درجات کو بلند کرے اور ہمارے مصیبت زدہ بھائیوں پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔ آمین!

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

فہرست

-1	مقدمہ مولف (طبع اول)	15
-2	مقدمہ مولف (طبع ثانی)	25
-3	بیعنامہ امرتسر اور آغاز جدوجہد	56
-4	تقسیم ہند اور کشمیر کا سوال	59
-5	بھارت کے ساتھ الحاق اور مسلح افواج کی آمد	64
	الحاق ایک ہندو دانشور کی نظر میں	65
-6	رائے شماری کا وعدہ	68
	اقوام متحدہ کی قراردادیں	69
	اقوام متحدہ کا کمیشن	72
	سرینگر میں کمیشن کی دریافتیں	72
	فوجی افسروں سے کمیشن کی ملاقاتیں	75
	جنگ بندی	75
	آئین ساز اسمبلی پر ردعمل	76
-7	معاہدہ دہلی 1952ء	78
	عبداللہ آزاد مراسلت	83
	نیشنل کانفرنس کی آٹھ رکنی کمیٹی کا فیصلہ	83
	پولیٹکل کانفرنس کا قیام	86
-8	شیخ عبداللہ کی معزولی	88
	علی نہرو معاہدہ	89
	محاذ رائے شماری کا قیام	89
	شیخ عبداللہ کشمیر سازش کیس میں	92

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By ©

-9	شیخ عبداللہ کا ایک بیان	94
-10	درگاہ حضرت بل میں عہد	96
	ریفرنڈیم اور رائے شماری کا فرق	97
-	وائٹ پیپر کی اشاعت	98
-11	شیخ عبداللہ 1968ء سے 1971ء تک	101
	سٹیٹ پیپلز کنونشن اور محاذ رائے شماری	104
-12	موی مقدس کی ایجی ٹیشن	107
	بھارت کی حقیقی تشویش	109
	مجلس عمل میں پھوٹ	110
	دہلی شیخ مذاکرات	111
	شیخ عبداللہ پاکستان میں	114
	وزیراعظم نہرو کی وفات	115
-13	کشمیر میں ہند مخالف شعلے اور تحریکیں	118
	ہند پاک جنگ کے شعلے	118
	خود مختاری چاہنے والوں سے جھڑپ	121
	محاذ کے گروہ کی گرفتاری	122
	توہین قرآن کا سانحہ	122
	ہندو دوشیزہ کا قبول اسلام	123
	سانحہ مسجد اقصیٰ اور کشمیر	123
	اسلامیہ کالج پر حملہ اور میری گرفتاری	125
	سوپور کے دفتروں پر پاکستانی جھنڈا	126
	1947ء کے آزاد کشمیر کے مہاجرین	127
	الفتح پر پولیس کا چھاپہ	128

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book

	کشمیری نوجوانوں کی ہائی جیکنگ	129
	کشمیر یونیورسٹی پر چھاپہ	129
	جموں و کشمیر بنک کی لنگیٹ شاخ پر چھاپہ	130
	کشمیریوں کی دوسری ہائی جیکنگ	131
-14	**اسٹیٹ پیپلز کنونشن سے انتخابات تک**	133
	پارلیمنٹ انتخابات میں شرکت	135
-15	**نیا باب نئے اوراق**	138
	شیخ قاسم تعلقات اور بلدیاتی انتخابات	140
	الحاق کی تائید میں بیانات	141
	پاکستانی صحافی کا شیخ عبداللہ سے سوال؟	142
	پہلگام میں اندرا شیخ ملاقات	143
	شیخ عبداللہ پر مادی احسانات	143
-16	**بک آف نالج پر زنانہ کالج کی ایجی ٹیشن**	144
	پولیس اور عوام میں تشدد	144
	بیگ فاروق جلسہ	145
	زنانہ کالج کے نام پر شورش	146
-17	**وزیر اعظم پاکستان کا اعلان**	148
	شہید گنج کا حادثہ	149
	انجینئرنگ کالج کا احتجاج	149
	جموں کا جوابی حملہ	150
-18	عبداللہ کی یورش	151
-19	**محاذ رائے شماری کا سالانہ کنونشن**	157
	برطانیہ کے آزاد کشمیریوں کی آمد	157

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By

	محاذ کا کنونشن	158
	میرپوریوں کی خود فریبی	159
-20	رد عمل	161
	پاکستان کا بیان	161
	جلسے اور جوابی جلسے	161
	مظاہرے اور گرفتاریاں	163
	گاندربل میں مولانا مسعودی پر ہوٹنگ	164
	معاہدے کا اشارہ	165
	پاکستان سے مذاکرات کا وعدہ	166
	اسلام آباد میں طلباء کے مظاہرے	166
	عوام سے رائے لی جائے گی	166
	مرزا بیگ کا الہام	167
	پریس کلب آف انڈیا سے خطاب	167
-21	معاہدہ ہو گیا	171
	خودمختار کشمیر پر ڈاکٹر فاروق کے خیالات	173
-22	عوامی انقلابی محاذ	175
-23	پیپلز لیگ کا قیام	178
-24	معاہدہ دہلی کی توثیق	181
	وزیراعظم بھٹو کی کال	183
	مختلف پارٹیوں کے تاثرات	184
	تصفیہ کی توثیق	185
-25	نوجوان بلہ کی شہادت	187
-26	پارلیمنٹ میں اعلان	189

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By

	شیخ عبداللہ کا نیا عہدہ	194
-27	تاریخی ہڑتال	196
-28	شیخ عبداللہ کی سواری	200
-29	1975ء کے چند واقعات	202
	گاندربل اور دیوسر میں الیکشن	202
	ایمرجنسی اور گرفتاریاں	202
	نیشنل کانفرنس کا احیاء نو	203
	جامع مسجد میں ڈاکٹر آدم ملک	204
	کانگرس اور نیشنل کانفرنس کی محاذ آرائی	205
-30	پارلیمنٹ کے انتخابات	208
	حزب اختلاف کو متحد کرنے کی ناکام کوشش	208
	نیشنل کانفرنس کی کامیابی کے اسباب	211
-31	کشمیر اسمبلی کے انتخابات	213
	شیخ عبداللہ کی آمد	214
	سری نگر میں جنتا پارٹی کا یونٹ	214
	شیخ عبداللہ کی علالت	217
	دو زبردست ریلیاں	220
	شہر میں تصادم	220
	کانفرنسیوں کا جشن فتح	222
	نیشنل کانفرنس کی کامیابی	222
-32	شیخ عبداللہ الیکشن کے بعد	224
	نئی کشمیر اسمبلی میں کشمیر کا سوال	224
	آزاد کشمیر پر وزیراعلیٰ کے خیالات	225

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom

	مرکز کو وزیر اعلیٰ کا مراسلہ	226
	پنچایتی انتخابات	229
-33	پبلک سیفٹی آرڈیننس	230
	جموں میں احتجاج	232
-34	ہند پاک مذاکرات	233
-35	امریکہ عبداللہ خفیہ مذاکرات	235
	راک فیلر اور شیخ عبداللہ	235
-36	شملہ مذاکرات اور سمجھوتہ	238
-37	بھٹو لہر اور سانحہ کشمیر	243
	سپریم کورٹ کے خلاف مظاہرے	244
	پھانسی اور کشمیر	244
	اسباب و عوامل	247
	قدیم تاریخی سبب	248
	کمیونسٹوں کا رول	252
	سیاسی سبب	253
	پاکستانیت اور شخصیت پرستی	255
	سماج دشمن عناصر کی شرکت	256
	ایڈمنسٹریشن کی مجرمانہ غفلت	256
	پاکستان اور آزاد کشمیر کے خلاف نعرے	257
-38	محمد مقبول بٹ کے حق میں مظاہرے	261
-39	سری نگر کا المیہ	263
	حادثہ اور لوٹ مار	263
	ہڑتال اور مظاہرے	265

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

	ٹریبونل کا فیصلہ	267
	اثرات	268
-40	سری نگر میں اسلامی کانفرنس کا حشر	270
	چھاپے اور گرفتاریاں	272
	تعذیب خانہ کوٹھی باغ	274
	کرمنل جیل کھٹوعہ	276
-41	تحریک شراب بندی	279
	اسلام آباد میں شراب مخالف لہر	280
	بانڈی پورہ میں پولیس کا حملہ	284
	ضلع بارہمولہ میں گرفتاریاں	285
-42	مسجد اقصیٰ کی توہین	287
	مسجد عمر میں فائرنگ	287
	اسلام آباد میں تشدد	289
	بانڈی پورہ میں ہلڑ بازی	290
-43	تحریک آزادی میں جمود کیوں؟	292
	شخصیت پرستی	295
	نوجوانوں کی طالع آزمائی اور مہم جوئی	297
	آزادی کا صحیح مفہوم	298
	خفیہ ایجنسیاں اور بھارتی جماعتیں	300
-44	مسئلہ کشمیر کے آخری حل کا مطالبہ کیوں؟	302
	برصغیر اور اقوام متحدہ کے مفادات	302
	عالم اسلام سے علیحدگی	303
	غیر یقینی صورت حال	306

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book

-45	حق خودارادیت کی جدوجہد میں ہمارے فرائض	310
	مسجدوں کا استعمال	314
	اقوام عالم سے چند باتیں	317
	ہمارا یقین	318
-46	بیلیو گرافی	320

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By

مقدمہ مولف طبع اول

بہ گلزار محبت آشیاں بستم تماشا کن
چمن بر آتش و من تکیہ بریک مشت خس دارم
نہ دار آخرت نے دار دنیا در نظر دارم
ز عشقت کار چوں منصور با دار دگر دارم

(غنی کاشمیری)

لوگوں کی اکثریت شعلہ بار مقرروں کی تلاش میں رہتی ہے۔ وہ اکثر گرم گرم جذبات و خیالات کو عقل و تدبر کی امامت پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس لئے مصلحین اور اعتدال پسند رہنماؤں کے مقابلے میں گرم گرفتار اور انتہا پسند رہنما عوام میں جلد از جلد اپنا پاؤں جما لیتے ہیں۔ جذبات کو اپیل کرنے والی سیاسی قیادتیں جلد مقبول عام بن جاتی ہیں اور فہم فراست کا واسطہ دینے والے اصلاح پسند قائدین بعد میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ عوام کے رسم و رواج کی تقلید کرنے والے لیڈر لوگوں میں نجات دہندوں کے مقام پر بٹھائے جاتے ہیں۔ اور ان ہی رسموں اور گمراہیوں کو للکارنے والے مسترد کئے جاتے ہیں۔ اس لئے سیاسی انقلابات پہلے رونما ہوتے ہیں۔ اور علمی و سماجی تحریکوں کا ثمر تاخیر سے حاصل ہوتا ہے۔ چالاک سیاست کار لوگوں کے دل و نظر کو اپنی گرم گفتاری سے ماؤف کر کے کھینچ لیتے ہیں وہ زندگی کی سنجیدہ حقیقتوں اور مفید نتائج پیدا کرنے والی تحریکوں کی طرف رہبری کرنے والی آوازوں کو اپنے شور و غل میں تحلیل کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگوں کو یہ فرصت ہی نہیں دی جاتی کہ وہ ان کی بسیار گوئی اور چرب زبانی سے فراغت حاصل کر کے' ان سے یہ سوال کریں کہ آخر تمہاری منزل کیا ہے اور نصب العین کیا ؟ آخر کار منزل اوجھل ہو جاتی ہے' اور اس کی تلاش کا شعور مٹ جاتا ہے۔ کیونکہ لیڈر کی تمام تر تگ و تاز کا واحد مقصد اس کی اپنی شخصیت کا اثر و نفوذ ہوتا ہے' جس کے لئے وہ مصنوعیت اور ظاہری داری کے تمام جامے زیب تن کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ فہم و فراست کے سہارے چلائی جانے والی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By

تحریکیں شعور اور عقل کی پختگی اور تربیت کی طالب ہوتی ہیں۔ جن کے لئے جگر سوزی' غور و فکر' مطالعہ کی گہرائی اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بے لگام سیاست کاروں کے لئے خشک گھاس پھونس کا ایک ڈھیر اور ایک چنگاری کافی ہے۔ اس قبیل کے لیڈر آگ بھڑکا تو سکتے ہیں' لیکن اسے بجھانے کا سلیقہ اور حوصلہ نہیں رکھتے اسلام دونوں کا ایک حسین امتزاج تیار کرکے عالم انسانیت کی قیادت کا انوکھا عزم اور دعویٰ کرتا ہے' وہ قلب' روح اور دماغ و عقل کو ایمان و ایقان کے نور سے روشن کردیتا ہے جس کا کامل ترین نمونہ پیغمبرانہ سیرت ہوتی ہے۔ جو امت مسلمہ کی شریانوں میں ہمیشہ جوہر زندگی کا رتبہ رکھتی ہے۔ اسی جوہر سے عناصر خیر فروغ پاکر غلبہ حق میں معاونت کرتے ہیں اور عزیمت کے شعلے بلند کرکے' باطل اور اس کے عناصر کو خاکستر کردیتے ہیں قرآن کو اہل ایمان کی اسی صفت پر فخر ہے۔

محمد رسول اللہ ط والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

" محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز اور آپس میں مہربان ہیں۔"

اقبال اسی کی ترجمانی یوں کرتے ہیں

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ان مسلمان اقوام پر افسوس ہے جنہوں نے قرآن کے بلیغ و لطیف احکامات اور صاحب قرآن کی توضیحات و تشریحات کی موجودگی میں اپنی تقدیر کھوٹے سیاست کاروں اور واعظوں کے سپرد کردی ہے جو اسلام کو ایک مکمل طرز حیات تسلیم نہیں کرتے' لیکن مسلمانوں کی سادہ لوحی کے باعث منبر و محراب پر اپنا تسلط جما کر مذہبی' سیاسی اور قومی گمراہیوں اور غداریوں کے لئے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ اس قماش کے سیاسی لیڈر جمعہ کے اجتماعات سے خاص فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجدوں میں مسلمانوں کا سب سے بڑا ہفتہ وار اجتماع عمل میں آتا ہے۔ اجتماع جمعہ کے لئے کسی منادی' ڈھنڈورے یا اشتہار کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ لوگ جوق در جوق مسجدوں کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں' اس لئے کہ قرآن حکیم کا یہ حکم صلائے عام کا درجہ رکھتا ہے۔

یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ○

" اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی طرف چل پڑو' اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو"۔

مسجد کشمیر کے لیڈروں کے لئے سب سے زیادہ محفوظ مقام تھا۔ جب انہوں نے اس صدی کی تیسری دہائی میں عوام کے شہری' قومی اور مذہبی حقوق کے مطالبات کیے۔ یہ لیڈر مساجد میں آئے۔ منبروں پر چڑھے اور عوام میں متعارف ہو گئے۔ ان ہی مسجدوں کے طفیل وہ عوام میں ہر دل عزیز ہو گئے اور دھواں دھار تقریروں کے ذریعے مستحکم ہو گئے۔ لیکن ان کی سیاسی پالیسیوں سے خود اسلام کا انقلابی نظریہ مجروح ہو گیا' اور مسجدیں ان کے ہاتھوں میں بے بس ہو گئیں۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ اب ان کا اپنا اثر و نفوذ گہرا ہو گیا ہے' وہ خود طاقتور ہیں' اور مسجد اور مسلمان دونوں کمزور ہو گئے ہیں اور سادہ لوح لوگ یونانی دیو تاؤں اور ہندو دیو مالاؤں کی طرح ان کی پوجا کر رہے ہیں تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ چنانچہ انہوں نے دین و وطن کے خلاف فریب پر فریب آزمانا شروع کئے ادھر سلائے اور پلائے گئے عوام ان کے ایک ایک فریب پر تحسین و مرحبا کے نعرے بلند کرنے کے عادی ہو گئے یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب انہوں نے آزادی اور حق خود ارادیت کے مسلمہ نظریات کی خود ساختہ تاویل نکالی' اسلام کو ایک خول میں بند کر دیا' اور نیشنلزم سوشلزم اور سیکولر ازم کے ملاپ سے ایک جدید مذہب تثلیث اختراع کر دیا گیا۔ اس طرح ہم اپنی منزل سے بھٹکائے گئے۔ ہمارا رخ کہیں اور موڑ دیا گیا۔ اور ہم سفر میں کھو کر اس شعر کی تصویر بن گئے۔

شب کو دیکھا تھا خواب آزادی
صبح جاگے تو پھر وہی زندان

آزادی اور حق خود ارادیت سے منہ موڑ کر کشمیر کے لیڈروں نے نہ صرف اپنے ایمان و ضمیر کے ساتھ دھوکہ کیا۔ بلکہ ملک کی نوجوان نسل کو بھی اپنی تضاد بیانیوں اور ریا کاریوں سے پریشان حال و پریشان خیال کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے بچے اپنی تاریخ' تحریک اور جدوجہد کو بھول رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کے طالب علم بھی اپنے گھر کے اس سوال پر روشنی نہیں ڈال سکیں گے۔ جو

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

برسوں سے تیری دنیا کا سنگین سوال ہے۔ اور کسی بھی وقت خرمن امن کو پھر سے خاکستر کرسکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کبھی کبھی جوش و جنون میں آکر ہمارے نوجوان مسئلہ کشمیر پر شور و غوغا بھی برپا کرتے ہیں۔ لیکن جب تک اس سارے جوش و جذبے کو شعور، فکر، علم اور نظریئے اور ایمان راسخ کے زیورات سے آراستہ نہیں کیا جاتا، ہماری قوم بار بار بھٹکتی اور قلا بازیاں کھاتی رہے گی۔ اور میدان سیاست کے طالع آزما اور شعبدہ باز اسے نئی نئی گمراہیوں اور غداریوں کے اندھیرے میں پھینکتے رہیں گے

افسوس ہے کہ بعض سیاست کاروں کی طرح مذہبی واعظ اور مولوی بھی ہمارے معروف وطنی نصب العین کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض تاریک خیال اصحاب ہماری قومی تحریک کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبروں میں خدا کشمیر اور آزادی کے بارے میں سوالات نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ بقول ان کے خدا تعالیٰ کو ان سوالات سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ یہ دوسرا ٹولہ ہے جو اسلام اوراس کے تصور دنیا و آخرت کے بارے میں مطالعہ صفر رکھتا ہے۔ قومی نجات کے تصور سے یہ ناعاقبت اندیش ٹولی نابلد ہے۔ بقول اقبالؒ

قوم کیا ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

افسوس ہے کہ ہمارے وطن میں ان بالغ نظر عالموں کا قال ہے جنہوں نے اسلام کو اپنی روٹی، اور پگڑی کے لئے نہیں بلکہ خالق کی پہچان، نفس کی پاکیزگی اور انسانیت کی عظمت و خدمت کے لئے اختیار کیا ہے۔ ہمیں اپنے جنت نما ٹکڑے میں ان عالموں اور مفکروں کی آرزو اور تلاش ہے جن کے نام سے ابلیس بھی تھرتھراتا ہے اور اپنے فرزندوں سے کہتا ہے کہ

افغانیوں کی غیرت دین کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

لیڈروں کی وطن فروشی، واعظوں کی کم سوادی و سوداگری اور نوجوانوں کے بھٹکنے کی رفتار دیکھ کر میں چونک اٹھا، اور میں نے آج سے کئی برس پہلے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے سوال پر ایک کتاب مرتب کرنے کا عزم کر لیا۔ جس شکل کی کتاب کے نقوش میرے ذہن میں بن چکے تھے۔ ان کے پیش نظر یہ عزم مشکلات کا ایک سر تاپا پہاڑ تھا، جس کو سر کرکے مجھے نوید امید اور فتح کا پرچم گاڑھنا تھا، یا یہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

خطرات کا ایک عمیق سمندر تھا۔ جس کو تن تنہا پار کرکے ساحل مراد سے ہم کنار ہونا تھا۔ مسودے کے لئے معلومات و مواد کے حصول' تسوید' ترتیب اور طباعت و اشاعت کے سوالات بڑے اہم تھے۔ کیونکہ میں کوئی ایسی تحریر ترتیب دینے نہیں جا رہا تھا جس کے لئے مجھے اپنے وطن کے کسی مذہبی ادبی' سرکاری یا غیر سرکاری حلقے سے کسی قسم کے مالی تعاون یا انعام کی توقع ہوتی۔ میں کوئی جاسوسی یا عشقیہ ناول بھی نہیں لکھ رہا تھا کہ جس کے اشتہارات جگہ جگہ لگ کر قارئین کو اپنی طرف راغب کرتے۔ میں وقت کے اقتدار اور نظام کے خلاف ایک زبردست چیلنج لکھ کر اپنے خطرناک حال اور مستقبل کو مزید خطرات سے پر کر رہا تھا' لیکن قرآن حکیم کی آیات میرے عزائم کو برابر غیر متزلزل بنائے ہوئے تھیں۔

ولا تحنو ولا تھز نوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین ○

"نہ تم خوف کھاؤ اور نہ غم تم ہی کامیاب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔

اور دلکی گہرائیوں سے یہ آواز اٹھ رہی تھی۔

ہم نہ گر سنا سکے' قصہ غم سنے گا کون
کس کی زبان کھلے گی پھر ہم نہ اگر سنا سکے

لیکن مختلف جھمیلوں نے مجھے وہ سکون عنایت نہ کیا' جس کی مجھے واقعی ضرورت تھی۔ ناچار میں نے ان ہی مخمصوں اور کانٹوں کے درمیان اپنی ایک پگڈنڈی سی بنائی' جس نے مجھے حوادث غم اور واردات وطن سمیٹنے اور اس کتاب کی شکل میں اپنا خون دل وجگر نچوڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق دی۔

۱۹۷۵ء میں ہندوستان اور جموں وکشمیر پر اندرا گاندھی نے ایمرجنسی نافذ کردی۔ یہاں بھی دہلی کی تقلید میں گرفتاریوں کا ایک سائیکلون چلایا گیا جس نے مجھے بھی کئی ماہ تک اندر جکڑ لیا۔ قید سے رہائی کے بعد مجھے اور کئی مسائل کا سامنا ہوا لیکن میں نے اپنی تہی مائیگی اور معلوماتی مواد کے برائے نام وسائل کے باوجود ۱۹۷۸ء میں بہ مطابق ۱۳۹۸ھ " آزادی کی تلاش" کے نام سے آپ اپنا اور اپنے عوام کا " اقبال جرم" زیب قرطاس کر لیا۔

حسن اتفاق سے " جرم" کی یہ تمہید اسی سال لیلتہ القدر میں تحریر کی گئی تھی۔ جب دنیا بھر کے مسلمان نزول قرآن کی یاد میں جگہ جگہ شبینوں کا اہتمام کرتے ہیں ۔ فرقان مجید نے آج سے پندرہ سو برس پہلے ایک نئے دور' نئی تہذیب و

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاشرت اور نئے طرز زندگی کو جنم دیا۔ اور ایک نئی امت کے سر پر اقبال مندی، سعادت مندی اور سروری کا تاج رکھا تھا۔ قرآن کی روشنی میں جو عظیم انقلاب برپا ہوا تھا۔ میں نوجوان کشمیر اور حریت پسندان وطن کو اسی کے مطالعے اور وہی تھامنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ ہماری غلامی اور شومئی قسمت کے دن اقبال مندی اور آزادی سے بدل جائیں گے

۱۹۷۸ء میں " آزادی کی تلاش" مرتب کرنے کے بعد، اس مسودے کی کتابت و طباعت کا مسئلہ پیدا ہوا۔ کیونکہ اس پر لاگت کا تخمینہ میری طاقت سے باہر تھا۔ یہی حال میرے دوستوں کا بھی تھا کہ وہ بھی اونچی آمدنیوں والے لوگ نہ تھے۔ سرمایہ داروں سے تعاون ملنے کی کوئی امید ہی نہ تھی، کیونکہ اس منتخب راستے میں قدم قدم پر کانٹے ہی کانٹے تھے۔ یا اونچی اونچی مہیب چٹانوں سے پھیلے ہوئے ننگے پہاڑ جن سے راستہ نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہاں گھڑی گھڑی پھسلنے، گرنے اور ہلاک ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان راہوں سے گذرتے ہوئے پاؤں کا کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ جب تک نہ ہاتھ اور پیٹ سے بھی وہی کام لیا جائے۔ جو قدرت نے پاؤں کے لئے تفویض کر رکھا ہے۔ ان حالات میں ایک زیاں کار بازار میں سرمایہ داروں کے لئے کشش کا کون سا سامان موجود ہوتا۔ سرمایہ دار نفع بخش دعوتوں پر چھلانگ مارتے ہیں، اور ہمارا بازار نقصان کا عادی رہا ہے۔ اور اسی ایک وصف سے اس کا حسن نکھرتا جا رہا ہے۔ میرے کچھ راسخ نظریات و اعتقادات ہیں، جن کی اصل اور اساس انقلاب کے شعور کی دین ہے۔ ان انقلابی نظریات سے محبت ہی اصل ایمان اور سرمایہ ء حیات ہے۔ کیسے کیسے حسین پیکر خاکی ان کے مقابلے میں بے قدر و قیمت اور ہیچ ہیں۔ یہاں سرمایہ داروں اور سرمایہ دارانہ مزاج و ذہن رکھنے والی جماعتوں کا گذر ہی نہیں۔ کیونکہ سنگ و خشت اور درہم و دینار کے تصورات نے ان کا دل مردہ اور دماغ مفلوج کر دیا ہے۔ وہ عافیت کیش ہی نہیں بلکہ انقلاب دشمن بھی بن گئے ہیں، اور اپنے دیناروں سے صرف دیناروں کی خاطر غلامی اور جاہلیت کی طنابوں کو چست اور مضبوط کر رہے ہیں۔

اس مایوس کن صورتحال میں میں نے یہ مسودہ بند کرکے الماری میں ڈال دیا۔ اور مزید مسودوں کی تیاری کا فیصلہ بھی ملتوی کر دیا۔ ۱۹۷۹ء کشمیر میں انوکھی اتھل پتھل کا سال تھا جس سے آزادی کشمیر کے دشمنوں اور ان کے ذرائع ابلاغ نے خوب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

خوب فائدہ اٹھا کر سیدھے سادے کشمیریوں کو منزل کے نام پر خود منزل ہی سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۸۰ء کی رستا خیزی میں مجھے پھر ایک بار نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں بعض دوستوں نے مجھے اس مسودے کی طباعت واشاعت کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔ جس کے لئے وہ دل سے بے قرار تھے۔ بس ان ہی بیدار دل اور بالغ نظر دوستوں کی حوصلہ افزائی کی بدولت میں نے اپریل ۱۹۸۱ء کے اواخر سے اس مسودے کی کتابت شروع کرائی ' مارچ ۱۹۸۲ء میں میری ایک بار پھر گرفتاری کے باوجود یہ صبر آزما مرحلہ خدا خدا کر کے تمام ہوا۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۲ء تک کشمیر میں اور کئی شور انگیز واقعات رونما ہوئے جو میری نگاہوں سے اوجھل نہ تھے۔ اس لئے اصل مسودے پر کچھ نظر ثانی کر کے میں نے اس میں نئے واقعات و حوادث کا اضافہ کر دیا۔ پھر حسن اتفاق سے رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں مزید ترمیموں اور اضافوں کے ساتھ اس کی نظر ثانی مکمل ہو گئی۔ پھر بھی مجھے اعتراف ہے کہ میری یہ تحریر اپنے موضوع پر کوئی کامل دستاویز نہیں ہے لیکن مبالغہ آرائی سے پاک ٹھوس حقایق و واقعات اور شواہد پر مبنی ایک نظریاتی تحریر ضرور ہے جس میں ہمارے دبے ہوئے عوام کے ارمانوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ ایک انقلابی دعوت ہے جس سے ہم بے لوث محبت رکھتے ہیں اور بہترین زادراہ ہے جس پر مکمل اعتبار کیا جا سکتا ہے

اس کتاب کا محرک اس خطرے کا احساس ہے جو جارحیت پسند سامراجی طاقتوں کی جارحانہ عسکری سرگرمیوں کی وجہ سے کمزور اقوام کو درپیش ہے۔ آج کل آزادی' جمہوریت اور امن کے دعوؤں کے باوجود دنیا میں بڑی تیزی کے ساتھ عسکری غلبے کے رجحانات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ عسکری جارحیت کے بعد ہی سامراجی طاقتیں انجمن اقوام متحدہ کے مسلمہ ضابطوں کو روندتی ہوئی محکوم اقوام کو اپنی تہذیبی نظریاتی' معاشی اور تعدادی یورش کا نشانہ بنا رہی ہیں۔ یعنی ان کے وسائل معاش پر قابض ہو کر ان کے طرز زندگی اور آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنے کے لئے ہمہ گیر اقدامات کئے جاتے ہیں۔ ان میں بعض لیڈروں اور جماعتوں کے ایمان کو خریدا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کے سروں پر بڑے بڑے عمامے اور وردیوں پر زیادہ سے زیادہ اسٹار سجائے جاتے ہیں۔ ایمان فروش گماشتے راتوں رات کورپشن کی چھوٹ ملنے پر مال دار بن جاتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے حریت پسند قید خانوں میں بھرے جاتے ہیں' وطن بدر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کئے جاتے ہیں' گولیوں سے شہید کئے جاتے ہیں یا سولیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ یہی ضمیر فروش ٹولی محکوم عوام کی دستور سازی اور قانون سازی کا ٹھیکہ حاصل کرکے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے ملت کی خود داری اور عزت نفس کی بساط الٹ دیتی ہے۔ اور حق وباطل اور حلال و حرام کا مسلمہ معیار ہی تہس نہس کر دیتی ہے۔

دوسری طرف سے اعلیٰ اور زرخیز انسانی دماغ زہریلی گیسوں ' جوہری ہتھیاروں ' بموں اور بمباروں کی ایجاد پر مامور کئے جاتے ہیں۔ ہلاکت اور بربادی کے یہ تمام حربے کمزور قوموں کی کشور کشائی اور غلام قوموں کی دائمی پامالی پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس دہشت گردی' اور غارت گری سے اللہ کی یہ حسین دنیا' مظلوم و معصوم بندوں اور بندیوں کے خون سے رنگین ہو جاتی ہے' اور انسانی تہذیب و تمدن کے تمام ارفع و اعلیٰ نشانات کھنڈروں میں بدل جاتے ہیں۔

تاریخ انسانی میں غالب شیطانی قوتوں نے جابرو وقاہر بادشاہوں اور کشور کشاؤں کی صورت میں دنیاکے حسن اور زندگی کو پامال کیا تھا' اور آج انسانیت کی تاراجی وہ طاقتیں کر رہی ہیں جن کو غیر مذہبی جمہوریت یا اشتراکیت یا یہودی قومیت یا آزاد سرمایہ دارانہ جمہوریت پر فخر حاصل ہے۔ امریکہ کا سرمایہ دارانہ طاغوت سی' آئی' اے کا جال وسیع کرکے دنیا بھر میں عام طور پر اور مشرق وسطیٰ میں خاص طور پر شجر ظلم کی آبیاری کر رہا ہے۔ اس کی طفیلی ریاست اسرائیل صیہونیت اور گوری سامراجیت کے عالم گیر غلبے کے لئے کافی مدت سے عرب دنیا کو تاراج کر رہی ہے' اور فلسطینی اور لبنانی عربوں کی نسل کشی پر اتری آئی ہے۔ روس کا سوشل سامراج مسلم وسط ایشیا کی اسلامی تہذیبی اقدار اور ہیت اسلامی کو مٹانے میں مدت مدید سے بے لگام ہے۔ حال' میں ہی افغانستان کی آزاد مسلم مملکت پر فوجی یلغار کرکے وہ افغانوں کی آزادی' سرداری اور غیر جانبداری پر شب خون مار چکا ہے۔

افغانستان پر روس کی رسوائے عالم جاسوسی ایجنسی کے۔ جی۔ بی کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کی گئی ہے۔اور مجاہدین کی مقدس تحریک کو نیست و نابود کرنے کے لئے ملک بھر میں افغانوں کی نسل کشی اور جلا وطنی کی شدت میں کوئی کمی نہیں آنے دی جاتی۔ افغانوں کے خون سے زمین سرخ اور بمباری سے بستیاں شعلہ زار ہو رہی ہیں۔

عسکری جارحیت کے اسی رجحان کو ہندوستان کی طرف سے بھی تقویت مل

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رہی ہے جس نے اپنی پہلی فوجی جست میں آج سے ۳۵ برس پہلے ہمارے وطن کو دبوچ لیا تھا۔ تب سے ہندوستان الحاق کی آڑ لے کر ہمارے گھر میں اپنی افواج کی عددی اور حربی صلاحیتوں میں غیر معمولی اضافہ کر چکا ہے اور یہاں کے مفاد پرست اور کم سواد سرگروہوں کو خرید کر جمہوریت ' انتخابات اور انتخابی اداروں کے خود ساختہ روپ میں اپنی حاکمیت اور ہماری محکومیت مضبوط کرنے میں مصروف ہے آج ہندوستان کی عسکری طاقت نے کشمیر میں غلامی کے آلہ کاروں کے اشتراک و تعاون سے ایک زبردست معاشی برتری بھی حاصل کر لی ہے اور کشمیری عوام کی اجتماعی اور قومی زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے رنگ و روپ اور کریکٹر میں رنگنے کا کام اختیار کیا ہے۔ یہاں کے منتخب قانون ساز ادارے اسی مقصد کے پیش نظر اپنے بیرونی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نئے نئے قوانین بنا کر ہماری اجتماعی زندگی کے بہت سارے شعبوں مثلاً تعلیم تمدن' کلچر تجارت وغیرہ کو تہہ وبالا کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تعلیمی میدان میں کشمیری مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرکت اور کامیابیوں کو بریک دینے کے لئے اور کئی پیچیدگیوں کو نافذ کیا گیا ہے آقائی وغلامی کا یہ جمہوریت نما نظام پورے عروج پر ہے جس میں ہمارے ملی واسلامی تشخص پر تابڑ توڑ طاغوتی حملے مسلسل جاری ہیں اور قانون ساز اداروں کی نت نئی قانون سازیوں اور ذرائع ابلاغ کے وسیع و ہمہ گیر انتظامات کے ذریعے ہمارے اصل دینی و ملی تصورات پر بالا دستی حاصل کر لی گئی ہے۔

کشمیر میں جمہوریت نما نظام غلامی کے اولین نمائندوں اور بانی کاروں نے اپنے مفادات کی خاطر ان حقیقتوں کو نظر انداز کر کے حق خود ارادیت کو فرقہ پرستی اور تنگ نظری سے تعبیر کرنے میں اب تک کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ انہیں ڈر ہے کہ کشمیر ایک نہ ایک روز اسلامی انقلاب کی لہر کی لپیٹ میں آئے گا۔ جس کی کوکھ سے ایک حریت پسند قوم وجود میں آجائے گی۔ جس کے ہاں بہروپیوں کے لئے کوئی جگہ نہ ہو گی۔ بلکہ قدم قدم پر بااختیار لوگوں کا بھی محاسبہ ہوگا۔

امید ہے کہ ہماری نئی پود اس غلامانہ سوچ کا ورثہ مسترد کر کے مجاہدین اسلام کی مجاہدانہ روایات کو از سر نو زندہ کریگی۔

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد

یہی اس کتاب کا مقصد ہے اور مجھے امید ہے کہ جو بھی محب وطن اور دردمند

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ناچیز کی اس ادنیٰ کوشش کا بغور مطالعہ فرمائے گا۔ وہ جدوجہد پر نئے سرے سے کمر بستہ ہو گا۔ اور اپنی راہ عمل کے ارد گرد ایک نظریاتی حصار باندھ کر اپنے سفر جہاد کا منظم آغاز کرے گا۔

میری خواہش تھی کہ اور زیادہ حقائق و واقعات جمع کرکے اس ملی مسئلے کی ترجمانی کی جائے۔ لیکن وقت تیزی سے دوڑ رہا ہے اور میرے وسائل نہایت ہی محدود ہیں ۔ اس لئے اس روا روی اور بے سروسامانی میں جو کچھ میری ناچیز کوششوں سے مرتب ہو سکا ہے۔ اسے مزید کسی تاخیر کے بغیر حریت پسندان کشمیر کی خدمت میں بہ صد عجز وانکسار پیش کر رہا ہوں' جو نامساعد حالات میں بھی ہماری اپیل پر مشعل حریت تھامے ہوئے ہیں' امید ہے کہ آخر کار یہ قربانیاں رنگ لائیں گی اور ان کی جدوجہد کے تسلسل ، تنظیم اور صف بندی سے اس ریاست پر بھی سیاسی آزادی اور اسلامی انقلاب کی بہار کا سورج طلوع ہو گا

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
میرے قافلے میں لٹادے اسے
لٹادے ٹھکانے لگا دے اسے

(اقبال)

آخر پر میں ان بالغ نظروں' دانشمندوں اور درد مندوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے اس مسودے کی اشاعت و طباعت میں میرا ساتھ دیا۔ اور ضروری معلوماتی مواد میرے لئے وقف رکھا۔

محمد فاروق رحمانی عفی عنہ
رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مقدمہ مولف (طبع ثانی)

میں نے " آزادی کی تلاش" کا پہلا اڈیشن دہلی میں چھاپا تھا اور میں ۱۹۸۳ء کے موسم بہار میں اس کتاب کو سری نگر میں منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوا تھا۔ یہ کتاب ۱۹۸۳ء میں شیخ عبداللہ کی موت سے پہلے دہلی کے ایک پریس کو پرنٹنگ کے لئے دی گئی تھی۔ لیکن اس نے طباعت کا کام چھ ماہ کی تاخیر سے شروع کرکے بڑی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ عوام میں اس کی مانگ فوراً ہی بڑھ گئی جس کی وجہ سے دوسرے اڈیشن کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ لیکن ۱۹۸۳ء اور ۱۹۸۴ء میں حالات نے کروٹ بدلی۔ ہماری تحریک تیز ہو گئی اور فاروق سرکار نے بھارت کی ہدایات کے تحت نوجوانوں کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے۔ جموں و کشمیر پبلک سیفٹی ایکٹ اور دوسرے کالے قوانین کا بے دریغ استعمال شروع کیا گیا۔ مجھے بھی ان قوانین کے تحت گرفتار کیا گیا اور ۱۹۸۴ء کے بعد بھی میرے خلاف یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۹۸۸ء میں گرفتاری کے ایک سال بعد ستمبر ۱۹۸۹ء میں مجھے رہا کیا گیا لیکن صرف چند ماہ کے بعد پولیس نے دوبارہ گرفتاری کے لئے میری تلاش شروع کی، جس میں وہ ناکام رہی۔ اس صورت حال میں تحریر و تالیف سے تعلق رکھنے والی میری سرگرمیاں متاثر رہیں اور میں یہ کتاب دوبارہ شائع نہ کر سکا۔ تاہم اس رستا خیزی اور بھاگم دوڑ کے عالم میں میں نے ۱۹۸۶ء میں "شیخ عبداللہ کے نقوش" مرتب کرکے منظر عام پر لائی۔ جو لوگ آزادی کی تلاش کا مطالعہ کریں گے انہیں پتہ چلے گا کہ یہ کتاب آج سے دس سال پہلے شائع کی گئی تھی اور ۱۲ سال پہلے مکمل ہوئی۔ اس وقت آزادی کے حوالے سے ہماری مجموعی صورت حال بالکل مختلف تھی جس کا موجودہ حالات سے کوئی موازنہ نہیں ہے۔ نوجوانوں میں جو افراد جدوجہد آزادی کو اٹل فیصلہ سمجھ کر اس کے حسن انجام پر یقین رکھتے تھے ان کو دانشور اور سیاست دان بھی یہ کہہ کر بعض اوقات مایوس کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ تم کیوں ایک ناممکن الحصول بات کے لئے سرگرمیاں کر رہے ہو؟ بھارت کے لئے کام کرنے والے سیاست دانوں کو کسی بات کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اندیشہ نہ تھا۔ وہ اپنی دنیا داری اقتدار کی بندر بانٹ اور دھن دولت کے جمع کرنے میں مست و مدہوش تھے لیکن اقتدار کا شوق رکھنے والے دوسرے سیاست دان بھی بھارتی آئین کے دائرے میں رہ کر بہ ظاہر چند پرکشش نعروں اور مطالبوں کو تلاش کر کے لیلیٰ اقتدار کے پیچھے سرگرم تھے۔ اس قسم کے لوگ اقتدار کی کرسی پر ہندوستان کو اور زیادہ مضبوط بنانے کے لئے کام کرتے تھے اور اقتدار سے باہر' داخلی خود مختاری جیسے لایعنی مطالبات کے ذریعے عوام کو بیوقوف بناتے تھے۔ اس قبیل کے سیاست دانوں کا کہنا تھا کہ بھارت سے علیحدگی ناممکن ہے اور یہ ایک خطرناک آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ عوام بھارت کے تسلط سے ضرور بے زار تھے۔ لیکن ان پر مایوسی' نا امیدی اور بے یقینی کی کیفیت طاری کی گئی تھی اور ان کو مختلف لیڈروں' سیاست دانوں اور بیوروکریٹوں نے موجودہ بھارتی قبضے کے خلاف سینہ سپر ہونے سے خوفزدہ کیا تھا۔ان ہی حالات میں آزادی کی تلاش شائع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جرات اور دلاوری کے واقعات بے کم وکاست بیان کئے جائیں عوام کو ہمتوں کا راستہ دکھایا جائے اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے لیڈروں اور شاطروں کے نرغے سے باہر نکالا جائے اور جدوجہد آزادی کے حسن انجام پر ان کا ایمان پختہ بنایا جائے۔ آزادی کی تلاش نے مقبوضہ کشمیر میں اپنا مقصد پورا کرلیا آزاد کشمیر اور پاکستان میں اس کی اشاعت نو کیکیا مقاصد ہیں انکا اظہار ان تاثرات اور مشاہدات کے ذریعے ہو گا! انشاء اللہ !

آج میں ۳ سال سے پاکستان میں اپنے بچوں اور عزیزوں سے دور آزادی کی تلاش میں آبلہ پائی کر رہا ہوں۔ مجھے اس کتاب کی دوبارہ اشاعت پر خوشی محسوس ہو رہی ہے ۔ امید ہے کہ پاکستان اور آزاد جموں وکشمیر کے دانشور اور طالب علم بھی اس کا مطالعہ کریں گے اور کشمیریوں کے احساسات میں شریک ہوں گے۔ میں اپنے ساتھیوں کے مسلسل اصرار کے بعد اس کو دوبارہ شائع کر رہا ہوں۔ جو شخص اس کتاب کا مطالعہ کرے گا' اسے پتہ چلے گا کہ "آزادی کی تلاش " نے بے لاگ واقعات نگاری پر سختی سے عمل کیا ہے اور کشمیر کے مستقبل کے بارے میں ان یقین افروز باتوں کی نشاندہی کی ہے' جو ہماری تحریک انتفاضہ نے سچ ثابت کی ہیں۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۸ء تک ہماری جستجو نے جو منزلیں طے کیں' ان کو میں نے ایک واضح خواب کی شکل میں اس کتاب میں دیکھا تھا۔ میں نے اس کا دوسرا حصہ لکھنے کے لئے کافی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تیاریاں کی تھیں۔ لیکن ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۰ء تک جیل خانوں اور انٹروگیشن سنٹروں کی طرف سے بار بار بلاوے اور اب گھر سے دوری کی وجہ سے یہ خواب ابھی تک پورا نہیں ہو سکا ہے۔

میرے سامنے پاکستان میں " آزادی کی تلاش" کی اشاعت کے مقاصد واضح اور اہم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سطور میں یہ گفتگو ہو۔ تاکہ آزادی کشمیر کے لئے بے چین پاکستانی اور آزاد کشمیری طالب علموں کو ہماری سرگزشت اور جدوجہد کا ٹھیک ٹھیک تعارف ہو۔

پاکستان کے سیاسی، صحافتی اور ادبی حلقے ۱۹۷۱ء کے بعد مقبوضہ جموں وکشمیر کے سیاسی حالات سے بے خبر ہوتے گئے۔ اگرچہ اس لاتعلقی کا کچھ آغاز ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد ہی ہوا تھا، لیکن ۱۹۷۲ء میں معاہدہ شملہ کے بعد اس صورت حال میں اضافہ ہوا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے بعد پاکستان میں کوئی صاحب ادراک قیادت نہیں ابھری جو سچ مچ ایک جمہوری ذہن رکھتی ؟ ملک کے اندرونی اور بیرونی مسائل کو مکمل اسلامی اور جمہوری فرائض کے آئینے میں دیکھ کر حکومت اور قوم کی ترجیحات کو متعین کرتی اور قومی امنگوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتی۔ یقیناً" ملک کے فیوڈل سیاسی و سماجی نظام نے تبدیلیوں کا اسلامی اور جمہوری راستہ روک کر رکھا اور مطلوبہ قیادت طلوع نہیں ہوئی۔ انگریزوں کے قائم کردہ، نظام حکومت اور نو آبادی راج سے جو کچھ ورثے میں ملا تھا، اس سے بری باتوں ہی کو اختیار کیا گیا۔ اچھی باتیں اگر کہیں تھیں بھی تو ان کو چن چن کر دور پھینکا گیا۔ کشمیر کی آزادی کے سوال پر فطری طور پر لوگوں میں جو جذبات اور ولولے تھے ان کو عملی شکل دی گئی اور نہ ملک کی داخلی اور خارجی پالیسی کو ان سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری اقدامات اٹھائے گئے۔

پاکستان میں جو عناصر کشمیر کی تحریک آزادی کی عملی حمایت سے جان چھڑانا چاہتے تھے، انہوں نے ۱۹۶۵ء کے بعد یہ لغو پروپیگنڈا شروع کیا کہ کشمیریوں نے مجاہدین کے ساتھ دھوکہ کیا۔ ایک خلاف واقعہ بات کو بار بار دھراتے ہوئے یہ لوگ کشمیر میں جدوجہد آزادی کی عظیم تاریخ سے آنکھ موند رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر اس پروپیگنڈے کو ہوا دی اور بعض لوگ نادانستگی میں اس کا شکار ہو گئے۔

تحریک پاکستان کی طرح ہی کشمیر کی تحریک آزادی بھی ایک عظیم قومی اور جمہوری تحریک ہے۔ ایسی تحریکوں کے مقاصد جمہوری رویئے سے ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں،

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

خواہ اس کے لئے سیاسی اقدامات کرنے پڑیں یا عسکری پروسس اختیار کیا جائے۔ افسوس ہے کہ کشمیر کو آزاد کرنے کے لئے یہ اصول نظر انداز کیا گیا۔ آزادی کی قومی تحریکوں کے لئے عسکری حکمت عملی یا گوریلا راستہ ان عناصر کے مشورے اور تعاون کے بغیر منزل کی جانب نہیں چلتا' جن کی مخلصانہ جدوجہد کے سادہ نقوش عوام کے دلوں میں ہوں اور جن کو تاریخ میں مخالف ہواؤں کے تند و تیز جھونکوں نے بھی اپنی راہ سے نہیں ہٹایا ہو۔

پاکستان اور کشمیر کی مشترکہ تاریخ میں بعض بڑی بڑی سیاسی اور عسکری غلطیاں سرزد ہوئیں۔ جن کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کو چھپانے کی فکر میں مزید غلطیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مظلوم اور محکوم قوموں کی جلد بازیوں میں کچھ جواز ہوتا ہے۔ وہ تپتے ریگستانوں کی چمکیلی ریت کو پانی خیال کرتی ہیں اور کبھی کبھی جادوگروں اور بازی گروں کو بھی رہنمائی کے مقام پر بٹھاتی ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کشمیر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ کشمیریوں نے بھی اپنے ساتھ ایسا ہی کیا اور آج بھی وہ اپنے ساتھ یہی سلوک کرنے کے لئے مجبور کئے جا رہے ہیں' ایک منظم اور کامیاب قوم کا مقابلہ' جسے اللہ نے ایک صاحب کردار اور صاحب عظمت قائد عطا کیا ہو' مختلف ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے مدبر جانتے تھے کہ اگرچہ انہیں پاکستان دے دیا گیا' لیکن ریڈ کلف ایوارڈ کے ذریعے ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا گیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح اس سازش کو بھانپ گئے۔ انہوں نے جموں سے باقاعدہ فوجی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ لیکن کابینہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ " بھارت کے ریچھ کا گلا دبانے کی بجائے اس کی دم پر پاؤں رکھ دیا " بعد از وقت سیز فائر اگر یمنٹ ایک اور غلطی تھی' جب بھارت کشمیر کا بیشتر علاقہ اپنے تسلط میں لانے میں کامیاب ہوا تھا۔

ریاست کا جو حصہ بھارت کی دست برد اور یلغار سے بچ گیا اور آزاد کشمیر کہلایا' اس کے ساتھ بیورو کریسی نے جو رویہ اختیار کیا اور شمالی علاقہ جات کو علیحدہ کرکے نوکر شاہی نے جو ستم ڈھائے اس نے رفتہ رفتہ آزادی اور پاکستان کی قسمیں کھانے والے کشمیریوں کے الحاق تصورات میں زبردست ہلچل مچائی۔ ۱۹۶۵ء کے ناکام آپریشن جبرالٹر کے بعد پاکستان نے بھارت کے ساتھ معاہدۂ تاشقند کیا اور بڑی طاقتوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا کہ کشمیری مسلمان از خود کوئی باغیانہ اقدام نہیں اٹھا سکتے جب تک نہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پاکستان ان کو ابھارے اور ان کی اعانت کرے۔ ۱۹۷۱ء کی خانہ جنگی' ارباب اقتدار کے سیاسی انحطاط اور اعتماد کے بحران کا نتیجہ تھی۔ برسوں سے اس انحطاط اور بحران کے جراثیم خود مغربی پاکستان کے محلات سے وہاں جا رہے تھے۔ جس نے پاکستان کو تقسیم کیا اور اس کی عسکری صلاحیتوں اور ہمتوں پر عوام کا اعتماد متزلزل ہو گیا۔ بعد میں شملہ معاہدہ ہوا۔ جس نے پاکستانی حکمرانوں اور سیاست دانوں کی ترجیحات بدل ڈالیں۔ کشمیر داخلی اور خارجی سطح پر پس منظر میں چلا گیا اور پاکستان کا موقف کمزور پڑ گیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ۱۹۷۲ء کے حالات میں اس سے بہتر کا حصول ممکن نہ تھا۔

آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں پاکستانی بیورو کریسی کے رول اور خود آزاد کشمیر کے بعض حکمرانوں اور سیاست کاروں کی قلا بازی' کم نظری اور نوکر شاہی کی بدعنوانی نے آزادی کی تحریک کو سخت صدمہ پہنچایا۔ بہ ایں ہمہ چند سالوں کو چھوڑ کر ہمارے ہاں آزادی کی عوامی تحریک جوبن پر رہی۔ اس کی صداقت نے نوجوانوں میں محب وطن اور سرفروش پیدا کئے۔ جنہوں نے مسلسل اپنی مالی اور جانی قربانیوں کے ذریعے آزادی کے چراغ کو بجھنے نہیں دیا۔

۱۹۷۲ء میں جب شملہ معاہدہ ہوا اور ۱۹۷۳ء میں دہلی کے حکمرانوں اور محاذ رائے شماری کے لیڈروں' شیخ عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کے درمیان دہلی اکارڈ طے ہوا' تو آزادی کی تحریک پر ہر طرف سے یاس اور نا امیدی کے سائے منڈلانے شروع ہوئے۔ ہماری آواز نقار خانے میں طوطے کی آواز قرار دی گئی اور اس پر توجہ کا گراف بہت نیچے لایا گیا۔

پاکستان کا میڈیا اس صورت حال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بھی قریب قریب وہی پالیسی اختیار کی' جو ہند پاک معاہدوں سے ہم آہنگ رہی۔ اس صورت حال میں پاکستان کے عوام خاص کر کشمیر دوست دانشور اور طالب علم ہماری سیاسی اور جہادی سرگرمیوں کے مطالعے سے محروم رہے۔ حالانکہ ہند پاک امن معاہدوں اندرا عبداللہ اکارڈ اور انتخابی ہنگاموں کے باوجود آزادی وطن اور حق خود ارادیت کے حصول کے لئے ہماری جدوجہد حکومت ہند' کشمیری حکمرانوں' سیاست دانوں اور بھارت نواز جماعتوں کے خلاف جاری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج جب یہ تحریک عروج کے نصب النہار پر ہے' کسی کو یہاں یہ خبر نہیں ہے کہ اس کے حقیقی دوست اور معاون کون ہیں اور بنیادی اور ترکیبی عناصر کیا تھے؟ کون اس کے مجنون

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور کو ہکن ہیں؟ کن عاشقوں نے اس کے زلف سنوارتے ہوئے اپنے بال و پر گنوائے، کن دیوانوں نے اپنی کشتیاں جلا کر بھنوروں میں بسیرا کیا اور موجوں سے بغل گیر رہے۔ کہتے ہیں کہ انقلاب آخر کار اپنے ہی بچوں کو نگلتا ہے، لیکن یہاں آزادی کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی یہ کار خیر شروع کیا گیا ہے۔ آزادی کے سچے فدائیوں اور وارثوں کو نہ صرف بے دخل کیا جا رہا ہے۔ بلکہ اس ورثے کا انتقال، رشوت خور تحصیل داروں کی طرح جھوٹے اور کھوٹے مالکوں کے حق میں لکھا جا رہا ہے۔ پاکستان کے میڈیا کو ہماری تحریک کے دوستوں، دشمنوں، منافقوں اور تاجروں کا صحیح تعارف نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ ان عناصر کو بھی پروجیکٹ کر رہے ہیں، جن کی پوری زندگی میدان سیاست یا ایوان اقتدار میں بھارتی دیوی دیوتاؤں کے ساتھ کشمیر پر بھارت کے ناجائز قبضے کو مضبوط بنانے میں گذری۔ آج یہ لوگ اپنے قریبی ماضی کو ایک چال اور حکمت عملی کا نام دیں گے۔ لیکن اس طرح تو مظلوم قوموں کا ہر موقع پرست لباس بدل بدل کر لوگوں پر بار بار مسلط ہوتا رہے گا۔ ان عناصر کو اپنا قریبی ماضی معلوم ہے اور اپنے حال دل کی خبر ہے اور اپنے ری ایکشری رول کا دبی زبان میں اعتراف بھی ہے، لیکن افسوس ہے کہ ایک بار پھر یہی لوگ ہمارے ترجمان بنائے جا رہے ہیں اور ہماری کشتی کا چوار ان کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا!

پاکستان اور آزاد کشمیر میں موقع پرست، مفاد پرست اور مادہ پرست لابیوں نے ابتداء سے کشمیر کی تحریک آزادی کو سبوتاج کیا۔ ادھر کشمیریوں نے پاکستانی حکمرانوں کی اندھی تقلید کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ لیکن نوکر شاہی نظام نے کشمیریوں پر اعتماد نہیں کیا۔ ۱۹۶۵ء کے بعد تو کشمیریوں کو بدنام کرنے اور مشکوک بنانے میں ان کا کردار بڑا گھناؤنا رہا۔

ہمارے خلاف پاکستان میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے میں وہ عناصر خاص رول ادا کرتے رہے، جو قومی مفادات پر ذاتی، گروہی اور خاندانی مفادات کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنی عیش کوش زندگی کو خیرباد کرنے کے لئے تیار نہیں تھے بلکہ بھارت سے مرعوب چلے آتے رہے۔ جہاد سے ہمیشہ دور بھاگے ہیں اور اس پر اعتقاد رکھنا بھی اپنے لئے خطرہ جانتے ہیں۔ اسی لئے پاکستان کی تاریخ میں ایک ایسا زمانہ بھی آگیا، جب پاکستان کی محبت اور آزادی کشمیر کے لئے مسلح جدوجہد کے خیال سے جو نوجوان

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر یا پاکستان میں داخل ہوتے' ان کو سب سے پہلے انٹروگیشن سنٹروں اور جیل خانوں کی ہوا کھانا پڑتی۔ وہ مدتوں بعد اس عذاب سے نجات حاصل کرتے۔ یقیناً" بھارت بھی اپنے ایجنٹوں کو کسی نہ کسی روپ میں پاکستان میں داخل کرتا ہے۔ لیکن اکثر کشمیریوں پر شک کرنا کہاں کا انصاف تھا؟ اس سلوک نے سچے دیوانے بھی پاکستان سے بے زار کر دیئے۔

چھٹے اور ساتویں عشرے میں بھی بداعتمادی اور بدگمانی کی جو فضا پیدا کی گئی' اس نے پاکستان اور آزاد کشمیر دونوں جگہ ایک علیحدہ مملکت کشمیر کے قیام کی تحریک پیدا کی۔ یہ تحریک انگلستان میں قیام کرنے والے کشمیریوں میں بھی پھیل گئی۔ اس دور میں فلسطینی مجاہدین کی تحریک سے متاثر ہو کر مقبوضہ کشمیر کے نوجوانوں نے بھی ہائی جیکنگ کا راستہ اختیار کیا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ دنیا کا ضمیر جاگے اور وہ کشمیریوں کے مطالبہ آزادی کی طرف متوجہ ہو۔ جب یہ ہائی جیکر پاکستان میں گرفتار ہو گئے' تو پوچھ تاچھ کے مرکزوں اور قید خانوں میں ان کے ساتھ توقعات کے خلاف سلوک کیا گیا۔ اس بات کو دیکھ کر پاکستان میں رہنے والے کشمیری اور بھی زیادہ مایوس اور بے زار ہو گئے۔ چنانچہ ان کے دل میں کشمیر کی خود مختاری کا جنون پیدا ہو گیا۔ اس طرح جموں و کشمیر کی ایک علیحدہ اور خود مختار ریاست کا مطالبہ اور باتوں کے علاوہ روز اول سے ہی غصے اور مایوسی کا ردعمل تھا۔ بعد کے حالات و واقعات نے اس کو ایک باقاعدہ نصب العین کی شکل دی۔

اگر پاکستان کو قائد اعظم کے بعد ایک صحیح قیادت ملتی اور ایک صحیح نظام قائم ہو جاتا' تو نہ صرف یہ کہ یہ ملک تقسیم اور تفرقے سے بچ جاتا' جہاد کے ساتھ کبھی مذاق نہ ہوتا بلکہ کشمیر نے اب تک آزادی حاصل کی ہوتی۔ وفاق پاکستان میں اسلام ایک قدر مشترک ہے۔ ورنہ ہر اکائی کا اپنا ایک جداگانہ لسانی اور کلچرل تشخص ہے۔ تحریک پاکستان کا یہی اعجاز تھا کہ اس نے برٹش انڈیا اور راجواڑوں میں مختلف زبانیں بولنے والے عوام اور ان کے الگ الگ خطوں کو ایک مرکز سے الگ کر کے دوسرے مرکز پر جمع کیا اسی اتحاد کا نام پاکستان پڑا۔

آئیڈیالوجی کے لحاظ سے یہ ہر ایک مسلمان کا وفاق ہے۔ اس کی پوزیشن ہمہ گیر ہے۔ اگر جنوبی ایشیا کے مسلمان اس وفاق سے کچھ تقاضے کریں' تو وہ حق بہ جانب ہیں۔ کیونکہ برٹش انڈیا سے لے کر تمام چھوٹے بڑے راجواڑوں تک وہ کوئی صوبہ اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ریاست نہیں تھی، جہاں کے رہنے والے مسلمانوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں اپنا کردار ادا نہ کیا ہو۔ کسی کا خون بہا، کسی نے اپنا مال قربان کیا، کسی کی عصمت و آبرو کو صدمہ پہنچا اور لاکھوں مسلمانوں کو اپنے اسلاف کا مسکن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کرنا پڑا۔ وفاق پاکستان کی تشکیل میں ان صوبوں کے مسلمانوں کی قربانیاں بھی روشن ہیں، جنہیں یہ یقین تھا کہ پاکستان قائم ہو کر بھی ان کے علاقے بھارت میں ہی رہیں گے۔ اس لئے پاکستان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی غیر مشروط مدد کرے اور ان کی عزت و آبرو کا خیال رکھے۔ ریاست جموں وکشمیر کے بارے میں تو پاکستان کے فرائض اور بھی زیادہ اہم ہیں۔ کشمیر، پاکستان کا صرف مذہبی فریضہ ہی نہیں، (گو کہ یہ سب سے بنیادی فیکٹر ہے) بلکہ دونوں کے درمیان کوئی جغرافیائی اور سیاسی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ اگر یہ حقیقتیں پاکستان کے حکمران، سیاست دان اور مختلف ریاستی ادارے سمجھ لیں، تو کشمیر کا جہاد قدرتی لائنوں پر چل پڑے گا، کشمیریوں کی امنگوں اور تقاضوں کے مطابق جلد سے جلد حل ہو گا۔ نہ صرف یہ پورا خطہ امن و امان، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور خوشحالی کا گہوارہ بنے گا۔ بلکہ خود پاکستان میں بھی سیاسی جمہوریت اور معاشی ترقی و استحکام کا دور دورہ ہو گا۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ لسانی اور نسلی بوقلمونی کے باوجود برصغیر کے مسلمان ایک ہی عقیدہ کے حامل، وارث اور محافظ ہیں۔ صدیوں سے ہمارے مذہبی اور معاشی مسائل ایک جیسے رہے ہیں۔ فرق یہ تھا کہ برٹش انڈیا کے مسلمان براہ راست برٹش گورنمنٹ کے تحت تھے، جس کا گورنر جنرل دہلی میں بیٹھتا تھا۔ جبکہ ریاست جموں وکشمیر کے مسلمان ایک صدی تک جموں کے ڈوگرہ حکمرانوں کی موروثی ظالمانہ حکمرانی میں رہے۔ دونوں کے مقاصد میں ہم آہنگی تھی، اگرچہ ماحول قدرے جدا جدا اور مختلف تھا۔ برٹش انڈیا کی بات ہو یا ڈوگرہ ریاست کی، دونوں جگہ سیاسی اور عوامی تحریکوں نے جنم لیا۔ یہ سیاسی تحریکیں عوام میں پھیلیں، جس طرح مچھلیاں پانی میں تیرتی اور گھومتی پھرتی ہیں۔ اپنے عہد کی آزادی رائے کی لہر نے ان تحریکوں پر گہری چھاپ ڈالی اور ان کے سیاسی جمہوری رنگ ڈھنگ کو نکھارا۔ اگرچہ وہ دور نو آبادیاتی اور جاگیردارانہ نظام کا دور تھا، لیکن عام لوگوں نے تحریک آزادی، تحریک پاکستان اور تحریک کشمیر میں وہ کردار ادا کیا، لہو کے وہ چراغ جلائے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی وہ قربانیاں دیں کہ جاگیرداروں اور نوابوں کو عوامی سیلاب کے اس عظیم ریلے کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ساتھ چلنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا۔اس طرح پاکستان کے حصول کی تحریک سو فی صد ایک سیاسی اور عوامی تحریک تھی۔ یہی حال کشمیر کا تھا۔ ہماری تحریکوں کی اوریئنٹیشن کیا تھی اور موٹویشن کیوں کر ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان تمام حریتی تحریکوں میں معاشی عوامل کے علاوہ سب سے زیادہ طاقتور فیکٹر مذہب اور مذہبی قومیت کا احساس تھا۔ لیکن بہرحال ان کی خمیر جمہوری اور ان کا اپروچ اور طریقہ کار سیاسی تھا۔ ہندوستان کو عوامی سیاست کی یلغار نے آزاد کیا اور پاکستان کو بھی جمہور اور ان کے سیاسی عزم نے ممکن بنایا۔ اگر اس کی بنیاد سیاسی اور عوامی نہ ہوتی' تو انگریز تسلیم کرتا اور نہ ہندو مجبور ہو کر اس پر دستخط کرتا۔

عوامی اور جمہوری سیاسی طریقہ کار کے علی الرغم اعلیٰ اصولوں اور صلاحیتوں کے مالک قائدین کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں صاحب فراست رہنماؤں نے عوام کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں ہونے دیا۔ عوام کو میر کاروان نہ ملے یا کوئی غلط امیر ان کی قسمت کا مالک بنے' تو قوموں کو بھٹکنے اور تباہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا یہ قول کتنا قیمتی ہے کہ " لوگوں کو چاہیے کہ لیڈر کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیں کیونکہ آدھی جنگ لیڈر کے صحیح انتخاب سے ہی جیتی جا سکتی ہے۔"

کشمیریوں کی موجودہ قومی جدوجہد ایک تسلسل کا نام ہے' یہ جہادی تحریک اصلاً" آزادی کی ایک زبردست عوامی سیاسی تحریک کے بطن سے نکلی ہے۔ اس کی تازہ ترغیب ہمیں بھارت کے پیدا کردہ حالات عالمی طاقتوں کے دوہرے معیار' اقوام متحدہ کی بے اعتنائی اور بے بسی نے دی ہے۔ بھارت نے کشمیر کے ایک بڑے حصے کو اپنی عسکری جارحیت کا نشانہ بنایا۔ اس نے ہمیں پاکستان کے خلاف جذبہ انتقام میں یرغمالی بنایا اور ہمارا قومی' دینی' سیاسی اور تہذیبی تشخص مٹانے کے لئے اپنے ناپاک عزائم کو آگے بڑھایا۔ وہ ان سب بین الاقوامی وعدوں سے مکر گیا' جو اس نے کشمیری عوام کے ساتھ کئے تھے۔ عالمی طاقتوں نے بھی کشمیر سے متعلق اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن بعد میں انہوں نے بھی دوہرا معیار اختیار کیا۔ جہاں اپنا مفاد نظر آیا' وہاں انسانی حقوق' حق خودارادیت اور جمہوریت کے اصول لاگو کئے اور جس علاقے میں آمریت اور فسطائیت ہی ان کے فائدے میں تھی' وہاں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا بے دردی سے خاتمہ کیا۔ اسی طرح اقوام متحدہ نے اپنے منشور اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اپنی قرار دادوں کو گرد و غبار کی موٹی موٹی تہوں اور کیڑے مکوڑوں کی نذر کیا۔ آج اگر ہم نے ہتھیار اٹھائے تو ہمارا کیا قصور ہے ؟ ہم آزادی کے اس حق کے لئے ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں' جو خود یو این او نے ہمیں دیا ہے۔

ہم قیام امن کے بھی خلاف نہیں ہیں۔ ہماری تحریک جہاد اسی طرف رہنمائی کر رہی ہے ہماری مسلح تحریک اس ہمہ گیر عوامی جدوجہد کا کوئی مستقل باب نہیں ہے۔ ہماری نگاہ میں یہ حصول آزادی اور قیام امن کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر اقوام متحدہ سچ مچ اپنے فرائض کی روشنی میں ہمیں اپنے مقاصد کے حصول میں مدد کر دے تا آنکہ ہمارا قومی مشن پورا ہو' تو ہمیں اور کس چیز کی ضرورت ہے ! ہمارا جہاد اسلامی ہے۔ اسلامی جہاد دفاعی ہوتا ہے' جارحانہ نہیں۔ یہ جارحیت مٹانے کے لئے نہ کہ قائم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ ہم اپنے وطن کو غیر ملکی حکمرانوں کے ظالمانہ پنجوں سے نکالنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم کی عزت و عصمت کا دفاع کر رہے ہیں۔ ہم اپنی وادی میں موت کے رقص سے نجات حاصل کرکے مور کا رقص دیکھنا چاہتے ہیں' جو آزادی اور شادمانی کی علامت ہے۔

اقوام متحدہ' بھارت اور پاکستان کو ہماری جدوجہد آزادی کا تسلسل اور اس کے بنیادی خدوخال تسلیم کر لینے چاہیں۔ بھارت کو حقیقت پسندی کا ثبوت دے کر اس کا اقرار کرنا پڑے گا کہ نصف صدی کے تسلط میں تمام قسم کے حربے آزمانے اور چار سال سے خونریزی' آبروریزی اور غارت گری کا ننگا ناچ کرنے کے باوجود کشمیریوں نے بھارت کے ساتھ رہنا قبول نہیں کیا۔ بلکہ اب تو سماج کے تمام طبقے آزادی حاصل کرنے کے لئے متحد اور یکسو ہو گئے ہیں۔ اقوام متحدہ اور بڑی طاقتوں کو یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ آج ہماری عوامی جہادی تحریک کا تعارف بے زبان جانوروں' درختوں' بے جان پتھروں' پر شور دریاؤں' آبشاروں اور خاموش جھیلوں کو بھی ہو گیا ہے۔

پاکستان کے عوام کو کوئی سرمن سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ملک کا وجود اسلام کا مرہون منت ہے۔ یہاں کے لوگ کشمیریوں کی آزادی اور سلامتی کا بے پناہ جذبہ سینوں میں بساتے آئے ہیں اور ان نوجوانوں نے بھی کشمیر کی سرحدوں پر اپنا گرم گرم لہو بہایا ہے۔ اس کے باجود ہمیں یہاں کے عوام کو بہت کچھ سنانا پڑے گا۔ بہت ساری باتوں سے باخبر رکھنا ہو گا اور یہاں کی حکومتوں اور اداروں سے بہت کچھ کہنا ہو گا۔ شاید یہ وقت ساری لب کشائی کے لئے موزوں نہ ہو۔ لیکن اصولی باتوں کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاملہ جدا ہوتا ہے۔ میں یہاں صرف بنیادی اور اصولی بات کا ذکر کروں گا۔ تم تفصیلات قدرت کی زبان سے سنو گے۔ وہ وقت ضرور آئے گا۔ جب ہر بات منظر عام پر آئے گی۔

پاکستان کے فدائیوں اور کشمیر کے سرفروشوں اور حریت پسندوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے' آزادی کے دشمنوں' منافقوں' مکاروں اور دغابازوں کو کیسے ناٹکوں کے ذریعے بے بس قوم کے سروں پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ مظفر آباد سے لے کر سرینگر تک یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو رہا ہے ؟ یہ بھید سب پر کھلے گا ! انشاء اللہ ! لیکن افسوس کہ گذرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا۔ ٹہنیاں ہلاک تو ہوتی ہیں۔ لیکن فصلوں کو اجاڑ کر۔ ۱۹۹۰ء کی ابتدا میں کشمیر میں امیدوں کے جو چراغ روشن ہوئے تھے' وہ بجھ گئے ہیں۔ گل پوش وادی میں خوشیوں کے جو گلاب کھلے تھے' وہ مرجھا گئے ہیں' بے رحم موت نے انہیں اپنی آغوش میں لیا ہے اور اب کشمیری گھرانوں میں شادی کی شہنائیاں نہیں' بلکہ غم اور ماتم کی دھنیں بج رہی ہیں۔

میں گزشتہ ۳ سال سے پاکستان اور آزاد کشمیر میں ہوں۔ ابھی تک خود کو مسافر ہی سمجھ رہا ہوں اور سفر جہاد جاری ہے اور غریب الوطنی کے زخم ہرے ہیں۔ میں آزاد کشمیر کو اپنا ٹکڑا اور پاکستان کو اپنا ہی وطن سمجھ کر آیا تھا' تاکہ یہاں بیٹھ کر سارے کشمیر کو پنجہ غیر سے آزاد کرنے کے آزادانہ مواقع ملیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آزاد کشمیر میں ہم فاریزز ہی تصور ہوتے ہیں اور ہمیں اپنی شہریت اور کشمیریت ثابت کرنے کے لئے عدالتوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے تمام خواب چکنا چور ہو گئے ہیں۔ جو ہم برسوں سے اپنے زخمی سینوں میں بساتے چلے آئے تھے۔ میرے سینے میں اب بھی زخم ہرے ہیں اور محبت باقی ہے لیکن مجھے ترک محبت پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کیا میں اس محبت کو جی بھر کر کوسوں؟ ع

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں' نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی' نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

میں مانتا ہوں کہ پاکستان میں بڑے بڑے عالموں' دانشوروں اور سیاست دانوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اسلام اور فلسفہ و سیاست پر جدید انداز میں محققین کی کتابیں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ کسی نے ہمارے عشق وجنون کا سراغ لگایا اور نہ اس کے گہرے پانیوں میں غواصی کی۔ بلکہ اس کے ساتھ کھلواڑ کیا۔ کیا بات ہے کہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کل تک دور ہونے کے باوجود جو کشمیری آپ کے قریب تھے' وہ آج قریب پہنچ کر دور ہو گئے ہیں ؟ پہلے دلوں کے درمیان فاصلے نہیں تھے' لیکن اب فاصلے کہاں سے اور کس نے پیدا کئے؟

مجھے تو آج بھی ملک خدا داد سے محبت ہے۔اس لئے کہ اس کے اندر ملت اسلامیہ کے محسنوں کی روح گھوم رہی ہے۔ یہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کی امیدوں کا مرکز ہے۔ یہ دنیا کے مظلوم اور مجاہد مسلمانوں کی آخری پناہ گاہ ہے۔ لیکن آج کسی کو یہاں کا سیاسی نظام بنانے اور چلانے والوں پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ انہی لوگوں نے ملت کے مفکروں کے خواب کی تعبیر الٹ ڈالی۔ پہلے مشرقی پاکستان گیا اور اب کشمیر کے ساتھ فاصلے بڑھ رہے ہیں۔حریت پسندان کشمیر میں مجھے کوئی ایسا شخص دکھایئے' جسے یہاں کے ارباب اختیار سیاست دانوں اور عالموں کے اسلام اور جمہوریت کے دعوؤں پر یقین رہا ہو۔ خود پاکستانی قوم کو بھی ان کے اسلام کے دعوؤں پر شک ہے۔

۴۷ سال گزرنے کے باوجود پاکستانی عوام جمہوریت اور مساوات پر مبنی سیاسی' معاشی' سماجی' تعلیمی اور طبی نظام سے محروم ہیں۔ حالانکہ خود اس ملک کا قیام ایک عظیم جمہوری جدوجہد کے ذریعے عمل میں آیا تھا۔ قائد اعظم کی برپا کردہ جمہوری تحریک کو پہلے سیاسی انارکی اور طوائف الملوکی کے ذریعے ختم کیا گیا' آئین ساز اسمبلی توڑی گئی اور آخر کار ایک فوجی نظام سیاست کی بنیاد ڈالی گئی۔پاکستان اللہ کی تائید' عوام کی قربانیوں اور دعاؤں سے قائم ہوا تھا۔ پھر یہی ملک جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور بیوروکریٹوں کے شکنجے میں پھنس گیا۔

پاکستان نظریاتی اور دستوری اعتبار سے ایک اسلامی فلاحی اور جمہوری مملکت ہے۔ لیکن ابھی تک یہاں جاگیردارانہ نظام قائم ہے' یا سرمایہ دارانہ نظام پھل پھول رہا ہے اور مغربی کلچرل عادات نے سماج کو مرعوب کر کے رکھا ہے۔ بعض علاقوں میں سرکاری زمینوں کو ہاریوں میں تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ لیکن استحصالی قوتوں کو توڑنے کے لئے یہ کارروائی ناکافی اور محدود ہے۔ ملک میں مکمل انقلابی زرعی اصلاحات کا کوئی مسودہ قانون زیر غور نہیں ہے۔ جس کے ذریعے وسیع و عریض اور لا محدود جاگیریں ہاریوں' کاشتکاروں اور محنت کشوں میں تقسیم ہوتیں۔ حیرت ہے کہ سوشلزم اور مساوات کے حامی بڑے بڑے لیڈر' میلوں لمبی چوڑی زمینوں کے مالک' بڑی بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتیں چلاتے ہیں اور عالی شان حویلیوں میں سوشلزم کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھاشن دینے کا لطف اٹھاتے ہیں۔ یوں تو الیکشن لڑنے والی بڑی بڑی تنظیموں نے اپنے اپنے منشور میں معاشی اعتبار سے بہ ظاہر بڑے اہم وعدے درج کئے تھے۔ لیکن جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کرنے کے لئے انقلابی زرعی اصلاحات کے قوانین بنانے کی کوئی بات نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے کہ ان پارٹیوں میں استحصال پرور عناصر کا راج ہے۔ ان حالات میں اسلامی نظام کون نافذ کرے گا؟ کشمیر پر دلیرانہ پالیسیاں کون بنائے گا "ہماری قوم کی روزبروز کی قیامت خیزی پر کون روئے گا اور کون کشمیری مسلمانوں کے اعتماد کی اہمیت کو سمجھے گا؟

پاکستانی حکومتوں کی کشمیر پالیسی کیا ہے؟ آزاد کشمیر کی حکومت کا کنٹربیوشن کیا ہے؟ وہ کیا چاہتی ہے؟ پاکستان سے الحاق یا خود مختار ریاست یا لسانی اور جغرافیائی ٹکڑوں کی فیڈریشن کا قیام یا ان دونوں کے مابین کوئی تیسری چیز؟ کیا پاکستان کو سچے خیر خواہوں' حریت پسندوں اور فدائیوں کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا وہ صرف ایجنٹوں اور وظیفہ خواروں کو پسند کرتا ہے' جو روپے دے کر ہر وقت مل سکتے ہیں؟ کیا آزاد کشمیر کے حکمرانوں اور لیڈروں کو ہماری قربانیوں اور مصیبت کی طویل رات کا کچھ بھی احساس نہیں ہے؟ یا ان کی اصل پریشانی یہ ہے کہ ان کی لیڈر شپ سرینگر تک کیسے تسلیم کی جائے یہ سوالات جدوجہد آزادی لڑنے والے ہر کشمیری کے ذہن میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہم آنکھیں لاکھ بند کریں لیکن جو قوم قربانیوں کی بھٹی میں سونا بن کر نکلی ہو' اس کے شعور سے یہ سوالات پیدا ہوگئے ہیں۔ وہ بھیڑوں کا کوئی ریوڑ نہیں ہے' وہ مجاہدوں کا کچھار اور شہیدوں کا مسکن ہے۔ خدا نے اپنے جمال سے اسے پہلے ہی نوازا تھا۔ اب جلال کا منظر بھی سامنے ہے۔

پاکستان اور آزاد کشمیر کے حکمران بہ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کشمیری اپنی مرضی کے آپ مالک ہیں۔ قائد اعظم برج مظفر آباد پر کبھی کشمیر بنے گا پاکستان اور کبھی "پاکستان کی شہ رگ" لکھا رہتا ہے۔ لیکن کیا عمل بھی اسی قول کا غماز ہے۔ پاکستان میں رہنے والے کسی پاکستانی اور نہ کسی کشمیری کو اس بات پر یقین ہے کہ یہ حضرات جو نعرہ رٹتے ہیں' اس سے یہی مراد بھی لیتے ہیں۔ پھر کیا وہ ریاست کو خود مختار ملک بنانے کے خواہاں ہیں؟ کئی پراسرار حرکات سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن! نہیں! وہ تو تھرڈ آپشن کو سازش کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ یہ ان پرڈکٹیبل (Unpredictable) لوگ ہو سکتے ہیں! ان کے کسی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بیان سے ان کے فیوچر عزائم یا نصب العین کے بارے میں پیشگوئی نہیں کی جا سکتی ان کے اندر (ماسوائے چند ایک کے) کشمیر کی آزادی کے لئے جو جنون اور دیوانگی ہونی چاہیے تھی، وہ نظر نہیں آتی۔ جہاں سیاست کو ریاضت اور عبادت سمجھا جانا چاہیے تھا وہاں وہ تجارت میں بدل دی گئی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے مجنون بھی مجنون نہ رہے۔ ہم دیوانے آئے تھے، یہاں کی صحبتوں نے ہوشیار اور غرض مند بنائے۔

سیاست کاری کے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر مجھے شیخ عبداللہ اور ان کے حواری یاد آتے ہیں۔ دونوں جگہ سیاست بازی یا شطرنج بازی میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ شیخ عبداللہ کے تین سیاسی روپ تھے۔ جن کو وہ باری باری سرینگر، جموں اور دہلی میں استعمال کرتے تھے۔ تحریک رائے شماری کے زمانہ عروج میں بھی انہوں نے اپنی تقریروں اور بیانات کو متضاد رویوں کے تابع کر دیا تھا۔ شیخ عبداللہ نے ابتداء میں بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو اٹوٹ قرار دیا۔ پھر اس کو مسترد کر کے رائے شماری کی حمایت کی۔ ۱۹۶۸ء میں انہوں نے درگاہ حضرت بل کے منبر سے آزادی اور مکمل حق خود ارادیت کی جدوجہد جاری رکھنے کے لئے لاکھوں عوام کے اجتماع عظیم کے ساتھ خدا کے حضور حلف اٹھایا۔ ۱۹۷۵ء میں دوبارہ وزیراعلیٰ بننے کے بعد انہیں اپنا عہد و پیمان یاد دلایا گیا، تو انہوں نے کہا کہ لوگوں نے میری باتوں کو غلط سمجھا ہے۔ میں نے کبھی ہند سے علیحدگی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ہمارے درمیان کچھ اندرونی اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔

اس نفاق پرور سیاست کاری نے پاکستان اور آزاد کشمیر دونوں جگہ مسلمانوں کے ملی مفادات کو نقصان پہنچایا۔ بھارت کے جھوٹ کی ریتیلی عمارت ہم میں سے ہر کس و ناکس کو پکی دیوار دکھائی دی۔ دنیا کو اس کے جھوٹ پر سچ کا گمان ہو گیا اور ہمارا سچ اعتبار کے لائق نہ رکھا گیا۔ مسلمانوں کو تو پاکستان ہے، لیکن کشمیر کہاں ہے؟ مغربی پاکستان بچ گیا اور مشرقی پاکستان سے محروم ہو گئے۔ اس لئے کہ بھارت کے بچے بوڑھے اور مرد و زن اپنے ملک کو بھارت ماتا سمجھتے ہیں اور اس کی عظمت رفتہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ پنڈت نہرو جیسے لیڈر کے رگ و ریشے میں قدیم بھارت کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی تحریر کردہ کتاب " دریافت ہند " کا یہی ایک پیغام ہے۔ افسوس ہے کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کوئی ہمیں بنیاد پرست نہ سمجھے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پاکستان اور کشمیر کے سیاست دانوں کو یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ بھارت کے ہندو امپیریل ازم کا دیو کتنا خوفناک ہے اور وہ جنوبی ایشیا میں اس کے عروج نو کا کیسے مقابلہ کریں گے لیکن ہمارے مقتدر سیاست دانوں نے گزشتہ نصف صدی میں عالم اسلام کو بھارت کے نیو ہندو امپیریل ازم کی ہولناکیوں سے آگاہ کرنے کی کوئی شعوری اور منظم کوشش نہیں کی۔ جس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر پر اسلامی دنیا کافی وقت تک بھارت کے ورشن کو ہی درست سمجھتی رہی۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ کشمیر ابھی تک اس کے ناجائز تسلط میں ہے۔ نصف صدی گذرنے کے باوجود اس کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہوا نہ یہ کوئی علیحدہ خود مختار ملک بن سکا۔ کیونکہ بھارت (جس کا وزن عالمی سیاست پر بھاری ہے) کو یہ دونوں چیزیں نامنظور ہیں۔ جبکہ پاکستان اور آزاد کشمیر کو بہ ظاہر دوسری چیز نامنظور ہے۔ مقبوضہ کشمیر کو موجودہ حالات میں کیا منظور ہو گا۔ اس طرف کسی کا دھیان نہیں ہے۔ آزاد کشمیر میں پاکستان سے الحاق اور علیحدہ خود مختار ریاست کے حمایتی' دونوں ریاست جموں و کشمیر کو ناقابل تقسیم وحدت قرار دیتے ہیں اور اپنا اپنا موقف بڑے ہی جارحانہ انداز میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ دونوں جگہ حکمرانوں اور دوسرے سیاست دانوں کو پاکستان سے الحاق کے مطالبے پر قدرتی طور پر خوشی ہونی چاہیے' لیکن علیحدہ ریاست کے حصول کی تحریک پر بھی یہاں حکومتوں کی طرف سے کوئی قدغن نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ آزاد کشمیر میں خود مختار کشمیر کے حامیوں کا انتہا پسند عنصر پاکستان کے حامیوں کو اسی نظر سے دیکھتا ہے' جس طرح ہم مقبوضہ کشمیر میں بھارت نواز عناصر کو دیکھتے ہیں۔ یہ صورت حال کیوں کر پیدا ہوتی ہے' اس کے اسباب کا کچھ مجمل ذکر میں نے گزشتہ سطور میں کیا ہے۔ لیکن ایک اور بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جن سیاسی یا انتظامی ذمہ داروں کی غلط پالیسیوں اور ناروا اقدامات سے یہ ذہنی ماحول بنا ہے' انہوں نے اپنی حرکتوں پر قومی نکتہ نگاہ سے کبھی سوچا ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لاپروا عناصر کو اپنی قوم اور اپنے ملک سے محبت ہوگی' نہ اس کا مستقبل عزیز ہو گا۔ قوم یا انتظامیہ کے ذمہ داروں اور ناخداؤں کا اپنی قوم سے پیار نہ کرنا بہت ساری برائیوں اور خطرات کو جنم دیتا ہے۔ یہ ایک اور وجہ ہے کہ پاکستان اور آزاد کشمیر میں کشمیری نوجوانوں کے کئی انتہا پسند گروپ ہیں' جو پاکستان سے الحاق کو پسند نہیں کرتے ہیں' غلط پالیسیوں اور ناجائز حرکتوں کی سزا پاکستان کو مل رہی ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ریاست جموں و کشمیر کی سابقہ وحدت اور سالمیت موجودہ ماحول میں کس طرح بحال کی جائے' اس کا کوئی پریکٹیکل حل آزاد کشمیر کے سیاست کاروں اور انقلاب کے حامیوں کے پاس نہیں ہے۔ مختلف سیاسی نعروں کو روایت یا رد عمل کے سہارے قبول کرکے جاری رکھنا ایک بات ہے اور ان پر معقول انداز میں سماجی اور سیاسی جدوجہد کی ٹھوس بنیاد رکھ کر قائم شدہ نظام کی چولیں ہلانا بالکل مختلف معاملہ ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے عوام نے ابتدا سے ہی بھارت کے قبضے کے خلاف سیاسی تحریکیں چلائیں۔ جن میں قدرتی طور پر تصور پاکستان کو محوری شکل مل گئی۔ آخر کار دلوں کو فرحت عطا کرنے والی گل پوش وادی میں بھارت کے نظام کی پوری عمارت زمین بوس ہو گئی۔ آج بھارت کے حکمرانوں' سیاست دانوں اور جرنیلوں کے لئے کشمیر ایک حیران کن بات کا نام ہے۔ جہاں نہ ان سیاست دانوں کی عیاری کا پھندا عوام کا گلا گھونٹ سکا اور نہ جرنیلوں اور گورنروں کے فوجی داؤ پیچ کامیاب ہوئے۔ آزاد کشمیر اور پاکستان کے حکمرانوں کو بے لاگ انداز میں اس جدوجہد اور کشمکش کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے کہ کشمیری کس بے جگری سے آزادی کے لئے لڑتے رہے ہیں اور بھارت کس سختی سے ان کو اپنے قبضے میں رکھنے کی کوشش میں لگا رہا۔

کشمیر ایک آتش فشاں پہاڑ کا نام ہے۔ جس کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں بسنے والے لوگ آگ میں کندن بن گئے ہیں۔ صدیوں سے ہماری دھرتی پر ظالم حکمران آگ برساتے رہے ہیں لیکن ہمارا نوجوان بھی جوالہ ہے۔ اور چند ہزار نوجوانوں نے بھارت کی پانچ لاکھ طاقتور فوج کے خلاف جہاد جاری رکھ کر اس کے غرور کو خاک میں ملایا ہے۔ ہماری موجودہ تحریک جہاد کا ڈائی مشن عوامی ہے۔ اس کی روح اسلامی اور منزل مقصود حریت ہے۔ اگر پاکستان یا آزاد کشمیر کے حکمرانوں نے اس تحریک کا گھریلو اور اسلامی کیریکٹر نظر انداز کرکے کشمیریوں پر کوئی ایسی قیادت مسلط کرنے کی کوشش کی' جو گھریلو نہ ہو اور جس نے بھارت کی مکمل حمایت میں اپنی زندگی گذاری ہو یا اس جدید استعمار کو کشمیر میں مضبوط کرنے' میں اپنا رول ادا کیا ہو' وہ کشمیری عوام کے لئے ہی نہیں بلکہ پاکستانیوں کے لئے بھی مضر ہو گا۔ اس صدمہ عظیم سے بچنے کے لئے پاکستان کو اپنی پالیسیوں کا جائزہ لینا ہو گا۔ ہمیں وہی پرانی شراب نئی بوتلوں میں انڈیلنے اور پینے سے بچنا ہو گا۔

ہماری تحریک آزادی کی قیادی صف میں موقعہ پرست عناصر کو ایڈجسٹ کرنے کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کوئی بھی کوشش قوم سے شدید نا انصافی ہو گی۔ یہ سوسائٹی میں نئی محاذ آرائی اور نفرت کو جنم دے گی۔ آزادی اور اسلام کی تحریک کا تقاضا ہے کہ بندوق پرستی' موقعہ پرستی اور عیاری کے سہارے عوام پر کوئی قیادت نہ ٹھونسی جائے۔ نہ عیاری کا جامہ اوڑھنے والوں کی اعانت کی جائے۔ ہمارے سامنے قوم کی آزادی کا سوال نہ کہ پرانی بھارت نواز اور عیش کوش لیڈر شپ اور اس کی نوکر شاہی کی دوبارہ بحالی اور عزت افزائی کا سوال رہے۔ ہم بھارت کے سابق حامیوں کو معافی دے سکتے ہیں لیکن ان کو اپنا ترجمان اور قائد نہیں بنا سکتے۔ اگر اتحاد کی آڑ میں مفاد خصوصی اور ظالم عناصر کو لیڈر شپ کی صف میں بٹھایا گیا اور ان کے ناقابل معافی جرائم معاف کئے گئے تو آزادی کی صبح کا سورج چمکنے کے بعد بھی امن و امان کشمیر کی وادی سے اسی طرح دور بھاگے گا' جس طرح ایک ہرن سرسبز و شاداب جنگل سے شکاری' شیر یا چیتے کو دیکھ کر بھاگتا ہے

یہ بات عجیب' غیر منطقی' خود غرضانہ اور غیر منصفانہ ہے کہ جو عناصر ایک غیر ملکی نو آبادیاتی' استحصالی اور ظالمانہ نظام کے اہم ستون اور آلہ کار رہے ہوں ۔ وہ "سو چوہے کھا کر بلی حج کو گئی" کے مصداق اگر مجبوراً" سواد اعظم کے ساتھ شامل ہوں' تو عام لوگوں کی طرح نہیں بلکہ قائدین کے مقام پر چھلانگ لگا کر بیٹھیں۔ اس قبیل کے عناصر خواہ وہ استحصالی نظام کے سیاست دان رہے ہوں' یا وزیر و امیر یا نوکر شاہی کے ستون یا سامراج کی پیدا کردہ پارٹیوں کے لیڈر رہے ہوں' بہرحال اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں مقام قیادت پر لایا جائے۔ اس قسم کا فیصلہ ہماری صدیوں سے پامال قوم کے لئے نیک فال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان بہت ساری برائیوں میں ایک بڑی برائی یہ بھی ہے کہ پرانے سامراجی نظام کے بڑے بڑے آلہ کار نئے دور میں بحال ہو کر اپنے ساتھ اسی قسم کے اور بہت سارے مفاد خصوصی عناصر لاتے ہیں۔ یہ صورت حال قوم کے لئے مایوس کن اور خطرناک ہے۔

ایران کے انقلاب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے استحصالی عہد ملوکیت کے ستون اور بت توڑے اور نئی عمارت کی تعمیر و ترقی کے لئے نئے ہاتھ جمع کئے ۔ شہنشاہیت کے خلاف تحریک کے دوران میں بلاشبہ مختلف الخیال عناصر نے جدوجہد کی ۔ لیکن انقلاب کی قیادت مذہبین اور منافقین کو نہیں دی گئی۔ آج کل ہمارے بعض دوستوں کا خیال ہے کہ آزادی کی موجودہ تحریک میں تمام قسم کے طبقوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور مختلف الخیال عناصر کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے اور ان کے ماضی یا گزشتہ تحریک مخالف کردار کو زیر بحث نہیں لانا چاہیے۔ مجھے اس بات سے اختلاف ہے اور یہی ایک بھاری اکثریت کا بھی نظریہ ہے کہ ماضی سے صرف نظر کرکے مستقبل کی تعمیر بہتر انداز میں نہیں ہو سکتی۔ ماضی میں دونوں صفتیں ہوتی ہیں۔ یہ اچھا بھی ہو گا اور برا بھی۔ ماضی میں اچھے لوگ ملیں گے اور برے کردار بھی۔ یقیناً" سماج کے تمام طبقے مل کر ہماری قومی تحریک میں ایک سود مند رول ادا کر سکتے ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں اور ہمارے موجودہ انتفاضہ کی یہی خوبی ہے کہ یہ کشمیریوں کی عوامی تحریک ہے۔ لیکن استحصالی نظام، یعنی سامراج اور اس کے ایجنٹوں کے مشترکہ نظام کو چلانے والوں کے ہاتھوں میں زمام کار دینا کس حریت پسندی اور انقلاب اسلام کا نام ہے جو ہماری عوامی تحریک کی کامیابی کے لئے ان آلہ کاروں اور سرکشوں کا محتاج ہو، جن کے نفاق اور فتنہ سامانی کی وجہ سے ہم نصف صدی سے بھارت کے ذریعے کچلے جا رہے ہیں۔ کیا یہی انصاف ہے کہ ہمارے سرفروش اور مجنون نئے دور میں بھی بھارتی سیاست اور نظام کے آلہ کاروں کے پیچھے چلیں اور ان کی بندگی کریں؟ کیا قوم کے بڑے بڑے مجرموں کو عدالتوں کے کسی کٹہرے میں کھڑا نہیں ہونا چاہیے؟ کیا مجرموں کے سردار بری ہوں اور مظلوموں کی کوئی داد رسی نہ ہو؟ ایسے اتحاد کو دور سے سلام کہیے ؟ جن عناصر نے اپنے ہر قدم سے کشمیر میں بھارت کو مضبوط کیا ہے اور آج وہ ہماری صفوں میں مخصوص حالات کیوجہ سے آگے آ رہے ہیں، انہیں زمام کار کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔ انہیں اپنی زندگی کی کتاب کا خود اعتراف کرنا چاہیے اور ایسے عناصر کے ماضی کو سامنے رکھ کر ان کا رول متعین کرنا ہو گا۔ لیکن ایسے عناصر کو انتفاضہ کے کسی مرحلے پر بھی ہماری ترجمانی اور نمائندگی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بات بعید از امکان نہیں کہ بھارتی سامراج اور اس کے دوسرے مدد گار بھی یہی چاہتے ہوں گے کہ اب کہ یہ تحریک بھارت کے قابو میں نہیں آ سکتی، اس لئے اس کی زمام کار انتہائی چالاکی سے ان لوگوں کے ہاتھوں میں لائی جائے، جو ماضی میں بھارت کے حامی رہے ہوں، میرا نکتہ یہ بھی ہے کہ جن سیاست کاروں نے کشمیر میں اپنی عمریں بھارتی مظالم مضبوط کرنے میں گذاری ہیں، وہ آج تحریک انتفاضہ کی وجہ سے اپنی بقاء اور تحفظ کے لئے مجبور ہیں۔ ورنہ وہ کبھی تحریک آزادی کی حمایت میں نہ آتے۔ اس لئے ایسے سیاست دانوں کو قوم کی ترجمانی اور نمائندگی کرنے کا حق نہیں دیا جا سکتا زیادہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ان کو بقاء حیات کا حق دے سکتے ہیں اور کشمیریوں کی روایات کے مطابق ان کو معاف کر سکتے ہیں۔ انہیں مولانا حالی کی زبان میں ہمارا یہ پیغام نوٹ کر لینا چاہیے۔ ع

حالی نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب
آئے ہو وقت صبح رہے رات بھر کہاں؟

جو لوگ ہماری تحریک کی صفوں میں رہ کر بھارت کے پرانے وظیفہ خور سیاست دانوں کی وکالت کر رہے ہیں' ان کا سیاسی ذہن پھسپھسا ہے۔ دائرہ اثر نہایت تنگ ہے' اور وہ اپنا سیاسی قد بنانے کے لئے بھان متی کا کنبہ جوڑنا چاہتے ہیں۔ اس طرح اگر کشمیریوں کے ساتھ ہونے والا موجود ظلم و ستم نظر انداز کیا گیا' ان کی خواہشات کی بے قدری کی گئی اور جہاد کے ثمرات کو طاقت کی بنیاد پر غیر مستحق عناصر نے سمیٹنے کے لئے دوڑ لگائی' تو نتائج ہولناک ہوں گے اور بھارت اور پاکستان دونوں کسی نئی آزمائش میں گرفتار ہوں گے۔ بھارت اور پاکستان دونوں کو کشمیریوں کا رول سمجھنا چاہیے' کشمیری مسلمانوں نے تاریخ کے پر آشوب لمحات گنے اور ہولناک مظالم برداشت کیے' لیکن انہوں نے کشمیری ہندوؤں اور بھارتی شہریوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں نہ کیں۔ اسی طرح کشمیریوں نے مقبوضہ علاقے میں مسئلہ کشمیر میں پاکستان کے فریق ہونے کی وکالت اس زور سے کی کہ خود پاکستان بھی اتنی وکالت خارجی دنیا میں مسئلہ حق خود ارادیت کی نہ کر سکا۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ اگر بھارت اور پاکستان نے ہماری آواز کی شدت تسلیم نہ کی تو قدرت کی سنت اور مکافات عمل کے قانون کے مطابق یہ دونوں ملک بڑے پیمانے پر پریشان ہوں گے۔

گزشتہ چند سالوں میں کشمیر کی قومی تحریک آزادی میں بالواسطہ دوسری قوتوں اور سیاسی عناصر کا کردار بڑھنے کے علاوہ واضح بھی ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں خاص طور سے حکومت پاکستان' حکومت آزاد جموں و کشمیر اور پاکستان اور آزاد کشمیر کی بعض مذہبی و سیاسی جماعتیں شامل ہیں۔ جو اپنی اپنی لیول اور سوچ کے مطابق مقبوضہ کشمیر کی تحریک جہاد کو چلانا یا اس پر اثر انداز ہونا چاہتی ہیں۔ پاکستان بلا شبہ کشمیر کے سوال کا فریق ہے۔ وہ ہمارا دینی بھائی بھی ہے۔ اور ہمارے دونوں عوام کے درمیان محبت بھی ہے' اگر کشمیر پاکستان کا قومی سوال ہے' تو کشمیریوں کے لئے یہ ایک قومی اور گھریلو جدوجہد کا نام ہے۔ ان تین عناصر کے علاوہ جو اس وقت منظر پر غالب رہنا چاہتے ہیں۔ کچھ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ایسے عناصر بھی ہیں، جو کشمیریوں کے لئے نئے ہیں۔ مملکت پاکستان اور پاکستانی قوم کے لئے محبت و احترام پر ہمارے عوام میں کوئی دو رائیں نہیں ہیں۔ اس لئے ان تینوں عناصر کو مقبوضہ کشمیر کی جدوجہد میں کسی قسم کے سرکاری، تنظیمی، گروہی، مسلکی اور فرقہ وارانہ اثر و نفوذ بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف رضاء الٰہی کے لئے تعاون دینا چاہیے رضاء الٰہی اور قومی و دینی فرض سمجھ کر مظلوم قوم کی طرف بڑھایا جانے والا دست تعاون غیر مشروط ہوتا ہے۔ مادی و دنیوی معیارات سامنے رکھے جائیں، تو سب کچھ ذاتی غرض مندی پر ہوتا ہے۔ جو خلوص سے خالی اور ریا سے بھر پور ہوتا ہے۔ مثلاً امریکہ پاکستان کے لئے مالی اور دفاعی امداد مشروط بنا چکا ہے۔ یہی سلوک تیسری دنیا کے غریب ملکوں کے ساتھ ہوتا ہے۔پاکستان، آزاد کشمیر اور پاکستانی جماعتوں کو کشمیریوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مومنانہ خلوص اور شفقت کو ہی طریق عمل بنانا چاہیے۔ آزاد جموں و کشمیر کی حکومت اور لیڈروں کے لئے یہ اور بھی زیادہ واجبی ہے۔ افسوس ہے کہ اس طریقہ عمل کی موجودگی کی شہادت نہیں ملتی۔ نہ آزاد کشمیر کی حکومت میں اور نہ پاکستان میں۔ اسے آپ کیا کہیں گے کہ کشمیر میں آزادی کی تحریک چلاتے ہوئے ہمیں پاکستان کی تلاش رہتی تھی، لیکن پاکستان میں پہنچ کر ہمیں قائداعظم کے نصب العین کی جستجو ہے، بلکہ خود قائداعظم کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کیا خبر کہ یہ تلاش کب تک رہے گی؟

ہمیں موجودہ حالات میں بہ حیثیت کشمیری نہ صرف پاکستان بلکہ آزاد کشمیر کا رول سمجھنے میں بھی الجھن پیش آتی ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے عوام کو آزادی چاہیے، بھارت کے طویل قبضے سے خلاصی۔ جہاں تک لیڈر شپ کا تعلق ہے، یہ عوام کا داخلی اور ذہنی مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ مختلف پارٹیوں اور ان کے رہنماؤں کے قول و فعل، سیرت و کردار اور پس منظر کو دیکھ کر ہی کسی فرد یا جماعت کو رہنمائی کا موقعہ دیتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہماری آزادی کا اصل مسئلہ پس منظر میں بھیجا جاتا ہے اور لیڈر شپ کی بحث شروع کی جاتی ہے۔ پھر خود ہی بنے بنائے زاویوں اور خارجی عناصر کی خواہشات کے مطابق کسی عنصر یا کردار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور لوگوں کے لئے اپنی آزاد مرضی اور تجربے کے ذریعے فیصلہ کرنے کا راستہ بند کیا جاتا ہے۔ اس صدی میں مسلم دنیا پر جگہ جگہ جو قیادتیں مسلط ہو گئیں، وہ عوام کی داخلی تحریکوں کے بجائے بیرونی اشاروں کی مرہون منت ہیں۔ ہماری داخلی سیاست میں بیرونی عناصر کے ذریعے جوڑ توڑ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور بناؤ بگاڑ کا یہ عمل ایک خطرناک المیہ ہے۔ جس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آزادی کی عوامی اور قومی تحریکیں جب کسی خارجی قوت کے بغیر اپنے قدرتی عوامل کے سہارے عروج حاصل کرتی ہیں' تو ان میں راستہ دکھانے والے اچھے سے اچھے لوگ پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ اس لئے قوموں کو اس میں الجھانا اور اشارے دینا سازش کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا۔ جو لیڈر شپ ناجائز ذرائع وسائل اور دولت کے ذریعے قائم کی جاتی ہے' وہ ہمیشہ مصنوعیت اور ریاکاری کے ہتھکنڈوں کی محتاج رہتی ہے وہ قوم بھی مکافات عمل سے بچ نہیں سکتی' جو غیر فطری اور گندے راستوں کو اختیار کر لے۔

خود پاکستان ۴۷ برس گزرنے کے بعد بھی جن سیاسی' فکری اور سماجی پریشانیوں میں گرفتار ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اس قوم کے لئے قیادت کے داخلی اور شفاف طریقے مسدود کئے گئے۔ آج ہمیں ایسا لگتا ہے کہ سیاسی آزادی کے باوجود یہ ایک بے آسرا اور بے بس قوم ہے اور زمین و آسمان کے درمیان معلق! گزشتہ چند برس سے پاکستان کشمیر میں بھی لیڈر شپ کی تلاش کا طریقہ بگاڑتا رہا ہے۔ آزاد کشمیر کا خطہ تو برسوں سے اسی ڈگر پر چل پڑا ہے۔ اسے سود و زیان اور صاف و غلیظ کا کوئی احساس نہیں رہا ہے۔ سماج کی مسلمہ شفاف اقدار کی تذلیل کا آغاز بالائی طبقوں سے ہوتے ہوئے نچلے طبقوں کو بھی اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔ اور نظم و ضبط کا فقدان ہر سو عیاں ہے۔ پاکستان میں مقتدر عناصر اور بیوروکریسی نے جوڑ توڑ اور مصنوعی طریقوں سے حکمرانوں اور لیڈروں کو بنانے اور بگاڑنے کا سلسلہ کافی عرصہ سے جاری رکھا ہے۔ اب لیڈر شپ مسلط کرنے اور پروجیکٹ کرنے کا یہی طریقہ کشمیر میں بھی اختیار کیا گیا ہے' جس سے خود پاکستان خراب ہوا اور صاف و شفاف اسلامی جمہوری اقدار سے دور ہو گیا۔ قوموں کے لئے ضروری ہے کہ ان کو اپنے لیڈر تلاش کرنے کے لئے نیچرل پروسیس سے دور نہیں کیا جانا چاہیے۔ جبر اور لالچ کے حربوں سے لوگوں کو بھدے حکمران اور لیڈر ملتے ہیں۔ جبکہ قوموں کی امامت کا منصب ایک مقدس امانت ہوتی ہے اور فطرت کی رہنمائی میں یہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے سازشیں' سیاسی جوڑ توڑ اور نہ عسکری قاعدے زیب دیتے ہیں۔ تحریک جہاد شروع ہونے کے بعد اب تک آزاد جموں و کشمیر میں جس طرح بے بنیاد عسکری گروپ قائم کرائے گئے اور اصل قوتوں اور تاریخی عناصر کے راستے سبوتاژ جنگ سے روکے گئے'

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وہ ہماری جدوجہد میں ایک الم ناک باب ہے۔ یہ رو داد ہر محب وطن اور محب آزادی کے لئے باعث شرمساری ہے۔ آج جبکہ مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی نصف النہار پر ہے، مختلف حریت پسند پارٹیاں، مجاہدین اور کارکن ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے ہیں، ایک ہی دشمن کے خلاف لڑنے والے عناصر ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ مجاہدین کے مختلف گروپوں کے درمیان محاذ آرائی کا سبب قسم قسم کے ہتھکنڈوں کا استعمال ہے، جو وہ اپنا اپنا دائرہ اثر بڑھانے کے لئے کر رہے ہیں۔ ان کے گروپوں اور جماعتوں کے درمیان وسائل کی ناہمواری، اور ناجائز حصول ہے، جس سے طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے۔ اس طرح زیادہ طاقتور گروپ، بے وسیلہ اور بچے گروپوں کو عسکری اور سیاسی میدانوں سے بے دخل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مجاہدین کی جن پارٹیوں کی حلیف پارٹیاں پاکستان یا آزاد کشمیر میں ہیں، ان کے لئے بڑے پیمانے پر وسائل بھی پاکستان اور آزاد کشمیر سے جاتے ہیں۔ جن سے وہ عسکری لحاظ سے مضبوط ہو گئی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک آزادی کے ڈومیسٹک عناصر، جنہوں نے ابتدا سے ہی نامساعد حالات میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر اس تحریک کو مالا مال کیا تھا اور اس کے نرم و نازک پودے کی آبیاری کی تھی، وہ وائپ آؤٹ کئے جا رہے ہیں۔ یہ صورت حال آزادی کشمیر کی حقیقی اور حقدار لیڈر شپ کو دبا رہی ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے راستہ ہموار کیا جا رہا ہے، جو کشمیر کی آزادی کے خلاف تھے یا اس جدوجہد کو حالات کے رحم و کرم پر ڈالنے کے حامی تھے اور اپنی آنکھیں بند کر چکے تھے، جن طور طریقوں کا میں حوالہ دے چکا ہوں ان کی وجہ سے بے مقصد، اوباش قسم کے لوگ، یا کانگریس اور نیشنل کانفرنس جیسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے عناصر ہتھیار بند ہو گئے ہیں۔ اور محاذ آرائی کو بڑھاوا دے رہے ہیں، اسلامی سیرت و کردار کا فقدان گروہی تعصب عام، ذاتی مناکشات، لوگوں کے ذاتی اور گھریلو معاملات میں مداخلت، انتقام گیری اور انتقام پسندی کا جنون، قائد اور کمانڈر بننے اور رہنے کا بھوت ذہن پر سوار، سوچنے والے لوگ ہی نہیں بلکہ عام بھی حیران و پریشان ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر کشمیر کا سوال جلد از جلد طے نہ کیا گیا، تو یہ قوم مٹ جائے گی یا یہ تحریک دب جائے گی یا برصغیر ہندو پاکستان کو جنگ کی کوئی قیامت اپنی آغوش میں لے گی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مقبوضہ جموں و کشمیر میں آج سے تین سال پہلے بھارت سے حق خود ارادیت حاصل کرنے کے لئے جس پیمانے اور معیار کی تحریک جہاد شروع ہوئی' اس کی انٹیفیٹی نے نہ صرف بھارت کے اعصاب پر ایک رعشہ طاری کردیا' بلکہ خود آزاد جموں و کشمیر کے لیڈروں کی سوچ میں بھی ایک بحران پیدا ہوا۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آزادی کی یہ انوکھی' منفرد بے مایہ اور بے وسیلہ تحریک' حکومت آزاد کشمیر کی جدوجہد یا پولیٹکل امپیریشن کی مرہون منت نہیں ہے۔یعنی جس علاقے کو بیس کیمپ کا نام دیا گیا تھا اور جس کی حکومت خود کو بیس کیمپ کی ہی نہیں بلکہ پوری ریاست جموں و کشمیر کی نمائندہ اور ترجمان کہتی ہے۔ اس کو کافی عرصے تک اس کا ادراک ہی نہیں تھا کہ اس کی عالیشان رہائش گاہوں سے چند میل پرے مقبوضہ علاقے میں عوام کے سیاسی اور سماجی شعور کی سطح کیا کہتی ہے۔ اور کن سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اس لئے آج آزاد کشمیر کی حکومت جن باتوں کی خواہش کر رہی ہے یا جن اغراض کے لئے دوڑ دھوپ کر رہی ہے' ان کے لئے اس نے برسوں سے کچھ کیا ہی نہیں ہے اور نہ ہی کام کرنے والوں کی حمایت کی ہے۔ آزاد کشمیر کی حکومت کو بس اتنا ہی مانگنا چاہیے' جتنا اس کا حق بنے گا۔ اگر وہ اپنے قدو قامت سے زیادہ طلب کرے گی' تو یہ اس کی طالع آزمائی' خود غرضی اور خود فریبی ہو گی۔ آزاد کشمیر کی حکومت کسی بھی اصول سیاست یا بین الاقوامی قانون اور قاعدے کی رو سے ساری ریاست جموں و کشمیر کی نمائندہ حکومت یا قیادت نہیں ہے۔ اس نے اپنے اہم ترین فرائض اور ریاست کے کئی آزاد علاقوں سے دست برداری اختیار کرکے اپنے اختیارات کو خود گنوایا ہے اور اپنے قد کو اور بھی نیچے لایا ہے۔

ریاست گیر سطح پر دیکھا جائے تو یہ ایک اقلیت کی نمائندگی کرتی ہے۔ جموں و کشمیر اور لداخ پر پہلے ہی ہندوستان قابض ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ گلگت' بلستان وغیرہ بھی آزاد کشمیر کے پاس نہیں ہیں اور نہ صرف شمالی علاقوں بلکہ آزاد خطے کے کئی ٹکڑوں کو ملانے کے لئے پاکستان کے راستے ہی استعمال ہوتے ہیں۔مجھے آزاد کشمیر میں لوگوں نے بعض اہم اور چونکا دینے والے واقعات و حقائق کی طرف توجہ دلائی۔ مثلاً" کہا گیا کہ حیرت اور افسوس ہے کہ جس مظلوم خطے کی آزادی کے لئے آزاد کشمیر کو بیس کیمپ کا خطاب دیا گیا اس کے دو بڑے عہدوں (صدر اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وزیراعظم) پر مقبوضہ کشمیر کا کوئی فرد نہیں بٹھایا جاتا۔ کہتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں صدر کے منصب پر چوہدری غلام عباس' مولوی محمد یوسف شاہ اور کے۔ ایچ۔ خورشید بٹھائے گئے تھے۔ لیکن وہ سیاسی حوادث کا شکار ہو گئے۔ ان کے بعد آج تک مقبوضہ کشمیر کا کوئی شخص اس منصب پر نہ لایا جا سکا۔ جہاں تک وزیراعظم کا تعلق ہے' تو اس پر بھی آج تک کوئی مقبوضہ کشمیری منتخب نہیں ہو سکا ہے۔ میر عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ آزادی کے ابتدائی سالوں میں حکومت میں مقبوضہ کشمیر کو آزاد کشمیر سے زیادہ نمائندگی تھی۔ ۱۹۴۱ء کے الیکشن میں سٹیٹ کونسل میں قبضے کے شکار کشمیریوں اور آزاد کشمیر کے درمیان مساوی تناسب (Parity) کا اصول اپنایا گیا۔ لیکن آج مقبوضہ خطے کے لوگ اقلیت میں دھکیل دیے گئے ہیں۔ اس طرح بیس کیمپ کے نمائندہ فورم میں مقبوضہ کشمیر کو ایک چوتھائی نمائندگی حاصل ہے۔ اس پوزیشن میں اسے بیس کیمپ یا انقلابی حکومت کا لقب دینا تحریک آزادی کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق ہے۔ پھر اس کو چلانے والے لیڈروں کا یہ بلند بانگ دعویٰ کہ وہ پوری ریاست کے نمائندے اور تحریک آزادی کے ترجمان ہیں۔ ایک دوسرا جھوٹ اور مذاق ہے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر کی حکومت کو لوکل اتھارٹی سے اوپر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس طرح اقوام متحدہ کے سامنے بھی اس کی وہ پوزیشن نہیں ہے' جو ایک ایسے ٹکڑے کی ہونی چاہیے تھی' جو اپنے مرکزی خطے کی آزادی کا علمبردار ہو۔

آزاد حکومت جموں و کشمیر نے گزشتہ عشروں میں کوئی ایسی حکمت عملی وضع نہیں کی' جو آج اس کے انفرادی کردار کا حصہ قرار پاتی اور مقبوضہ کشمیر کا ہر فرد اس کے رول کی گواہی دیتا۔ مقبوضہ کشمیر کی گواہی تو دور کی بات ہے' خود آزاد کشمیر کے حریت پسند عوام بھی اس قسم کی گواہی نہیں دیتے ہیں۔

آزاد حکومت جموں و کشمیر کو یہ بھولنا نہیں چاہیے تھا کہ آزاد خطہ معتوب کشمیریوں (Victims Of Occupation) کی جائے پناہ ہے۔ اس لحاظ سے یہاں کی حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر سے آنے والے مہاجرین و مجاہدین کے راستے میں درپیش تمام قسم کی مشکلات کا ازالہ کرے اور آنے جانے والے کشمیریوں کو غربت کے احساس میں مبتلا نہ ہونے دیتی۔ کیونکہ سرینگر اور جموں مظفر آباد اور گلگت و بلتستان تک ہم سب ایک ہی ریاست کے باشندے اور شہری ہیں۔ لیکن مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر پہنچنے والے کسی کشمیری کو یہ تاثر نہیں ملتا۔ بھارتی مقبوضہ علاقے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

میں بے چارہ کشمیری پاکستانی ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے اور پاکستان یا آزاد کشمیر میں مہمان نوازی کے چند دن گزارنے کے بعد اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ ماضی میں جتنے حریت پسند آزاد کشمیر آئے ہیں' ان کے پاس تلخ تجربات کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ وہ بلیک میلنگ کے شکار بنائے جاتے رہے ہیں۔ ملازمتوں کے معاملے میں بھی ان کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں کا سلوک ہوا ہے۔ پاکستان یا آزاد کشمیر کے لئے کشمیریوں کو بڑی مشکل سے ویزا ملتا ہے۔ حالانکہ کوئی کشمیری فاریزنر نہیں ہے۔ وہ کسی پاکستانی یا آزاد کشمیری سے بدرجہا بہتر پاکستانی ثابت ہوا ہے۔ کشمیریوں کا کہنا ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا ہے' جو ہر اس شخص کو پاکستان اور آزاد کشمیر میں پیش آتی ہیں' جو مقبوضہ کشمیر سے حریت پسند' مجاہد یا مہاجر بن کر آتا ہے۔ یا وہ شخص جو چند دنوں کے لئے اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے آتا ہے یا آنا چاہتا ہے۔ مقبوضہ کشمیریوں کے لئے حکومت آزاد کشمیر نے پاسپورٹ ایشو کرنے کا سوال بھی سیاسی بلیک میلنگ کا ذریعہ بنایا ہے۔

مقبوضہ کشمیریوں نے بھارت کے خلاف آزادی کی طویل جدوجہد میں اپنی ایک منفرد شناخت پروان چڑھائی ہے۔ ہم نے اپنے مشن کے لئے ہزارہا پاپڑ بیلے ہیں۔ ہم پاکستان اور آزاد کشمیر میں بھی اپنی جدوجہد کی یہ پہچان برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ بھارت سے علیحدہ ہونے بلکہ پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی خود اعتمادی' خود داری اور آزادی رائے کو قربان کریں گے۔ ہم بہ حیثیت ایک سرفروش حریت پسند قوم کے اپنا سیاسی ڈھنگ اور جدوجہد کا طریقہ پاکستان اور نہ آزاد کشمیر کے حکمرانوں کے تابع فرمان بنانے کے لئے تیار ہیں۔ آزاد کشمیر کی حکومت کو تحریک جہاد کی خدمت کرنی چاہئے' ڈکیٹ نہیں کرنا چاہئے اور نہ وزیراعظم کو چاپلوسی اور جوڑ توڑ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ اگر آزاد کشمیر کے لیڈر بھی بیورو کریٹوں کے نقش قدم پر چلنے لگیں' تو پھر بیس کیمپ کس کا نام ہو گا؟ پاکستان کے زیر ڈیفیکس آزاد کشمیر کی اہمیت و افادیت مقبوضہ کشمیر کی وجہ سے ہے۔ اس کے بغیر یہ علاقہ پاکستان کی نظر میں ایک پہاڑی ضلع کے درجے پر آئے گا۔

مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کرکے پاکستان یا آزاد کشمیر آنا اور بعض لوگوں کا یہاں جدوجہد آزادی میں شریک ہونا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جن قوموں پر ظالم حکومتیں مسلط ہوتی ہیں' وہ اپنی عزت' عصمت اور جان بچانے کے لئے نئے سرے سے جدوجہد

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کرنے کے لیے بسا اوقات ترک وطن پر مجبور ہوتی ہیں۔ دنیا ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے' جن سے پتہ چلتا ہے کہ آزاد قوموں نے اجڑے ہوئے لوگوں اور معتوب سیاسی کارکنوں کو پناہ دی ہے اور آج بھی اقوام متحدہ ایسے لاکھوں انسانوں کی کفالت کر رہی ہے۔ خود پاکستان نے تیس لاکھ افغان مہاجرین اور مجاہدین اور ان کی سیاسی و عسکری جماعتوں کو دس سال تک اپنی سرزمین پر جگہ دی۔ اسی طرح پاکستان نے کردستان' فلپائن' اراکان' فلسطین اور تاجکستان کے معتوب مسلمانوں کو اپنے ملک میں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ملک پاکستان کے ساتھ جغرافیائی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اس طرح اگر مقبوضہ جموں و کشمیر کے مسلمان اپنی جان' مال اور آبرو بچانے یا تحریک آزادی زیادہ سے زیادہ موثر انداز میں چلانے کے لئے آزاد کشمیر اور پاکستان کا رخ کرتے رہے ہیں' تو یہ کوئی گناہ نہ' کوئی جرم ہے۔ کیونکہ آزاد علاقہ' ریاست جموں و کشمیر کا ایک حصہ ہے اور اس کو بیس کیمپ کی حیثیت سے ۱۹۴۷ء سے ہی ساری دنیا میں متعارف کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے ساتھ کشمیر قریبی دینی اور دنیوی رشتوں میں بندھا ہوا ہے۔ اس ناطے پاکستان پر نہایت اہم فرائض عائد ہوتے ہیں۔ جن کو اس ملک نے ابتداء سے ہی تسلیم کیا ہے اور پاکستان پر کشمیری مسلمانوں کے کچھ بنیادی حقوق ہیں' جن کے تحت وہ سدا پاکستان کی طرف امید اور یقین کی نظروں سے دیکھتے رہے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمیشہ سے پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں نہایت زور و شور سے بیان کیا ہے۔ پاکستانی عوام نے خلوص دل سے پارٹی امتیازات سے بالاتر رہ کر کشمیر کی آزادی کے لئے تحریکیں چلائی ہیں۔ اگر پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں اور پاکستانی عوام کا موقف اور کشمیر کے حق میں ان کی تگ و دو آج برحق ہے' تو یہ ہمیشہ ہی حق رہے گی۔ اگر خدانخواستہ ان حکومتوں اور ان کی بیوروکریسی پر یہ کوئی بوجھ ہے' یا ان کا دل ان کی زبان کی تائید نہیں کرتا تو پھر اس کے زیر اثر تمام اقدامات ریا ہیں۔ جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اس دوسری صورت میں پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں اور لیڈروں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کشمیری مسلمانوں کو اپنی ترغیبات سے دیوانہ بناتے رہیں اور انہیں بھارت کے تیارہ کردہ آتش کدہ میں کودنے کے لئے ابھارتے رہیں۔ بلکہ کشمیریوں کو اپنے حال پر چھوڑیں' تمام زبانی جمع خرچ بند کریں' تاکہ کشمیری مسلمان اپنے انداز میں مشکلات سے نمٹ لیں اور بھارت کے ساتھ معاملات طے کریں' اس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

طرح کہ ان کا مستقبل ہر لحاظ سے یقینی اور محفوظ بن جائے اور وہ بلیک میلنگ کی سیاست کے شکار نہ ہوں۔اس صورت میں ہم آزاد کشمیر یا پاکستان کی طرف دیکھیں گے۔ اور نہ ان کی طرف دیوانوں کی طرح دوڑیں گے۔

چاک جگر سے جب رہ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی !!

آزاد کشمیر' پاکستان کے زیر نگرانی ضرور ایک حکومت ہے' لیکن اس میں مقبوضہ جموں وکشمیر یا کل ریاست جموں وکشمیر کی قیادت کی صفات نہیں ہیں۔ اس کا مینڈیٹ ہنگامی اور عارضی نوعیت کا ہے جو بجائے خود محدود ہے۔ اس حکومت نے بھارت کے خلاف کسی عزیمت کا مظاہرہ کرنے کے لئے پاکستان سے اپنے اختیارات واپس حاصل نہیں کیے۔ اب جبکہ مظلوم مقبوضہ کشمیریوں نے صرف تین برس میں اپنے بے مثال اور بے وسیلہ عوامی انتفاضہ کے ذریعے بھارت کو کشمیر میں بے بس اور ساری دنیا میں بے نقاب کرکے چھوڑا' آزاد کشمیر کے حکمران دنیا بھر میں اس تحریک پر اس طرح سوار ہو گئے گویا انہیں مقبوضہ جموں وکشمیر کی تحریک جہاد کی قیادت کرنے کا مینڈیٹ حاصل ہوا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے چند افراد یا گروپوں سے راہ و رسم بڑھا کر وہ اس ورثے اور مینڈیٹ کے حقدار نہیں بن سکتے۔ دنیا کے ملکوں کا آئے دن دورہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آزاد جموں وکشمیر کے حکمران اور حواری' مقبوضہ کشمیر یا کل ریاست جموں وکشمیر کے ترجمان اور نمائندے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی رواں تحریک جہاد نے آزاد کشمیر کا نام بھی روشن کیا اور آزاد کشمیر کے حکمرانوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ وہ بھی اس مومنٹ کے نام پر کسی شمار و قطار میں آ گئے' لیکن افسوس ہے کہ آزاد جموں وکشمیر کی حکومت نے بڑی تنگ نظری اور کم ظرفی کا مظاہرہ کیا۔

آزاد کشمیر کے حکمران' صدر' وزیراعظم اور چیف جسٹس کے عہدوں کو دیکھ کر یہ بھول گئے کہ اس علاقے کے تمام شہر اور گاؤں جموں اور کشمیر کے ٹکڑے ہیں۔ مظفر آباد' صوبہ کشمیر اور میر پور وغیرہ صوبہ جموں کا حصہ ہے۔ اگر پاکستان کی حکومت نے من مانی کرکے اس علاقے کو بھی ریاست کے شمالی علاقہ جات کی طرح کسی تحصیلدار کے رحم و کرم پر ڈال دیا ہوتا' تو یہاں کے صاحب اقتدار سیاست کاروں کو یہ سمجھ آیا ہوتا کہ بنیادی حقوق کیا ہیں' مظلوموں اور حریت پسندوں کی قدر و قیمت کیا ہوتی ہے ؟ اور خدا کے بے بس اور بے وسیلہ بندوں کی مجبوریوں اور محتاجیوں کا استحصال کرنا کتنا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بڑا گناہ اور المیہ ہے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ آزاد کشمیر ایک کم آمدنی والا محتاج پہاڑی خطہ ہے۔ جس کے حکمران اور بیورو کریٹ دولت مند بن گئے ہیں لیکن عوام غریب ہی رہے ہیں جن پر امیر حکمرانوں اور ان کی نوکر شاہی کا بڑا سخت بوجھ ہے۔

آزاد کشمیر حکومت نے موجودہ تحریک جہاد میں خلوص نیت کا ثبوت نہیں دیا اس نے ہمارا راستہ روک کر اپنے لئے راستہ نکالا ہے ہمارے ساتھ تعاون کرنے کے بجائے' ہمارے رول پر چھاپہ مارا اور قدم قدم پر مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کو رسوا کرنے پر اپنا سارا زور لگایا۔ بھارتی حکومت' مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں کی جن لاشوں کے انبار لگا رہی ہے' آزاد کشمیر کے حکمران اور ان کے حواری ان کشتوں کے پشتے بنا کر تمام برا عظموں میں گھوم رہے ہیں' جن حریت پسندوں نے ساری عمر بھارت کے خلاف جدوجہد میں اپنی کشتیاں جلائیں اور شمع آزادی کو فروزاں رکھا' وہ آج ان حکمرانوں کی کوتاہ بینی کا شکار ہو کر آزاد کشمیر میں بے بس ہو کر اپنی بقاء کی جنگ لڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آزاد کشمیر میں تحریک جہاد کے وسائل کو جس طرح جوڑ توڑ کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کی مثال گزشتہ کئی دہائیوں میں نہیں ملتی۔ کاش یہ خبر ہوتی کہ یہاں کی کرسیوں پر کس قسم کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' تو نوجوان دیوانہ وار برف پوش پہاڑوں کو ٹھکرا کر یہاں کا رخ نہ کرتے' بلکہ بھارت کے خلاف اپنی صف آرائی کو اپنے ہی وسائل کے اندر آگے بڑھاتے۔ یہاں کا رخ کر کے ہماری تحریک ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی' ہمارے نوجوان دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے۔ اور پالیسیاں آدرشوں کی بجائے روپے پیسے کے ذریعے بن گئیں۔ مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر تک اس دشت نوردی کا ایک فائدہ ضرور ملا کہ ہمیں یہاں کی سیاست میں غلاظت کے ڈھیروں کی موجودگی کی تصدیق ہوئی' جس کی بدبو نے یہاں کے باشندوں کی زندگی بھی مشکل بنائی ہے۔ اور یہاں کے نوجوانوں اور عسکریوں کو بھی مشکل میں ڈال دیا ہے۔

اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف سے مقبوضہ جموں و کشمیر کے عوام بھارت سے آزادی حاصل کرنے اور حق خود ارادیت کے ذریعے اپنا مستقبل طے کرنے کے لئے آگ اور خون کے موسم میں ہر گھڑی ایک نئی قیامت دیکھ رہے ہیں' تو دوسری طرف آزاد جموں و کشمیر کے وزیراعظم اور بعض لیڈر ذاتی اثر و رسوخ کے لئے کشمیر میں تحریک آزادی کے ازلی دشمنوں کے ساتھ پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ وہ ان

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عناصر کے لئے معافی کی سندیں ڈرافٹ کر رہے ہیں' جن کی پوری زندگی کشمیر میں بھارت کے قدم مضبوط کرنے ' کالے قوانین بنانے نافذ کرنے اور انتہائی سنگین نوعیت کی بدعنوانیوں کے ذریعے نیا سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنے میں گزر گئی۔ آزاد کشمیری یا پاکستانی لیڈروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمارے وطن کے غداروں اور مخالفوں کو معاف کریں یا انہیں حریت پسندوں کے مقام پر بٹھائیں۔ ہندوستانی حکمرانوں نے کشمیر میں اپنے وظیفہ خوروں اور ایجنٹوں کے ذریعے گزشتہ ۴۶ برس میں ہمارے اوپر کیا کیا قیامتیں ڈھائیں اور تحریک پاکستان کے جرم بے گناہی کی پاداش میں ہمیں کس طرح نچلے درجے میں گرانے کی کوششیں کیں اس کا علم آزاد کشمیر کے حکمرانوں کو نہیں ہے' نہ اس ظلم و بربریت کا کوئی اثر ان ارباب اقتدار پر پڑا۔ اس لئے یہ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں اور مظلوموں کا کام ہے کہ وہ بھارت کے بڑے بڑے ایجنٹوں کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ آیا انہیں معاف کر دیا جائے یا ان سے بدلہ لیا جائے۔ آزادی کے بعد ہم یہ سارا کام اسلام کی روح کے مطابق انجام دیں گے۔ انشاء اللہ!

لیکن بھارت کے ساتھ الحاق کے حامی لیڈروں کو ترجمانی' نمائندگی اور رہنمائی کے منصب پر نہیں بٹھایا جا سکتا جو لوگ یہ سفارش لے کر آئے ہیں ان سے ہم معذرت خواہ ہیں۔ یہ کشمیریوں کے لئے خود کشی کا پیغام ہے۔ مہربانی کر کے کشمیر کو کسی نئے بحران کے دہانے پر کھڑا نہ کیا جائے۔ آزاد جموں و کشمیر میں سیاست اور سیاسی زندگی کورپشن اور بے عملی کا دوسرا نام ہے۔ گلگت و بلستان کو فرقہ واریت اور بیورو کریسی کے عفریت نے اپنے چنگل میں رکھا ہے اور مقبوضہ کشمیر کو بھارت نے جہنم میں تبدیل کیا ہے جہاں مسلمانوں کے خلاف نسل کشی کی ایک منظم مہم جاری ہے۔

ان حالات میں حریت پسندانہ اور مجاہدانہ سیاست کے سرخیل خاموش نہیں رہ سکتے۔ ہم پاکستان اور آزاد کشمیر کے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ کشمیر اور کشمیری عوام کو اپنی اغراض کے لئے استعمال کریں' یہاں تک کہ کشمیر اور کشمیری عوام کا نام و نشان مٹ جائے۔ پاکستان کے عوام کس طرح کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے لئے کٹ مرنے کو تیار ہیں' اس کو میں پہلے ہی ان صفحات میں خراج تحسین پیش کر چکا ہوں' لیکن آزاد کشمیر کے عوام بھی میرپور سے شمالی علاقہ جات تک جہاد کی خاطر پیش قدمی کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں' آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات بہرحال مقبوضہ ریاست کا حصہ ہیں۔ انہیں ایک نہ ایک روز ضرور اپنی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وادی شہادت کے بھائیوں کے ساتھ بغل گیر ہونا ہے۔ دیوار برلن کی طرح وہ فوجی حصار بھی مسمار ہو گی، جس نے کشمیر کے عوام کی قسمت کو ۴۷ برس سے لٹکا کر رکھا ہے۔ آزاد کشمیر کے عوام نے تحریک جہاد اور مجاہدین کی جو پذیرائی اور عزت افزائی کی ہے، اس کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ لیکن ہمیں حکمرانوں، بالا نشینوں اور استحصالی عناصر کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنا ہو گا، جن کی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کی وجہ سے ہماری قوم کے مصائب میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور آزادی کا انتقاضہ صرف مقبوضہ کشمیر تک محدود ہو گیا ہے۔ اور اس کا رخ مال و دولت کی ناجائز فروانی کے ذریعے غلط سمتوں کی طرف موڑا گیا ہے۔ روپے اور اسلحہ کی بندر بانٹ کے ذریعے ناجائز طریقوں سے کشمیریوں پر جو لیڈر شپ ٹھونسی جائے گی یا کسی سرکل سے امپورٹ ہو گی، اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ یہ کشمیر کے ساتھ ہماری تاریخ کی اصلی حریت پسند قوتوں اور عوام کی منگوں کے ساتھ مذاق ہے۔

ہمیں گزشتہ تین سال کے دوران میں جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

(۱) مقبوضہ جموں و کشمیر کو بھارت کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے کوئی لچکدار رویہ ہے نہ کوئی مرحلہ وار منصوبہ اور نہ ہی حکومت کے سامنے اس کا کوئی ہدف مقرر ہے۔

(۲) جہاد آزادی کے لیے دی جانے والی مادی اور سیاسی امداد بظاہر انسانی اور اخلاقی ہے لیکن عملاً یہ سب کچھ مشروط ہے۔

(۳) بیس کیمپ آزاد کشمیر کا نظام حکومت کردار کے مطلوبہ معیار پر پورا نہیں اترتا ہے، جو قومی آزادی کی جدوجہد کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ اسی لئے یہاں کی سیاسی سرگرمیاں مبہم اور بے روح معلوم ہوتی ہیں اور ان پر دکھاوے کا عنصر زیادہ غالب ہو گیا ہے۔ جہاد کشمیر کے نام پر آزاد کشمیر کی حکومت اپنی پروجیکشن کا کیس بنا رہی ہے۔

(۴) تحریک جہاد کی قیادت نہایت ہی حیران کن اور پراسرار طریقوں سے غیر مستحق، غیر سیاسی، بے یقین اور پرانے مفاد خصوصی عناصر کے سپرد کی جا رہی ہے۔

(۵) کشمیری عوام بھارت کے ذریعے وحشیانہ نسل کشی کے شکار ہیں اور کشمیری حریت پسند اور مجاہد قیادتیں جوڑ توڑ اور توڑ پھوڑ کے ذریعے انجام کو پہنچائی جا رہی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہیں۔

(۶) ایک ایسا سیاسی اور عسکری عدم توازن اور ماحول پیدا کیا جا رہا ہے جس میں مسلمانان کشمیر کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ وہی پرانی شراب مگر نئی بوتلوں میں قبول کریں۔

(۷) پاکستان کشمیریوں کے لئے اپنی حمایت کی سطح اتنی اونچی نہیں کرنا چاہتا ہے جس کا نتیجہ برصغیر میں جنگ کے شعلوں کی شکل میں ظاہر ہو۔ مشرق اور مغرب میں پاکستان کے دوست اور حلیف بھی اسے یہ مشورہ نہیں دے سکتے اور معاشی خود مختاری اور خود کفالت سے محروم پاکستان اپنے بل بوتے پر بھی ایک اور جنگ کی آزمائشوں کا سامنا نہیں کر سکتا۔

(۸) پاکستان اور آزاد کشمیر میں حکومتیں اور پارٹیاں مختلف ہیجانی اور طوفانی نعرے دیتی رہیں گی لیکن یہ ساری لن ترانی اپنی اپنی بقا کے لئے ہے جس کا خطرہ دونوں کو لگا رہتا ہے۔

مندرجہ بالا تجزیئے سے میرا اصل مقصد یہ ہے کہ تحریک آزادی کے بارے میں پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتیں اپنے اپنے کردار کا محاسبہ کریں اور اس کے اثرات کی اہمیت کو سمجھ لیں اور مقبوضہ کشمیر کے رول کو غلط پیمانوں سے نہ جانچیں۔ اگر پاکستان اپنی کشمیر پالیسی کو سچے حریت پسند کشمیریوں کے مشورے سے بنائے تو وہ دن دور نہیں ہو گا جب خطہ کشمیر سے بھارت کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ اسی طرح اگر آزاد کشمیر کی حکومت پارٹی سیاست سے بالاتر رہ کر خالص قومی اور تحریکی انداز میں کام کرے اور جہاد کے حوالے سے اپنی عادات کو بدلائے تو ان کے پرانے سہو خطا معاف ہونگے اور کسی خوددار کشمیری حریت پسند قیادت کو ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہو گا۔

مجھے امید ہے کہ میری تنقید اور جائزے کو اپنے صحیح پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ کشمیر کی موجودہ تحریک انتفاضہ حالیہ تضادات سے نجات پا کر منزل آزادی سے ہم آغوش ہو۔

محمد فاروق رحمانی

جنوری ۱۹۹۴ء

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیعنامئہ امرتسر اور آغاز جدوجہد

ہمارا وطن جموں وکشمیر کافی وقت سے سیاسی غلامی میں گرفتار ہو کر ظلم و جبر اور فریب کے دن شمار کرتا آ رہا ہے اور وقتاً فوقتاً" اقتدار کے بھوکے اور قوم فروش عناصر رسوائے زمانہ معاہدوں کی بوجھل ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ذریعے ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ کر یکلخت اقتدار سے بغل گیر بھی ہوتے رہے ہیں ان حکمرانوں کے مٹھی بھر طفیلیوں کو الگ چھوڑ کر ہمارے عوام کی بھاری اکثریت مفلسی، بھوک اور بیماری کے چنگل میں ناقابل بیان اذیتیں اٹھا چکی ہے۔

تاریخ میں ہماری فروخت کا پہلا رسوائے عالم معاہدہ "بیعنامہ امرتسر" کہلاتا ہے۔ جو ۱۸ مارچ ۱۸۴۶ء کو لاہور کے سکھ دربار میں سکھوں کی شکست کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز آقاؤں اور ڈوگرہ گلاب سنگھ کے درمیان طے پایا تھا۔"معاہدہ امرتسر" کی رو سے ڈوگرہ گلاب سنگھ نے ۷۵ لاکھ نانک شاہی سکے ادا کرکے چند شرائط کے تحت ہماری مقدس سرزمین کو خرید لیا۔ جموں کے گلاب سنگھ کی قسمت کا ستارا حکمران سکھوں کی شکست نے چمکایا۔ جب لاہور کے دربار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فاتح حاکموں نے اپنے شکست خوردہ فریق پر پنجاب کے ایک وسیع علاقہ کے علاوہ ایک کروڑ روپے کی بھاری رقم کا تاوان عائد کر دیا۔ پسپا سکھ تاوان کی نقد رقم انگریزوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اسی مفلسی اور پسپائی نے انہیں جموں وکشمیر سمیت راوی سے لے کر سندھ تک ایک وسیع علاقے سے فاتح فریق کے حق میں دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا۔ ٹھیک اسی موقعہ پر گلاب سنگھ آگے بڑھا اور اس نے فاتح انگریزوں کو ۷۵ لاکھ روپے کی نقد رقم ادا کرکے انگریزوں کی سرداری اور سرپرستی میں جموں وکشمیر، لداخ اور گلگت کے مہاراجہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ گلاب سنگھ کو تاوان کی اصل مقرر کردہ ایک کروڑ روپے کی قیمت سے ۲۵ لاکھ روپے کی چھوٹ دینے کی وجہ یہ تھی کہ انگریزوں نے فوجی اور جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر لاہول اور کچھ دوسرے علاقے براہ راست اپنی عمل داری میں داخل کر لئے۔ اور ہم لوگ سکھوں کے چنگل سے ڈوگروں کے پنجوں میں پھنسا دیئے گئے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مسلم کانفرنس کا قیام

آخر کار محکوم کشمیریوں کی رگوں کا خون گرم ہو ہی گیا۔ اور بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں "خون اسرائیل" جوش میں آگیا۔ ۱۹۳۱ء میں ہمارے اسلاف نے مادر وطن کی آزادی کے لئے اپنی عظیم جدوجہد کا آغاز کیا۔ جب ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہمارے اکیس سرفروشوں نے سینٹرل جیل سرینگر کی فصیل کے قریب مادر کشمیر کو اپنے قیمتی خون کا نذرانہ پیش کیا۔ اور شہیدان آزادی نے مستقبل کی نسل کو پکار کر کہا:

اب تمہارے ہاتھ اس آغاز کا انجام ہے
ہم یہاں کام آگئے آگے تمہارا کام ہے

حصول آزادی کے لئے وطن کے فدائیوں کو اتحاد، نظم اور سلیقے کی لڑی میں پرونے کی خاطر جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مسلم کانفرنس ایک منصفانہ نظام حکومت کی داعی بن گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی ہند میں انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت میں ہندو اور مسلمان ملک کی آزادی کے لئے سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ اگرچہ ابھی تک ان دو جماعتوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو محدود آئینی مطالبات کے ارد گرد ہی رکھا تھا۔

پنڈتوں کی فکرمندی اور نیشنل پیرہن

تحریک کشمیر اور جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی قیادت کو دیکھ کر کچھ دور اندیش کشمیری پنڈت بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اسی فکر مند عنصر کے ایک فرد پنڈت پریم ناتھ بزاز نے شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ رابطہ استوار کر لیا۔ اور جولائی ۱۹۳۲ء میں چشمہ شاہی میں شیخ محمد عبداللہ اور پنڈت بزاز کے درمیان پہلی طویل اور دور رس نتائج کی حامل ملاقات ہو گئی۔ پہلی ہی ملاقات میں عبداللہ کشمیر کی سیاسی تحریک میں سیکولرازم کی روح پھونکنے کے لئے تیار ہو گئے۔ دونوں کے درمیان تعلقات روز بروز گہرے ہوتے گئے، اور مسٹر بزاز کے سیاسی عقائد و افکار عبداللہ کی سیاسی زندگی کی تشکیل نو میں ایک اہم کردار ادا کرنے لگے۔ کیونکہ اب وطنی تحریک میں فکر و خیال کے سوتے کا کام مسٹر بزاز کا دماغ ہی دے رہا تھا۔ کشمیر کی سیاسی تحریک کے سوتوں اور اس کی ابتدائی شاہراہ کو تبدیل کرنے میں پنڈت جواہر لعل نہرو نے بھی ایک بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ اس بات کی تصدیق خود شیخ عبداللہ کے ایک بیان سے بھی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہو رہی ہے۔ شیخ کا کہنا ہے کہ "۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء میں پنڈت نہرو کے ساتھ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر میری پہلی پر کشش ملاقات ہوئی تھی جب پنڈت جی شمال مغربی سرحدی صوبہ کے دورہ پر نکلے تھے"۔

شیخ محمد عبداللہ نے اس دورے میں پنڈت جی کا مکمل ساتھ دیا تھا' اور دونوں لیڈروں کے درمیان باہمی دلچسپی کے تمام عنوانات پر گفت و شنید ہوئی تھی۔ اس یادگار سفر میں پنڈت نہرو نے شیخ محمد عبداللہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ مسلم کانفرنس کا مسلم تشخص بدل ڈالیں۔ اس طرح گیارہ جون ۱۹۳۹ء کو مسلم کانفرنس کی تنظیم نیشنل کانفرنس میں تبدیل کر دی گئی۔ اس تبدیلی سے پہلے مسلم کانفرنس کے کچھ مندوبین خاص کر چوہدری غلام عباس نے نام بدلنے کی تجویز سے پیدا ہونے والے نتائج اور اس ضمن میں کشمیر کی سیاسی تحریک کے مستقبل پر اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ ان رہنماؤں کو اندیشہ تھا کہ آخر کار کشمیر نیشنل کانفرنس کی تنظیم آل انڈیا نیشنل کانگریس کی داشتہ بن جائے گی۔ لیکن شیخ محمد عبداللہ' پنڈت پریم ناتھ بزاز اور خود چوہدری غلام عباس نے اعلان کیا کہ کشمیر کی تحریک آزادی کو کسی بھی خارجی اثر میں دینے سے اس تحریک کو بے حد نقصان پہنچ جائے گا۔ اس لئے طے پایا کہ کہ نئی تنظیم نیشنل کانفرنس اپنے وجود کو انڈین نیشنل کانگریس اور انڈین مسلم لیگ دونوں کے دائرہ اثر و اختیار سے کلیتاً" الگ اور جدا رکھے گی۔ اس سے پہلے جب ۲۸ جون ۱۹۳۸ء کو شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے سامنے اس تنظیم کو سیکولر رنگ ڈھنگ دینے کی تجویز رکھی تو چند اراکین نے جن میں بخشی غلام محمد اور مرزا افضل بیگ بھی شامل تھے اس تجویز کی مخالفت کی تھی" لیکن شیخ عبداللہ زیادہ وقت تک اپنے وعدوں پر قائم نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ لئے بغیر یا ان کے مشوروں کو نظر انداز کر کے نیشنل کانفرنس کا قبلہ انڈین نیشنل کانگریس کی طرف موڑ دیا۔ اب نیشنل کانفرنس نے کانگریس کے منصوبوں اور اس کی پالیسیوں کی تائید و حمایت میں اپنے بیانات داغنا شروع کر دیئے۔ اس صورتحال کو دیکھ کر چوہدری غلام عباس نے شیخ محمد عبداللہ کو خصوصی سیشن کی یقین دہانیاں یاد دلائیں' جن میں وعدہ کیا گیا تھا کہ جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس ہر قسم کی بیرونی سیاست یا مسلم لیگ اور کانگریس کے اثر و رسوخ سے آزاد رہ کر آپ اپنا مشن چلائے گی' لیکن چوہدری صاحب کو کوئی بھی تسلی بخش

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جواب نہ ملا۔ اور انہوں نے نیشنل کانفرنس سے استعفیٰ دیا۔ پھر ۱۹۴۱ء میں چوہدری غلام عباس جموں کے چند رفیقوں کے تعاون سے جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے احیاء نو میں کامیاب ہو گئے۔

چوہدری صاحب کے فیصلے نے نیشنل کانفرنس کو خوف زدہ کر دیا

جب مرحوم چوہدری غلام عباس نے جموں سے سری نگر آنے اور یہاں بھی مسلم کانفرنس کو زندہ کرنے کا عزم کیا تو نیشنل کانفرنسی رہنماء اور بھی زیادہ بے ہمت ہو گئے۔ اور اس آفت کو ٹالنے کے لئے مجاہد منزل میں ان کی مسلسل میٹنگیں شروع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ چوہدری صاحب کے وارد سری نگر ہونے کے روز بھی مجاہد منزل میں نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کی میٹنگیں اور سرگوشیاں جاری رہیں لیکن سری نگر پہنچ کر وہ سیدھے راجوری کدل میرواعظ منزل گئے۔ یہ اقدام و اپروچ مسلم کانفرنس کے لئے فال نیک ثابت نہ ہوا۔ مجاہد منزل نے اب آرام کا سانس لیا۔ کیونکہ چوہدری صاحب کی کوششوں کو "بکرا" رنگ دے دیا گیا۔۔ اور نیشنل کانفرنس کے ایک لیڈر نے کہا کہ اب وہ پاؤں پھیلا کر سوئیں گے۔ اس طرح کشمیر میں مسلم کانفرنس کے احیاء نو کی تحریک سبوتاژ ہو گئی۔ اور اسے صرف نام کی زندگی ملی۔ اس کے علاوہ کشمیر میں مسلم کانفرنس کو کوئی متحرک اور ڈائنامک قائد میسر نہ ہوا۔ اور جب تاریخ کی فیصلہ کن گھڑی قریب آگئی تو مسلم کانفرنس کے نظریے پر ایمان رکھنے والے لاتعداد کشمیری عوام کوئی تاریخ ساز رول ادا نہ کر سکے۔

تقسیم ہند اور کشمیر کا سوال

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ نے ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ پیش کر کے پاکستان کے حصول کی جو تحریک شروع کی تھی' یہ اسی کا پھل تھا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے بطن سے پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت وجود میں آئی۔ یہ ریاست جموں و کشمیر کے لئے بہت نازک اور تاریخ ساز گھڑی تھی اور اس موقعہ پر ریاست کے اندر اور باہر بڑے ہی پراسرار' سنسنی خیز اور ڈرامائی واقعات پیش آرہے تھے۔ مسئلہ کشمیر کی پیدائش کے پس منظر اور تہہ منظر میں ان واقعات کا جاننا بڑی اہمیت

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رکھتا ہے۔ اس وقت کے سرکردہ صحافی پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اپنی تصنیف "کشمیر میں آزادی کے لئے جدوجہد" میں ان واقعات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مہاراجہ اور نیشنل کانفرنس کا سمجھوتہ

"نہ غیر متوقع طور پر اور نہ غیر قدرتی طور پر بلکہ صاف و صریح انداز میں ہماری تحریک آزادی کے ایک نازک موقعہ پر "شیخ عبداللہ جس نے آتش فشانی کے ساتھ مئی ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کی عیارانہ تحریک شروع کی تھی' اور جس میں وہ بری طرح ناکام رہا تھا' مہاراجہ کو اس کے غیر جمہوری اور ناپاک عزائم میں مدد دینے کے لئے اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کیں' ابھی جب وہ جیل کے اندر ہی تھا'اور جب مہاراجہ کے ساتھ سودا بازی کے لئے مہاتما گاندھی کے کشمیر آنے سے پہلے اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعے مہاراجہ کو چند تجویزیں ارسال کیں جن میں وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر نیشنل کانفرنسی ورکروں کو رہا کیا جائے۔ اور انہیں ذاتی اقتدار کے کچھ قتلے دیئے جائیں تو وہ ڈوگرہ راج کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ جموں میں اپنے ایک دوست کے نام سب جیل بھدرواہ سے شیخ عبداللہ نے ایک خط میں مہاراجہ کو فی الفور ہند یونین کے ساتھ الحاق کرنے اور خود مختاری کے تصور سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ مسلم کانفرنس کے لیڈروں کی تمنا تھی اور یہی ان کی امید بھی تھی کہ مہاراجہ ریاست کو خود مختار رکھے گا۔ (اس خط کی ایک رپورٹ کانگریس کے نیشنل آرگن "ہندوستان ٹائمز" نئی دہلی مورخہ ۷ جون ۱۹۴۷ء میں شائع ہو گئی) ڈوگرہ تخت کی وفاداری کا یقین دلانے اور ہند کے ساتھ کشمیر کے الحاق کے نظریئے کی حمایت کرنے کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے نیشنل کانفرنسی لیڈروں اور کارکنوں کو رہا کیا۔ رام چند کاک کی جگہ ڈوگرہ راجپوت میجر جنرل جنک سنگھ کو وزیراعظم کشمیر مقرر کیا گیا۔ گیارہ اگست ۱۹۴۷ء کو جب میجر جنرل جنک سنگھ درشن عام کے لئے سیکرٹریٹ کے صحن میں نمودار ہوگئے۔ تو نیشنل کانفرنس کے لیڈروں اور کارکنوں نے ان کی کار پر پھول برسائے اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ اور ساتھ ساتھ "میجر جنرل جنک سنگھ زندہ باد" "مہاراجہ بہادر کی جے" کے نعرے لگائے۔ دوسرے روز نیشنل کانفرنس کے پارٹی ترجمان اخبار "خدمت" نے وفاداری کی یقین دہانیاں پیش کرنے والے مظاہروں کی خبر شائع کی"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

"بعد ازاں مہاراجہ کے پرائیویٹ سیکرٹری اور معتمد ڈاکٹر چوپڑا نے سب جیل بھدرواہ میں شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ ملاقات کی۔ چنانچہ مہاراجہ کے حکم سے شیخ عبداللہ کو ستمبر ۱۹۴۷ء میں سب جیل بھدرواہ سے بادامی باغ کی چھاؤنی میں منتقل کر دیا گیا۔ تین ہفتوں تک شیخ عبداللہ اور مہاراجہ کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات جاری رہے۔ اور ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو شیخ عبداللہ رہا کر دیئے گئے رہائی کے فوراً" بعد شیخ عبداللہ نے اپنی بیگم صاحبہ کو ساتھ لے کر مہاراجہ کے شاہی محل میں حاضری دی اور وفاداری کی فیوڈل علامت کے مطابق مہاراجہ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ حضوری باغ میں عوام کے ایک عظیم اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کانگریس کی تعریف اور مسلم لیگ کی مذمت کی۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قانون ساز یہ میں ایک سوال کے جواب میں حکومت نے اعلان کیا کہ شیخ محمد عبداللہ کو شاہی عفو (ROYAL CLEMENCY) کے تحت رہا کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی غیر ختم شدہ سزائے قید کو مہاراجہ نے معاف کیا ہے"

خود مختاری یا الحاق

"نیم برا عظم ہندوستان کی تقسیم اور آزادی کے وقت ریاست جموں و کشمیر میں نیشنل کانفرنس کے بغیر اور مسلم کانفرنس کے علاوہ ملک کی تمام بڑی بڑی اپوزیشن جماعتوں نے مہاراجہ کو مسلسل یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ انڈین آئین ساز اسمبلی میں کانگریس اور لیگ کے دونوں دھڑوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔۔ اور کسی ایک ساتھ شامل ہوئے بغیر غیر جانبدار رہے لیکن جس وقت مہاراجہ کی مہلک خواہش عریاں ہو گئی اور اس نے ہندوستان کے ساتھ شامل ہونے کر لئے سرگرم تیاریاں شروع کیں تو کشمیر کی اپوزیشن جماعتوں نے بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے مطالبے کے ارد گرد گھومنا شروع کر دیا۔ ان لیڈروں نے مہاراجہ کی ایمان داری آزمانے کے لئے اسے ایک آخری موقعہ کی تجویز پیش کی کہ بالغ رائے دہندگان میں رائے شماری کرا کے اس سوال کو حل کیا جائے۔

۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جموں و کشمیر کسان مزدور کانفرنس نے بھی پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو مسئلہ کا حل قرار دیا۔ کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی نے ایک قرار داد پاس کر کے مہاراجہ سے مانگ کی کہ اگر اسے عوامی رجحانات کے بارے میں کوئی شک و

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شبہ ہے تو وہ بالغ رائے دہندگی کے اصول کی بنیاد پر کشمیر کی ریاست میں ریفرنڈم کرائے۔ کانفرنس کی جنرل کونسل نے اس کی تائید کی۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کشمیر سوشلسٹ پارٹی نے بھی چند ماہ سے پیش آنے والے واقعات کے پس منظر میں ہند یا پاکستان کے ساتھ الحاق اور خود مختار کشمیر کے تصورات کا جائزہ لیا' پھر اس نے تینوں راستوں میں سے ایک راستے کا انتخاب یعنی پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو غریب اور پس ماندہ ریاستی عوام کی خواہشات اور ان کے بہترین مفادات کے عین مطابق قرار دیا۔ اس سلسلہ میں ایک قرار داد بھی پاس کر دی گئی۔ اسی طرح ۲۲ ستمبر ۴۷ء کو جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے ممتاز کارکنوں نے مسٹر حمید اللہ خان کی صدارت میں ایک کنونشن منعقد کیا اور ایک قرارداد کے ذریعے کشمیر کو پاکستان میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ مسٹر حمید اللہ خان نے وزیراعظم کشمیر میجر جنرل جنگ سنگھ کے نام ایک یادداشت میں مانگ کی کہ کشمیری عوام کی بھاری اکثریت کے رجحان اور میلان کی روشنی میں ریاست کے الحاق کا سوال جلد سے جلد طے کیا جائے۔ اس نظریے کی تائید میں مہاراجہ کو سینکڑوں برقی مطالبات ریاست کے گوشے گوشے سے موصول ہوئے۔ اس کے علاوہ ہنزہ اور نگر کے راجاؤں اور گلگت کے دو سرداروں نے بھی مہاراجہ کشمیر کو وارننگ دی کہ اگر اس نے بھارت کے ساتھ شمولیت کا کوئی قدم اٹھایا تو وہ اس کے سنگین نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہے۔[۱۷]

مسلم کانفرنس اور مسلمانوں پر عتاب

"جب ریاست کے الحاق کا مسئلہ طے کرانے کے لئے کشمیر کی فضائیں مختلف اپوزیشن پارٹیوں کے واحد مطالبے سے ہم آواز ہو گئیں تو مہاراجہ ہری سنگھ نے کانگریسی لیڈروں اور نیشنل کانفرنس کے شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ مل کر رائے عامہ کے خلاف اپنے منصوبوں کو روبہ عمل لانے کے لئے عوام دشمن اور جمہوریت کش اقدامات اٹھائے رفتہ رفتہ مہاراجہ کشمیر اور انڈین نیشنل کانگریس کے عزائم باشندگان وطن کے سامنے بے نقاب ہو گئے۔ جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے ممتاز رہنماؤں کا داخلہ کشمیر میں ممنوع قرار دیا گیا۔ پونچھ اور میرپور میں مہاراجہ کی افواج نے کسی اشتعال کے بغیر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان کے گھر بے رحمی کے ساتھ نذر آتش کئے گئے۔ تشدد' غارت گری اور آتش زنی کے ان واقعات سے وادی کشمیر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور ریاست کے دوسرے مسلم اکثریت والے علاقوں میں غم و غصے کی زبردست لہر دوڑی۔ جذبات میں آگ لگ گئی اور انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جنہوں نے پونچھ کے بعد مظفر آباد کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہاں بھی آزادی کا جہاد شروع کر دیا گیا۔ اس سے پہلے پاکستان کے ساتھ جوں کا توں معاہدہ کرنے کے بعد مہاراجہ کو اطمینان ہو گیا تھا کہ اب اس کے ڈاک و تار اور مواصلات کے محکمے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اس نے ریاست کو بھارت میں شامل کرنے کی غرض سے بھارتی رہنماؤں سے بات چیت شروع کی۔ چند بھارتی رہنما اور چند ہندو ریاستوں کے راجے جو اپنی ریاستوں سے مسلمانوں کو نکال چکے تھے اگست ستمبر میں کشمیر آئے اور مہاراجہ سے ملے۔ تب ہندوؤں کی تنظیم راشٹریہ سیوک سنگھ کے فوجی تربیت یافتہ دستے بھی کشمیر میں داخل ہونے لگے۔ حالات کے اس تغیر سے کشمیر کے عوام گھبرا گئے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ملک کو فطری طور پر پاکستان میں شامل ہونا چاہئے ان کی مخالفت کو قابو میں لانے کے لئے مہاراجہ نے انہیں فوج کی مدد سے دبایا اور ملک بدر کرنا شروع کر دیا۔ یہ بغاوت ۲۵ اگست ۴۷ء کو نیم فوجی شکل اختیار کر گئی۔ اسی دن باغ نامی ایک مقام پر مغربی کشمیر کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے مہاراجہ کی فوج کے خلاف ایک منظم فوجی تحریک شروع کی۔"

آزاد کشمیر حکومت کا قیام

"مہاراجہ اب بھی ٹس سے مس نہ ہوا' اس نے نیشنل کانفرنس کو ہاتھ لگائے بغیر کشمیر کے ممتاز سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔ اسی اثناء میں مظفر آباد میں انقلابیوں نے آزاد کشمیر حکومت کے نام سے ایک نئی انتظامیہ کا قیام عمل میں لایا۔ ۲۳ اگست ۴۷ء کو انہوں نے سری نگر کی طرف پیش قدمی کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ قافلہ دو قسم کے عناصر پر مشتمل تھا۔ ایک مہاراجہ کی فوج کے باغی مسلمان سپاہی جو کہ دوسری جنگ عظیم میں اہم محاذوں پر اپنی شجاعت و سپاہ گری کے جوہر دکھا چکے تھے اور دوسرے پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر بسنے والے قبائلی افراد۔ اب مہاراجہ اپنے کئے پر نادم ہو رہا تھا۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھارت کے ساتھ الحاق اور مسلح افواج کی آمد

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں وزیراعظم ہندوستان پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنے امور مملکت کے سیکرٹری مسٹر وی۔ پی مینن کو سری نگر روانہ کیا۔ مہاراجہ قبائلیوں کی پیش قدمی کو دیکھ کر کشمیر سے فرار ہونے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ "مسٹر وی۔ پی مینن نے پہنچ کر اسے وادی چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ اس طرح ۲۴،۲۵ اکتوبر ۴۷ء کی درمیانی شب کو مہاراجہ نے سری نگر سے بھاگ کر جموں میں پناہ لی اور وادی کشمیر میں اس کا اقتدار عملاً" ختم ہو گیا۔ ادھر دہلی کی نوزائیدہ حکومت کو صورت حال پر کڑی نگاہ تھی۔ جہاں کشمیر کی بدلتی ہوئی صورت حال پر روزانہ وزارت دفاع کی ہنگامی میٹنگیں جاری تھیں۔ ۲۶ اکتوبر ۴۷ء کو مسٹر وی۔ پی مینن واپس دلی لوٹے۔ جہاں انہوں نے وزارت دفاع کی میٹنگ میں شمولیت کی لیکن وہ اسی روز دوبارہ مفرور مہاراجہ کے وزیراعظم مسٹر مہاجن کے ہمراہ جموں واپس آئے۔ خود شیخ محمد عبداللہ نئی دہلی میں موجود تھے اور جب وزیراعظم مہاجن مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے فوجی امداد کی درخواست پر وزیراعظم نہرو کے کمرے میں مذاکرات کر رہے تھے تو وہیں کمرے کے ساتھ بیڈ روم میں شیخ محمد عبداللہ بھی ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ چنانچہ عبداللہ نے موقعہ پر ہی مہاراجہ کی پیش کردہ فوجی امداد کی درخواست کی پر زور حمایت کی۔ ہری سنگھ کے خط مورخہ ۲۶ اکتوبر ۴۷ء کے ساتھ وہ الحاق نامہ بھی شامل کر دیا گیا تھا جو ہندوستان کی نظر میں کشمیر کے مہاراجہ کی فوجی امداد کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اپنے اس خط میں ہری سنگھ نے شیخ عبداللہ کو اپنی "رعایا" کا وزیراعظم مقرر کئے جانے کے فیصلے کا بھی ذکر کیا تھا۔۔ آخر کار مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے پیش کردہ الحاق نامہ منظور کیا گیا لیکن حکومت ہند نے دستاویز الحاق کو رائے شماری کے ذریعہ مشروط کر دیا۔ الحاق کی دستاویز پر ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن شیخ محمد عبداللہ اور وزیراعظم کشمیر مہرچند مہاجن نے اپنے اپنے دستخط ثبت کر ڈالے۔ اس کے آخر میں یہ طے پایا کہ جموں و کشمیر کا الحاق رائے شماری کی شرط کے ساتھ منظور کیا جائے۔ جو اس وقت ہو گی جب قانون اور نظم کی صورت حال اس کی اجازت دے یہ بھی طے پایا کہ ایک پیدل بٹالین دوسرے روز ہوائی جہاز کے ذریعے سرینگر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

میں اتار دی جائے۔ اس فیصلے کو شیخ محمد عبداللہ کی کامل ترین تائید حاصل تھی" جس روز ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق منظور ہوا' اس روز نو بجے صبح انڈین یونین کی افواج ہوائی جہازوں میں سری نگر پہنچ گئیں۔ کشمیر میں ہندوستانی افواج کے اترنے اور فوجی کاروائیوں کا آغاز ہو جانے کے بعد شیخ عبداللہ بھی سری نگر لوٹ آئے۔

شیخ صاحب کی حلف برداری

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو صبح سویرے شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر کے چیف ایمرجنسی آفیسر کی حیثیت سے حلف وفاداری اٹھایا۔ جس کے الفاظ یہ تھے:۔

"منکہ شیخ محمد عبداللہ ولد محمد ابراہیم' جس کو ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا ہے' اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہزہائینس راجیشور مہاراجہ ادھیراج جی سری مہاراجہ ہری سنگھ جی بہادر اندر مہندر سپر سلطنت انگلشیہ' جموں و کشمیر کا حکمران اور اس کے وارثوں اور جانشینوں کا فرمان بردار رہوں گا' اور دیانتداری سے وہ فرائض ادا کروں گا جو مجھ پر عائد کئے جائیں گے۔" (کشمیر میں جدوجہد آزادی)

۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو مہاراجہ ہری سنگھ نے ایک شاہی فرمان جاری کر کے وزیراعظم کے عہدے پر شیخ محمد عبداللہ کی تقرری کو یکم مارچ ۱۹۴۸ء سے ہی نافذ العمل قرار دیا۔ وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے شاہی اعلانیہ کا متن ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی کے سامنے رکھا۔ اس طرح شیخ محمد عبداللہ عبوری حکومت کے وزیراعظم بن گئے۔

الحاق ایک ہندو دانشور کی نظر میں

ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو بعض ہندو دانشوروں نے نامناسب تصور کر لیا تھا چنانچہ پنڈت پریم ناتھ بزاز اپنی کتاب "کشمیر میں آزادی کی جدوجہد" میں یوں رقم طراز ہیں "شیخ محمد عبداللہ نے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کشمیر کے تمام عوام کا نمائندہ ہے' ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ' جس کی نمائندگی اس کا وزیراعظم مسٹر مہاجن کر رہا تھا' مشترکہ طور پر انڈین یونین کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر رائے شماری کی شرط کے ساتھ دستخط کر لئے۔ جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ آزاد اور غیر جانب دار رائے شماری کی شرط کسی بھی قیمت پر اور کسی بھی موقعہ پر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عمل میں لانے کے لئے نہیں تھی۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں پنجاب میں سکھ سلطنت کے سقوط پر پیش قدمی کرنے والے برطانوی سامراج نے کشمیریوں کو ایک غیر ملکی ڈوگرہ خاندان کے رحم وکرم پر چھوڑا لیکن اس غیر طے شدہ اور پسماندہ دور میں جب ملک میں سیاسی مہم بازوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ کشمیری سیاستدانوں میں ایک بھی ایسا خود غرض شخص بد دیانت نظر نہ آیا جس نے معاہدہ امرت سر پر اپنے دستخط چسپاں کر دیئے ہوں۔ اس واقعہ کے ایک سو سال بعد جب نیم بر اعظم ہندوستان پر انگریزی سامراج کو ختم کر دیا گیا جب کشمیر سیاسی طور پر بیدار ہوا تھا اور بغاوت پر تھا اور عوام نے ڈوگرہ حکمرانوں کو کشمیر سے نکال دیا تھا۔ ہندوستانی سامراج ان پر دوبارہ مسلط ہو گیا۔ اس بار کشمیریوں کی ایک مٹھی بھر تعداد جو "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کی محرک تھی اور خود کو وطن پرست اور انقلابی قرار دے رہی تھی نہ صرف دستاویز الحاق میں فریق و شریک بن گئی بلکہ اس نے اس دستاویز کو میگنا کارٹا (Megna Carta) قرار دیا۔"

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے ایک اور موقعے پر ایک طویل اخباری انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ۱۹۴۷ء کی کارروائیوں پر یوں رائے زنی کی تھی۔ ان کا یہ انٹرویو "نصرت" لاہور ۱۹۶۰ء کے کشمیر نمبر میں شائع ہوا تھا۔

"سب جانتے ہیں کہ ہندوستان جون ۱۹۴۷ء میں مونٹ بیٹن تجویز کے مطابق مذہبی بنیادوں پر تقسیم کیا گیا تھا۔ اس تجویز میں کشمیر کا مستقبل بالکل واضح تھا۔ اس کے لئے پاکستان کے ساتھ الحاق کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا لیکن فورا" کانگریسی نیتاؤں نے نتائج سے آنکھیں بند کر کے مسلمان اکثریت کی خواہش کے خلاف ہندو نین کے ساتھ ناطہ جوڑنے کے لئے اکسانا شروع کر دیا۔ اسی سال مہاتما گاندھی اگست کے پہلے ہفتہ میں کشمیر آئے اور مہاراجہ کے ساتھ بات پکی کر گئے۔ جیل میں نیشنلسٹ اراکین سے بھی بات چیت ہوئی وہ بھی اس شر انگیز تباہ کن منصوبہ کو مان گئے مہاراجہ سے کہا گیا کہ وہ غیر جانب داری کا سوانگ رچائے لیکن راج دربار کی پالیسی نے چغلی کھائی کہ ہوا کا رخ کدھر ہے عین اس موقعہ پر نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس کے لیڈر جیلوں میں تھے۔ اول الذکر پر بغاوت کا الزام تھا اور موخر الذکر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی پاداش میں نظر بند تھے۔ نیشنلسٹ لیڈر کافی لمبی میعاد کے لئے سزا یافتہ قیدی ہونے کے باوجود اچانک رہا کر دیئے گئے لیکن مسلم کانفرنس کے رہنما جو محض نظر بند تھے، دانستہ آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھے گئے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وہ تمام اخبارات جنھوں نے الحاق پاکستان پر زور دیا اور ہندو یونین کے ساتھ ناطے کی مخالفت کی یا تو بالکل بند کر دیئے گئے یا قانونی شکنجے میں جکڑے گئے۔ بہت سارے جلا وطن ہوئے۔ صرف نیشنلسٹ لیڈر ہی مزے میں تھے یہ کھلم کھلا میٹنگیں کر سکتے تھے اور جلسے جلوس نکال سکتے تھے اسی دوران پونچھ کے نہتے لوگوں پر ڈوگرہ فوجیوں نے گولیاں برسائیں اور کئی گاؤں جلا دیئے۔ یہ سارا واقعہ اگست، ستمبر اور اکتوبر میں پیش آیا۔ مہاراجہ کو ساری صورت حال سے خبردار کر دیا گیا مگر بے سود ثابت ہوا۔ ۲۳ اکتوبر ۴۷ء کو قبائلی مجبور ہو کر اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے آ گئے۔ یہ بالکل خستہ اور شکستہ حالت میں تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ان کو کیسے حملہ آور کہا جا سکتا۔ میں کسی قبائلی کی وحشیانہ لوٹ کھسوٹ کے انفرادی فعل کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا لیکن ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ اس اجتماعی حیثیت میں کون سا جذبہ کارفرما تھا۔ وہ صاف عیاں ہے وہ چاہتے تھے کہ کشمیری عوام کو مہاراجہ کے مظالم اور نیشنلسٹ کارکنوں کی لوٹ مار سے چھڑایا جائے۔ پھر ہمیں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہندوستانی فوجوں نے غارت گری اور عورتوں کی آبروریزی کچھ کم نہیں کی"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

------ رائے شماری کا وعدہ

ریاست جموں و کشمیر کے الحاق اور مستقبل کے سوال پر حکومت ہند' مہاراجہ ہری سنگھ اور شیخ محمد عبداللہ کے اصلی ارادے کیا تھے۔ ان سے قطع نظر' ہندوستانی لیڈروں نے اس وقت بہر حال عالمی رائے عامہ کو واشگاف الفاظ میں یہ اعلان سنایا تھا کہ بھارت کے ساتھ ریاست کشمیر کا الحاق عارضی ہو گا اور اس کے مستقبل کا آخری بار فیصلہ ایک آزاد و غیر جانب دار رائے شماری کے ذریعے ہی ہو گا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے بھارت کے ساتھ الحاق کی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے بھارت کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن نے اپنے خط مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ڈوگرہ ہری سنگھ کے نام مندرجہ ذیل سطریں تجویز کیں۔

"میری حکومت کی خواہش ہے کہ جب کشمیر میں امن و امان اور قانون کا نظام بحال ہو جائے اور یہ سر زمین حملہ آوروں سے خالی ہو جائے تو اس ریاست کے الحاق کا سوال وہاں کے عوام کی رائے کے مطابق حل کیا جائے"۔

اسی روز وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے وزیراعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی کے نام مندرجہ ذیل برقیہ ارسال کیا۔

میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان ہنگامی حالات میں کشمیر کی مدد کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کشمیر کا الحاق بھارت سے ہی ہو' ہمارا نظریہ جسے ہم متعدد بار عوام کے سامنے دھرا چکے ہیں یہ ہے کہ کسی متنازعہ علاقہ یا ریاست کے الحاق کا فیصلہ وہاں کے عوام کی خواہش کے مطابق ہو جانا چاہئے اور ہم اب بھی اپنے اسی نظریہ پر قائم ہیں"۔

دوسرے روز وزیراعظم نہرو نے وزیراعظم پاکستان خان لیاقت علی خان کو ایک تار ارسال کیا۔ جس میں پھر یہ وعدہ دھرایا گیا کہ "کشمیر کے الحاق کا فیصلہ وہاں کے عوام کی خواہشات اور ان کی رائے کے ذریعے ہو گا۔" یہ دوسری بات ہے کہ بھارت کے ان الفاظ میں خلوص کی کوئی رمق موجود تھی کہ نہیں' لیکن اس کی یقین دہانی میں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سنجیدگی کا عنصر ضرور شامل تھا۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی سے ایک ٹاک براڈ کاسٹ کرتے ہوئے وزیراعظم نہرو نے پھر اس بات کی صراحت کی کہ

" ہم نے اس الحاق کو قبول کرنے اور فضا سے اپنی افواج بھیجنے کا فیصلہ تو کر لیا لیکن ہم نے یہ شرط بھی عائد کر دی کہ آخر کار جب امن و امان اور قانونی نظام بحال ہو جائے گا تو کشمیری عوام خود الحاق کا فیصلہ کریں گے۔ ہم بحران کے لمحے میں اور کشمیری عوام کو مکمل ترین موقعہ دیئے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہ کرنے پر اصرار کرتے رہے کیونکہ آخر کار یہ معاملہ اہل کشمیر کو ہی طے کرنا تھا اور میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس تمام مدت میں یہ ہماری پالیسی رہی ہے کہ جہاں کہیں ایک یا دوسری مملکت کے ساتھ کسی ریاست کے الحاق کا تنازعہ ہو تو وہاں کا فیصلہ اس ریاست کے عوام ہی کو کر لینا چاہئے۔ اس پالیسی کے مطابق دستاویز الحاق میں ایک دفعہ (PROVISO) کا اضافہ کر لیا گیا۔"

ایک اور موقعہ پر دہلی ریڈیو سے وزیراعظم نہرو نے حکومت ہند کے وعدے کی صراحت کرتے ہوئے کہا:

" ہم نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کی تقدیر کا فیصلہ آخر کار کشمیری عوام کو ہی کر لینا ہے۔ ہم نے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے اور مہاراجہ نے اس کی تائید کر لی ہے۔ نہ صرف کشمیری عوام کے سامنے بلکہ ساری دنیا کے سامنے ہم اپنے اس وعدے سے نہ منہ موڑ سکتے ہیں اور نہ کبھی منہ موڑیں گے۔ کشمیر میں امن و امان اور قانونی نظام بحال ہو جانے کے بعد ہم انجمن اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی ادارے کی بین الاقوامی نگرانی میں کشمیر میں ریفرنڈم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ایک صاف اور منصفانہ ریفرنس (Reference) کے حق میں ہیں اور ہم عوام کا فیصلہ منظور کریں گے۔ مجھے اس سے بڑھ کر زیادہ کسی منصفانہ اور واضح تر پیش کش کا تصور بھی ذہن میں نہیں ہے۔"

اقوام متحدہ کی قراردادیں

سرزمین کشمیر پر ہند یونین کی باقاعدہ افواج اور قبائلیوں کے درمیان اکتوبر ۱۹۴۷ء سے جنگ جاری تھی۔ اسی دوران ۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بھارت نے انجمن اقوام متحدہ سے اپیل کی اور پہلی بار عالمی ادارہ کو کشمیر کے بارے میں پاکستان کے خلاف

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

لگائے گئے اپنے الزامات سے آگاہ کیا۔ اس نے ۱۹۴۸ء میں نیویارک پر اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل ۳۴ اور ۳۵ کے تحت سلامتی کونسل کے صدر کو ایک مراسلہ بھیجا اور کشمیر کی سنگینی کی طرف ادارے کی توجہ مبذول کی۔ ان دفعات کی رو سے " عالمی ادارے کا کوئی بھی رکن ملک' ایسی کسی صورت حال کو حفاظتی کونسل کی نوٹس میں لا سکتا ہے' جس کے مسلسل جاری رہنے سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہو"۔ کشمیر کے بحران اور جنگ پر غور و خوض کرنے کے لئے ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس ہوا' اس موقعہ پر مسٹر گوپالا سوامی آئینگر ہندوستان کے نمائندے تھے۔ ان کی معاونت شیخ محمد عبداللہ اور مسٹر این سی سیتل وارڈ نے کی۔ مسٹر آئنگر نے سلامتی کونسل کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کشمیر کے مستقبل پر اپنی حکومت کا یہ موقف زور سے دھرایا کہ " خواہ کشمیر بھارت سے الگ ہو جائے یا پاکستان میں شامل ہو یا خود مختار رہ کر اقوام متحدہ کی رکنیت کے حصول کا حق مانگے ' ان تمام باتوں کے بارے میں ہم تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا کشمیر کے عوام کا ناقابل تنسیخ حق ہے اور یہ اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کشمیر میں معمول کی زندگی بحال ہو جائے"۔ پاکستان نے ہندوستان کے تمام الزامات بے بنیاد قرار دے کر مسترد کر دیئے اور مانگ کی کہ ہندوستانی افواج سمیت جو کوئی بھی بھارت سے یا پاکستان سے کشمیر میں داخل ہو گیا ہے واپس نکل جائے۔۔۔۔ پاکستانی نمائندے نے خبردار کیا کہ ہندوستان کی مسلح افواج کی کشمیر میں موجودگی کے دوران رائے شماری کا ڈھونگ نہیں رچایا جانا چاہئے۔ رائے شماری اقوام متحدہ کی نگرانی میں ایک آزاد اور بے خوف و خطر ماحول میں عمل میں لائی جانی چاہئے۔ آخر کار سلامتی کونسل نے ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک قرار داد منظور کر کے کشمیر کے بحران کی شدت اور اہمیت کو تسلیم کر لیا۔ کونسل نے ہند اور پاکستان کو امن و امان کی راہ پر گامزن ہونے کا مشورہ دیا اور اس بات کے ساتھ اتفاق کر لیا کہ ہند اور پاکستان کے نمائندے قریب لائے جائیں اور سلامتی کونسل کے صدر کی کوششوں کے ساتھ کوئی ایسا نکتہ اتفاق تلاش کرنے کی کوشش کی جائے جس پر کشمیر کے بحران کو حل کرنے کا خاکہ استوار کیا جائے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل کے صدر نے بھارت اور پاکستان کے اتفاق سے ایک سہ رکنی کمیشن برائے ہند و پاکستان تشکیل دینے کی تجویز پیش کی اور اس تجویز کو سلامتی کونسل نے منظور کر لیا لیکن اس کمیشن کی تشکیل اور بھارت پاکستان کے لئے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اس کی روانگی میں تاخیر واقع ہوئی۔ ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل نے ایک اور قرار داد پاس کی جو مسئلہ کشمیر کے بارے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس قرارداد نے تنازعہ کشمیر پر سلامتی کونسل کا موقف آؤٹ لائن کیا۔ اس کو حل کرنے کے طریقے کی سفارش کی اور یہ قرار داد اقوام متحدہ کے ان نمائندوں کے لئے ہمیشہ ہی بنیادی حوالہ کی ٹرم (Term of Reference) بن گئی جو اس وقت سے آج تک مسئلہ کشمیر کے پرامن اور دائمی حل کی کوششیں کرتے آئے ہیں۔ اس قرار داد نے اقوام متحدہ کے مجوزہ کمیشن برائے ہند پاکستان کی تشکیل تین سے پانچ کر دی۔ اور کمیشن کو فی الفور برصغیر پہنچ جانے کی ہدایت کی۔ اس قرارداد کا مقصد یہ تھا کہ کشمیر میں ہند اور پاکستان کے درمیان جنگ بند کرا دی جائے اور ریاست کے اندر ایسے خوش گوار حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ کشمیر کے عوام کسی قسم کے جسمانی یا نفسیاتی دباؤ کے بغیر اپنی مرضی کا آزادی کے ساتھ اظہار کر سکیں۔ آیا وہ بھارت کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان میں جانا چاہتے ہیں۔ قرار داد میں اس بات پر کونسل کی طرف سے اظہار اطمینان کیا گیا کہ ہند اور پاکستان دونوں کی یہ خواہش ہے کہ ہند یا پاکستان کے ساتھ کشمیر کے حتمی الحاق کا فیصلہ آزاد و غیر جانبدار رائے شماری کے جمہوری ڈھنگ سے کیا جائے۔ قرار داد کا جز اے ریاست جموں و کشمیر میں ہند اور پاکستان پر کونسل کی طرف سے عائد کردہ ان ذمہ داریوں سے تعلق رکھتا ہے۔۔ جو امن و امان کے قیام اور فوجوں کے انخلاء سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا جز بی رائے شماری ' ناظم رائے شماری اور اس کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے اس نے تجویز کیا کہ ریاست جموں و کشمیر کی ایک کولیشن کابینہ تشکیل دی جائے جس میں ریاست کے تمام بڑے بڑے سیاسی گروپوں کو نمائندگی حاصل ہو۔ مجوزہ رائے شماری کے دوران آزادی اور غیر جانب داری کو یقینی بنانے کی خاطر ایک ناظم رائے شماری کی نامزدگی کی سفارش کی گئی جو رائے شماری کروانے کے لئے تمام ضروری اختیارات سے لیس ہو۔ اس کے ساتھ ہی مہاجرین کی اپنے اپنے گھروں میں واپسی ' سیاسی قیدیوں کی رہائی اور سیاسی آزادی کی بحالی کے لئے بھی اقدامات کرنے کو کہا گیا۔ کمیشن کو ریاست میں رائے شماری کے دوران اپنے مشاہدین متعین کرنے کی اجازت دی گئی تا کہ آخر کار سلامتی کونسل کو یہ رپورٹ دی جائے کہ آیا رائے شماری آزادی اور غیر جانب داری کے ماحول میں ہوئی یا نہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اقوام متحدہ کا کمیشن

سلامتی کونسل کے کمیشن نے ۱۵ جون ۴۸ء کو جنیوا میں اپنی میٹنگ بلائی۔ یہ کمیشن پانچ ارکان پر مشتمل تھا جس میں پاکستان نے ارجن ٹائن ۔ ہندوستان نے چیکو سلوویکیہ' خود سلامتی کونسل نے کولمبیا اور بلجیم اور کونسل کے صدر نے امریکہ نامزد کر دیئے تھے کمیشن نے اپنے لئے قواعد و ضوابط مرتب کیے اور اس کے ابتدائی چند روز کمیشن کے لئے ایک آفیشل نام تلاش کرنے کی رسم بازی میں گزر گئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک پیچیدہ سوال تھا۔ کمیشن کو ڈر تھا کہ کہیں کوئی ایسا نام منظور نہ ہو جائے جس کے ذریعے ہند یا پاکستان کو غیر ارادی اور غیر شعوری اشتعال ملے۔ آخر کار اس کے لئے "اقوام متحدہ کا کمیشن برائے ہند و پاکستان" کا نام چن لیا گیا۔ ۵ جولائی ۴۸ء کو کمیشن ایک چارٹر جہاز میں سوار ہو کر کراچی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس کے تین روز بعد کمیشن دہلی گیا۔ کراچی اور نئی دہلی میں ہند اور پاکستان کے لیڈروں کے ساتھ طویل مذاکرات کرنے' ان کے تند و تلخ الزامات سننے اور بہت ساری ناکام کوششوں کے بعد آخر کار کمیشن نے ایک ریزولیشن مرتب کیا جسے اس نے جمعہ کے روز ۱۳ اگست ۴۸ء کو منظور کر لیا۔ اس قرار داد کا جز اول ہند اور پاکستان کی طرف سے کمیشن کو دی گئی ان یقین دہانیوں سے تعلق رکھتا ہے جن کی رو سے جنگ بند کر دی جائے گی دوسرا جز عارضی صلح کی شرائط اور کمیشن کیطرف سے پیش کردہ سفارشات کو شمار کرتا ہے اور اس قرار داد کا تیسرا حصہ کشمیر کے مسئلہ الحاق سے متعلق ہے جس کی رو سے کمیشن نے بھارت اور پاکستان سے سفارش کی کہ وہ ایک بار پھر اپنی اس خواہش کا اعادہ کریں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ عوام کی مرضی کے مطابق کیا جائے اور دونوں ممالک اس بات کو تسلیم کر لیں کہ وہ دونوں کمیشن کے ساتھ صلاح و مشورہ کر لیں گے تاکہ ایک آزادانہ اظہار رائے کو یقینی بنانے کے لئے جائز اور منصفانہ حالات پیدا کئے جائیں۔

سری نگر میں کمیشن کی دریافتیں

یہ ایک شام کا واقعہ ہے جب سری نگر کے مشہور اور دل فریب شالیمار باغ میں شیخ عبداللہ نے کمیشن کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ بعد میں کمیشن کے ایک رکن ڈاکٹر جوزف کاربل نے ان کے ساتھ کچھ چہل قدمی بھی کی اور شیخ عبداللہ نے تحریک کشمیر اور مسئلہ الحاق پر ڈاکٹر کاربل کو اپنے انداز میں کچھ واقفیت بھی فراہم کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دی۔ شیخ عبد اللہ نے مسٹر کاربل کو بتایا کہ ایک مسلمان لیڈر ہونے کے باوجود میں سیکولر ازم اور غیر فرقہ واریت پر ایمان رکھتا ہوں لیکن میرے پیروکار کشمیری عوام کا کیا کیا جائے جنہیں اسلام کے ساتھ متعصبانہ وابستگی ہے۔ پاکستان ایک قدامت پرست ملک ہے اور مجھے اس بات پر پورا یقین ہے کہ پاکستان میں کشمیر کی شمولیت سے کشمیر کے مفادات کو زک پہنچے گی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ہند میں کشمیر کی حالت بہتر رہے گی لیکن میں کیا کر سکوں گا اگر عوام کے جذبات نے کشمیر کو میرے صحیح فیصلہ کے خلاف ڈال دیا۔ مسئلہ الحاق پر اپنی بے چارگی کو ظاہر کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا "میں نے کشمیر کے سوال پر تین امکانی حل پیش کئے ہیں' پہلا یا دوسرا۔ بھارت یا پاکستان کے ساتھ رائے شماری کے ذریعے الحاق لیکن تین سال سے کم وقت میں یہ ممکن نہیں بن سکے گا کیونکہ ملک تباہ ہو چکا ہے اور لوگ بے گھر ہو گئے ہیں پھر بھی یہ ممکن نہ ہو گا کہ ایک ایسی آبادی سے غیر جانبداری کے ماحول میں فتویٰ حاصل کر سکیں۔ جو وسیع اور عریض رقبے پر بکھری پڑی ہے اور خوف و ہراس کی شکار بھی ہے کیا اس قسم کی رائے شماری جمہوری ہو گی اور کیا بھارت اور پاکستان عوام کے فیصلہ کو قبول کریں گے؟

"کشمیر کا تیسرا حل خود مختاری ہے' جو بھارت' پاکستان' افغانستان' چین اور سوویت روس کی مشترکہ گارنٹی سے ممکن ہے۔ میں آزاد کشمیر کے لیڈر غلام عباس سے ملنے کے لئے بھی تیار ہوں جس کے ساتھ میں دوستی اور مشترکہ جدوجہد کے رشتوں میں پیوست ہوں۔ ہم جیل میں اکٹھے رہ چکے ہیں لیکن کیا ہمارے طاقتور پڑوسی ہمیں خود مختاری کی گارنٹی دیں گے؟ مجھے اس بات پر شبہ ہے کہ آیا یہ زیادہ دیر باقی رہے گی۔"

آخر پر شیخ محمد عبداللہ نے یہ نتیجہ نکالا۔۔

"اب میری رائے میں اس سوال کا صرف ایک حل باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے تقسیم۔ اگر یہ حل حاصل نہ کیا گیا تو بھارت پاکستان جنگ جاری رہے گی وہ اس لڑائی کو طول دیں گے اور ہمارے عوام کے مصائب بھی بڑھتے رہیں گے۔"

ڈاکٹر جوزف کاربل کی رائے میں کمیشن یہ جانتا تھا کہ پاکستان کسی ایسی تقسیم کو مسترد کرے گا جس کے ذریعے وادی کشمیر بھارت کو دی جائے کیونکہ اسے پوری طرح یقین ہے کہ کشمیری عوام الحاق پاکستان کو ترجیح دیں گے کشمیر میں کمیشن کے مشاہدات

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھی اس رائے کی غمازی کر رہے تھے۔ اس دعوے کی تائید کمیشن کے مندرجہ ذیل خیالات کر رہے ہیں۔

"کشمیر میں کمیشن کی موجودگی کے دوران بہت سارے کشمیری چھپ چھپ کر اور بار بار کمیشن کے ممبروں تک الگ الگ یا خود سکریٹریٹ تک رسائی حاصل کرتے رہے۔ سادہ، معتدل مزاج اور شریف کشمیریوں نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ کمیشن پر وہ بے قراری عیاں کر دی جس کے ساتھ وہ اب تک کمیشن کی آمد کا بے تابانہ انتظار کر رہے تھے۔ دکانوں پر، گلیوں اور کوچوں میں اور بہت ساری خواتین، نوجوان انجمنوں اور بے نام افراد کے مراسلات کے ذریعے کمیشن سے استدعا کی گئی کہ وہ کشمیر میں موجودہ تباہیوں کو ختم کر دے، سیاسی دہشت اور کرپشن کو مٹائے، اور اس کے لئے آزادی رائے ممکن بنائے۔"

" ایک صبح حکومت نے ہمارے لئے بارہ مولہ کے لئے ایکسکرشن کا بندوبست کر دیا۔ ایک طرف سے انسان کو یہاں قبائلیوں کے وحشیانہ حملے کے نشانات مل رہے تھے..... کمیشن جگہ جگہ گیا۔ اس کے ارد گرد پولیس تھی اور پیچھے لوگ چل رہے تھے۔ ایک جگہ ایک میٹنگ کا اہتمام ہو گیا تھا اور کوئی شخص بول رہا تھا۔ ہجوم کے اندر یہ نعرے لگ رہے تھے۔ " بھارت، کشمیر اور شیخ عبداللہ زندہ باد" ------ " الحاق ہند اور کشمیر پائندہ باد " ------ جس نے کبھی کسی مطلق العنان سلطنت کے سائے میں زندگی گزاری ہو بہ آسانی پہچان سکا کہ لوگوں کے " رضامندانہ " اظہار اور نعروں کو منظم کرنے کے طور طریقے بالکل وہی تھے۔ جو ایک مطلق العنان دنیا میں رائج ہیں۔" (دی ڈینجران کشمیر جوزف کاربل)

" اسی اثناء میں ایک جگہ ایک نوجوان نے پولیس کا گھیرا توڑ کر کمیشن کو ایک کاغذ پھینکا اور انگریزی میں چلا کر کہا " میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ہم پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔" پولیس نے اسے فوراً پکڑ لیا لیکن ہجوم میں اس کی آواز سنائی دے رہی تھی ---- " پاکستان زندہ باد " ---- کمیشن کے لئے یہ ایک خلل انداز منظر تھا کیونکہ اسے یقین دلایا گیا تھا کہ کشمیر میں لوگوں کو سیاسی آزادی حاصل ہے۔ چنانچہ کمیشن نے اپنے میزبان ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا کہ اس نوجوان کو بلایا جائے اور ہمارے روبرو پیش کیا جائے۔ چند منٹوں کے بعد ہمارے سامنے ایک آدمی لایا گیا لیکن یہ وہ نوجوان نہ تھا جس نے ہمارے ساتھ پہلے بات کی تھی۔ اس نے خود بھی اس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بات کا اقرار کر لیا ---- " جی ہاں " ---- اس نے کہا " میں کوئی اور آدمی ہوں۔ میرا دوست قید میں ہے لیکن کوئی بات نہیں میں بھی آپ کو وہی بات کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔"

" واپسی پر سری نگر میں اسی روز دوپہر کے بعد ہمیں ایک اور ہی تاثر ملا۔ ہم ایک پرانی مسجد میں گئے جہاں لوگ عقیدت سے شیخ عبداللہ کی تبلیغ سن رہے تھے۔۔"

فوجی افسروں سے کمیشن کی ملاقاتیں

سری نگر اور دوسرے مقامات پر ہم نے ہندوستانی افسروں کے ساتھ ملاقاتیں کیں انہیں جنگ لڑنے کی ہمت ہی نہ تھی۔۔ نہ انہوں نے حکومت کشمیر کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی چھپائی۔ ان میں بعض افسروں نے جن کی کالی چمڑی اس بات کی علامت تھی کہ وہ جنوبی ہند سے آئے ہیں۔ تنازعہ کشمیر کے بارے میں مکمل بے التفاتی کا مظاہرہ کیا ان کا کہنا تھا کہ انہیں کبھی بھی کشمیر کے ساتھ جذباتی وابستگی نہ تھی اور نہ وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کشمیر کو کس وجہ سے بھارت کا ایک حصہ ہونا چاہئے۔۔"

جنگ بندی

۲۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو کمیشن حفاظتی کونسل کو اپنی رپورٹ دینے کے لئے برصغیر ہند و پاکستان میں مایوس ہو کر سری نگر سے جنیوا لوٹا۔ تاہم کمیشن نے اپنی کاوشیں ترک نہ کیں اس نے پیرس کے امید افزا بین الاقوامی ماحول میں اپنا کام برابر جاری رکھا اور اپنی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرار داد کے ساتھ جوڑنے کے لئے ایک اور تجویز کا مسودہ تیار کیا جس میں رائے شماری کی مانگ پر مزید یقین دہانیاں مرتب کر دی گئیں۔ کمیشن نے غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا:

" بھارت یا پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ ایک آزاد اور غیر جانب دار رائے شماری کے جمہوری طریقے سے کیا جائے گا۔"

اس تجویز میں رائے شماری کے ناظم کی نامزدگی کی دفعات شامل تھیں' " جو ایک اونچے بین الاقوامی امتیاز کا مالک اور ایک اثر انداز شخصیت رکھتا ہو" آخر کار اپنے اپنے اعتراضات اور اختلافی ریمارکس درج کرانے کے بعد ہند اور پاکستان کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حکومتوں نے تجویز کو قبول کر لیا اور اس سمت میں پہلے اقدام کے طور پر دونوں حکومتوں نے کشمیر میں جنگ بندی کا حکم جاری کر دیا جو یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو ایک منٹ نصف شب سے پہلے نافذ العمل ہو گیا۔ اس وقت سر رائے بوچر ہند کے اور سر ڈگلس گریسی پاکستان کے کمانڈر انچیف تھے۔

۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو کمیشن نے لیک سیکسس میں ایک اجلاس کیا اور اپنی تجویز کو ایک قرار داد کی رسمی صورت سے نوازا کمیشن کی تمام ایک سو تیرہ ۱۱۳ نشستوں کا حصول یہ تھا کہ اس نے اپنے تمام فیصلے اتفاق رائے سے منظور کروائے۔

۱۴ مارچ ۱۹۵۰ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کی رپورٹوں اور جنرل اے جی ایل میکناٹن کی ہند پاک نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کی تفصیلات کو وصول کرنے پر ایک قرار داد پاس کی اور ہند پاک حکومتوں کے مدبرانہ اقدامات کی سراہنا کی ۔ جن کے تحت انہوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کی ۱۳ اگست ۴۸ء اور ۵ جنوری ۴۹ء کی قرار دادوں کے تحت ایگریمنٹ کئے تا کہ آخر کار جنگ بندی اور فوجوں کے انخلاء کے بعد کشمیری عوام کا مستقبل ان کی رائے سے ایک آزاد و غیر جانب دار رائے شماری کے جمہوری ڈھنگ سے طے کیا جائے۔"

آئین ساز اسمبلی پر رد عمل

۳۰ مارچ ۵۱ء کو انجمن اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک اور قرارداد پاس کی جس میں قرار پایا کہ اب جبکہ سلامتی کونسل نے اقوام متحدہ کے نمائندہ برائے ہند و پاکستان جس کو حفاظتی کونسل کی قرار داد مورخہ ۱۴ مارچ ۵۰ء کے تحت برصغیر کے مشن پر مامور کر دیا گیا تھا' سر اوون ڈکسن کی رپورٹ کو وصول کر کے نوٹ کر لیا ہے' نیز یہ مشاہدہ کر لینے کے بعد کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کی ۱۳ اگست ۴۸ء اور ۵ جنوری ۴۹ء اور سلامتی کونسل کی ۱۴ مارچ ۵۰ء کی قرار دادوں کو منظور کر لیا ہے اور دونوں نے اپنی اس خواہش کا پھر سے اعادہ کر لیا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کی قسمت کا آخری فیصلہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں ایک آزاد و غیر جانبدار رائے شماری کے جمہوری ڈھنگ سے طے کیا جائے اور اس بات کا مشاہدہ کر کے کہ ۲۷ اکتوبر ۵۰ء کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کونسل نے ایک قرار داد کے ذریعے کشمیر میں ایک دستو ساز اسمبلی کے قیام کی سفارش اس مقصد سے کی ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کی صورت متعین کی جائے ۔۔۔۔۔۔۔" اس لئے متعلقہ حکومتوں اور حکام کو سلامتی کونسل کی قرار دادوں مورخہ ۲۱ اپریل ۴۸ء ۳ جون ۴۸ء اور ۱۴ مارچ ۵۰ اور اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی تجاویز مورخہ ۱۳ اگست ۴۸ء اور ۵ جنوری ۴۹ء کا اصول یاد دلایا گیا کہ آخر کار کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیر کے عوام کی خواہشات کے تحت اقوام متحدہ کی نگرانی میں ایک آزاد اور غیر جانب دار رائے شماری کے ذریعے کیا جائے گا۔

قرار داد میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ " آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس " کی جنرل کونسل کی سفارش کے تحت ایک دستور ساز اسمبلی کی تشکیل اور اس اسمبلی کی طرف سے کشمیر کے مستقبل اور الحاق کے بارے میں کسی اقدام کی کوشش خواہ وہ ساری ریاست کے بارے میں ہو یا اس کے کسی ٹکڑے کے لئے اس طریقہ کار کا نعم البدل تسلیم نہیں ہو گا جو مندرجہ بالا اصول کے تحت وضع کیا جا چکا ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاہدہ دہلی ۱۹۵۲ء

ایک طرف سے بھارت اقوام متحدہ میں دنیا کے نمائندوں کے سامنے ریاست کشمیر میں رائے شماری کرانے کا اپنا وعدہ مسلسل دہراتا رجا رہا تھا اس کے لیڈر اپنے بیانات کے ذریعے اہل کشمیر کو حق خود ارادیت کے استعمال کا یقین دلا رہے تھے۔ تو دوسری طرف حکمران شیخ محمد عبداللہ کے ذہن میں یہ خدشہ بھی روز بروز تقویت حاصل کرتا جا رہا تھا کہ اگر اس نے ہند کشمیر الحاق کے اپنے موقف پر اصرار برابر جاری رکھا تو وہ آہستہ آہستہ اپنے ہم وطنوں سے جدا ہو جائے گا اور سری نگر میں دہلی کی ملٹری قوت کے رحم و کرم پر رہ جائے گا۔ خود کشمیر کے اندر بھی ان کے لئے حالات ناساز گار بن رہے تھے اور ان کے ذہن اور دل کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ عوام کے اصلی موقف رجحان اور اپنے ہی ذہنی اضطراب کی وجہ سے گومگو کی حالت میں تھے لیکن اس کرب و بلا سے اپنی جان کو اور اپنے عوام کو نجات دلانے کے لئے انہیں الحاق پاکستان کی صورت میں ایک متبادل راہ منظور نہ تھی۔ کیونکہ برسوں سے ان کی طبیعت کا سانچہ کسی اور ہی قالب میں ڈھل کر تیار ہو چکا تھا۔ بہر حال نئی دہلی کے سیاست دان اپنے کشمیری دوست اور حلیف کی موجودہ ذہنی کشمکش پر کڑی نظریں رکھے ہوئے تھے وہ اس بات کی تیاری کر رہے تھے کہ اس سے پہلے کہ ان کا حلیف اپنی انا کی حفاظت کے لئے ایک کھلا حریف بن کر کسی نئے فتنے کو جنم دے کیوں نہ اسے دستاویز الحاق کے سرچشمہ قوت سے کاٹ کر ایک خالص دستوری جال میں پھنسا دیا جائے اور یوں کشمیر کے بین الاقوامی سوال کو ایک قومی سوال میں تبدیل کر دیا جائے۔

ستمبر ۱۹۴۹ء میں سری نگر میں نیشنل کانفرنس کا ایک اجلاس ہوا۔ اس موقعہ پر مختلف تقریبیں منعقد کی گئیں کئی جلسے منعقد کئے گئے اور قراردادیں پاس کی گئیں۔ وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لعل نہرو خود بھی ان میں شریک ہوئے۔ ان تمام تقریبات میں جب کہ سری نگر کو نیشنل کانفرنس کے ہل والے جھنڈے سے آراستہ کیا گیا تھا جس نے ریاست کے شاہی جھنڈے کی جگہ لی تھی بھارت کے قومی جھنڈے کا کہیں کوئی وجود ہی نہ تھا۔ ہند کے قومی جھنڈے کی عدم موجودگی کی طرف دہلی کے اخبارات نے اشارہ کیا اور خود پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس صورت حال کو نوٹ کر لیا ہو

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

گا۔ خاص کر اس وقت جب نیشنل کانفرنس نے ایک قرارداد منظور کر کے اس امر کا اعادہ کیا کہ نیشنل کانفرنس کی حکومت ریاست کی اٹونامی پر کسی قسم کی پابندی کو قبول نہیں کرے گی۔ قرارداد میں نیشنل کانفرنس کے پیش کردہ "نیا کشمیر" کے پروگرام پر پھر سے تجدید ایمان کیا گیا اور ساری دنیا کے حریت پسند عوام اور تمام ممالک میں سچے جمہوریت پسندوں کے ناقابل تنسیخ بھائی چارے سے اپیل کی گئی کہ وہ ہمارے نصب العین کو اپنی اخلاقی اور مادی مدد سے نوازیں۔" کانفرنس نے اعلان کیا کہ "کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرے گا کہ فرقہ واریت کے بد صورت عناصر بھارت میں اپنا سر اونچا کر رہے ہیں۔"

نئی دہلی کے بہت سارے سیاست دانوں نے شیخ عبداللہ کے خیالات پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور حکومت ہند نے کئی بار شیخ عبداللہ کو ہندوستان کے دوسرے راجواڑوں کے نقش قدم پر چل کر بھارت میں ضم ہونے پر آمادہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن یہ ناکام ہو گئیں------ بھارت اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان اسی کشمکش کے دوران نئی دہلی میں ہند کی دستور ساز اسمبلی نے ۳۷۰ کی شکل میں مملکت کے آئین میں ایک دفعہ کا اضافہ کر دیا جس کی رو سے دستور ہند کی دفعہ ۲۳۸ جو سابق راجوں اور مہاراجوں کی ریاستوں سے تعلق رکھتی ہے ریاست جموں و کشمیر پر نافذ نہیں ہو سکتی ۳۷۰ کے ذریعے ہندوستان کی پارلیمنٹ نے ریاست جموں و کشمیر کو ہند یونین کے اندر خصوصی مقام دے دیا۔ اس دفعہ نے ایسے معاملات پر جو یونین لسٹ اور متفقہ فہرست میں درج ہیں ہند پارلیمنٹ کے لئے قوانین سازی کے اختیارات محدود کر دیئے لیکن مختلف حلقوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حکومت ہند کے ترجمان گوپال سوامی آئنگر نے امید ظاہر کی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کشمیر بھی اسی قسم کے ادغام کے لئے تیار ہو جائے گا جو باقی ریاستوں میں عمل میں آچکا ہے۔

ادھر کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اکتوبر ۵۰ء میں نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل نے ایک قرار داد پاس کی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کی شکل اور اس کی وابستگیوں کو متعین کرنے کے لئے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا جائے۔" اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل نے اس کو اقوام متحدہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کی قرار دادوں کی خلاف ورزی قرار دیا اور ہندوستان کے نمائندے نے عالمی ادارہ کو یقین دلایا کہ ان کا ملک مجوزہ دستور ساز اسمبلی کے کسی قسم کے فیصلہ الحاق کا پابند نہیں ہوگا۔ حکومت کی ہدایات کے مطابق مئی ۱۹۵۱ء میں کرن سنگھ نے دستور ساز اسمبلی کے قیام کے لئے ساری ریاست میں عام انتخابات کروانے کا فرمان جاری کر دیا ۱۹۵۱ء کے موسم گرما میں حکومت انتخابات کے لئے تیار ہو گئی۔ ستمبر' اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ان کا انعقاد عمل میں لایا گیا اور مجوزہ دستوریہ کے لئے ۷۵ کی ۷۵ سیٹوں کے لئے حکمران نیشنل کانفرنس کے امیدواروں کے بلا مقابلہ انتخاب کا اعلان کیا گیا۔ مقابلہ کی جرات کرنے والے دو آزاد امیدواروں کو دھونس اور دھاندلی کے ذریعے میدان سے ہٹا دیا گیا۔ اس انتخابی فراڈ پر رائے زنی کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کے ایک ممتاز رکن ڈاکٹر جوزف کاربل نے لکھا۔

"کوئی ڈکٹیٹر بھی اس سے بہتر نہ کر سکتا تھا"

۳۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو آئین ساز اسمبلی کا اجلاس شروع ہو گیا۔ ۲۰ نومبر ۱۹۵۱ء کو دستوریہ نے۔۔۔۔ جموں و کشمیر دستور ایکٹ مجریہ ۱۹۵۱ء" پاس کر کے مہاراجہ کو اس کے تمام اختیارات سے محروم کر دیا' اور دفاع' خارجی امور اور رسل و رسائل کو چھوڑ کر تمام دوسرے معاملات میں ریاست کی اٹانومی کے فیصلے کا اعادہ کر لیا۔

کشمیر میں اپنے لئے ایک سپریم آئینی مقام تلاش کر لینے کے بعد مارچ ۵۲ء میں شیخ محمد عبداللہ نے آزاد کشمیر کے عوام سے اپیل کی کہ وہ پاکستان سے الگ ہونے کے لئے جدوجہد کریں اور ۱۰ اپریل ۵۲ء کو رنبیر سنگھ پورہ جموں میں انہوں نے ہندوستان کے خلاف زبان کھولی۔ وزیراعظم نے فرقہ پرستی کے لئے ہندوستان کی مذمت کی' اور کشمیر پر ہندوستانی آئین کلی حیثیت میں نافذ کرنے کی کوشش کرنے والوں کو متنبہ کیا۔ شیخ عبداللہ نے ان سب ہی کوششوں کو غیر حقیقت پسندانہ طفلانہ اور پاگل پن قرار دیا"۔۔۔۔ اس تقریر سے ہندوستان میں ایک کہرام اٹھا چنانچہ شیخ محمد عبداللہ نے ایک ملائم تقریر سے پنڈت نہرو اور دوسرے ہندوستانی لیڈروں کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ خود نئی دہلی جانے سے کئی ماہ تک انکار کرتے رہے' اور انہوں نے اپنے دست راست مرزا محمد افضل بیگ کی سرکردگی میں نئی دہلی ایک وفد روانہ کیا۔ حکومت ہند کے نمائندوں اور ریاستی حکومت کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔ جسے ہم معاہدہ دہلی ۵۲ء یا نہرو عبداللہ معاہدہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے نام سے جانتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دستور ہند میں دفعہ ۳۷۰ شامل کرنے اور معاہدہ دہلی ۱۹۵۲ء تحریر کرنے سے پہلے ایک روز مذاکرات کے دوران وزیراعظم نہرو نے مسکراہٹوں کے ساتھ شیخ محمد عبداللہ سے کہا تھا' ارے! ہم آپ کو سنہری زنجیروں سے باندھیں گے' آپ کوئی فکر نہ کیجئے۔۔۔" اس سے بڑھ کر ہم میں سے جن لوگوں نے ہندوستان کے سابق وزیر جنگ مسٹر وی پی مینن کی کتاب۔ " دی سٹوری آف انٹیگریشن۔۔۔" کا مطالعہ کیا ہوگا انہوں نے مسٹر مینن کا یہ ریمارک ضرور نوٹ کر لیا ہو گا۔۔۔" ہم نے کشمیر میں فوجیں بھیجنے کا فیصلہ اس بات کے پیش نظر کر لیا کہ کشمیر ہندوستان کی سالمیت کے لئے ضروری ہے۔۔"

وزیراعظم جواہر لعل نہرو نے ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو لوک سبھا میں معاہدہ دہلی کی دفعات کا اعلان کیا۔ جس پر ایک ہفتے کی گفت و شنید کے بعد انہوں نے دستخط کئے تھے۔ خود وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ نے ۱۱ اگست ۵۲ء کو اس معاہدے کی تفصیلات اپنی آئین ساز اسمبلی کے سامنے رکھ لیں۔ معاہدے کی رو سے کشمیر کو چند مستثنیات کے ساتھ دستور ہند میں شامل کردہ بنیادی حقوق دیئے گئے۔ ہندوستانی سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار ایک محدود دائرے تک یہاں بڑھایا گیا۔ ریاستی حکومت نے بھارت کے قومی جھنڈے کو سپریم تسلیم کر لیا اور ساتھ ساتھ ریاستی جھنڈے کو بھی برقرار رکھا۔ معاہدہ دہلی کی سب سے اہم دفعہ کا تعلق بھارتی صدر کے ایمرجنسی اختیارات سے ہے۔ دستور ہند کی دفعہ ۳۵۲ کے تحت صدر' حملہ' بیرونی خطرہ یا داخلی ابتری کی صورت میں ملک میں ہنگامی حالات نافذ کر سکتا ہے لیکن معاہدہ دہلی کی رو سے صدر ہند کشمیر پر ایسا کوئی فرمان اسی وقت جاری کر سکتا ہے۔ جب اسے ریاستی حکومت کی طرف سے استدعا کی جائے یا اس کی منظوری حاصل ہو۔

بہرحال معاہدہ دہلی کو کتنا بھی خوب صورت بنا کر پیش کیا گیا ہو' اس عظیم اور منصفانہ جدوجہد کے مقابلے میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے جس کی تائید و حمایت اور حصول کے لئے بہادر اقوام اپنی مٹی اور پانی کو لہو سے رنگین کر چکی ہیں' اور انجمن اقوام متحدہ کی تاریخ کے صفحات گواہ ہیں

معاہدہ دہلی پر دستخط ہو جانے کے بعد طرفین نے اطمینان کا سانس لیا نئی دہلی نے اس لئے کہ وہ کشمیر کے بین الاقوامی سوال کو اپنا گھریلو سوال بنوانے کی کوششوں کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ایک مرحلہ جیت گیا۔ اور شیخ عبداللہ نے اس وجہ سے کہ اب مرکز اس کے ساتھ آسانی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکے گا۔ اور اس کی حیثیت تمام ریاستوں میں ایک ممتاز حکمران کی طرح ہو گی۔ لیکن بعد میں جو واقعات سامنے آگئے ان سے ثابت ہو گیا کہ دستور ہند میں وزیراعظم نہرو نے یہ سب کچھ اس لئے مان لیا تھا کہ وہ اپنے حلیف شیخ عبداللہ پر ایک لمبے وقفے تک اپنا نفسیاتی اثر ڈالنا چاہتے تھے اور کشمیر کو معاہدات کے لفظی گورکھ دھندے میں پھنسا کر اپنے بنیادی نصب العین سے بہت دور لے جانا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ الحاق اس قدر غیر فطری تھا اور اس نے کشمیری عوام اور انجمن اقوام متحدہ کے اعتماد کو اس قدر ٹھیس پہنچائی تھی کہ بھارت اپنے اس فعل کو چھپانے کی خاطر اور اس کو مستقل اور پائیدار بنانے کے لئے پہلے تو رائے شماری کرانے کا وعدہ دہراتا رہا' اور بعد میں اس وعدے سے انحراف کرنے کے عزائم کو چھپانے کی خاطر معاہدہ دہلی دریافت کرنے پر بھی مجبور ہو گیا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ معاہدہ دہلی کے چار برس بعد پاکستان میں بھی وزیراعظم چوہدری محمد علی کے دور میں دستور سازی کا کام مکمل ہو گیا۔ جس میں کشمیریوں کے لئے حق خود ارادیت کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں یہ صراحت کر دی گئی کہ آخر کار جموں و کشمیر کے الحاق کا سوال اقوام متحدہ کی نگرانی میں ایک آزاد اور غیر جانبدار رائے شماری کے ذریعے طے کیا جائے گا اور اگر باشندگان کشمیر نے اپنی رضاء و رغبت کے ذریعے پاکستان کے ساتھ شمولیت کا فیصلہ ہی دیا تو اس کے بعد بھی کشمیری عوام کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اپنی ریاست اور پاکستان کے درمیان اپنی مرضی کے مطابق تعلقات کی دستوری ہیئت متعین کر سکیں گے یہ ان لوگوں کا فیصلہ تھا جن کو یہاں کے حکمران اور لیڈر ایک قدامت پسند نظام کے داعی کی گالی دے رہے تھے۔

معاہدہ دہلی وجود میں آجانے سے بھی وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کو چین نہ ملا' اب پرجا پریشد نے دہلی کی شہ پر جموں میں ہند کشمیر ادغام کے مطالبے کے حق میں ایک زبردست ایجی ٹیشن شروع کر دی اور لداخ کے بودھوں نے بھی " سری نگر کی بالادستی" کے خلاف احتجاج کیا ' اور وہ سری نگر سے علیحدہ ہو کر براہ راست مرکز کے کنٹرول میں جانے پر اصرار کرنے لگے۔ خود وادی کشمیر میں رائے شماری نوازیت کے رجحانات مضبوط تر ہو گئے سیاسی جبر و تشدد' بھوک' بے روزگاری اور حکومت کی غذائی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پالیسی کی وجہ سے وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کے خلاف نفرت اور بیزاری کا لاوا خوب تیزی سے پکتا رہا۔

عبداللہ' آزاد مراسلت

جموں میں پرجا پریشد کی نومبر ۱۹۵۲ء میں ایجی ٹیشن نے شیخ محمد عبداللہ کی بے چینی میں اشتعال کی کیفیت پیدا کر دی۔ چنانچہ نئی دہلی نے فی الفور کشمیری لیڈروں کو یقین دلایا کہ حکومت ہند کشمیری عوام پر کوئی فیصلہ نہیں ٹھونسے گی۔ وزیراعظم نہرو نے پرجا پریشد کی ایجی ٹیشن کو مذموم قرار دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک مراسلے میں شیخ محمد عبداللہ کو بتایا:

"ہندوستان اس امر کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہے کہ کشمیر کا خاص درجہ مستقل قرار دیا جائے گا۔ اور حکومت ہند غیر مشروط طور پر اس کی پابندی کرے گی"۔

لیکن شیخ عبداللہ کو ان یقین دہانیوں سے کوئی تسلی نہ ہوئی۔ انہوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۵۳ء کو مولانا ابوالکلام آزاد کے مراسلے کا جواب یوں دیا:

"کاش اس قسم کا اعلان موزوں وقت پر کیا گیا ہوتا' تو اس نے لاریب ہمارے ہاتھ مضبوط بنائے ہوتے' اور عوام کی اکثریت نے بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کی تائید کی ہوتی۔ اب اس مرحلے پر آپ کے اعلان کے ذریعے وہ خدشات مٹائے نہیں جا سکیں گے' جو کشمیری عوام کے ذہنوں میں پیدا ہو گئے ہیں"۔

۲۵ جولائی ۱۹۵۳ء کو حکمران نیشنل کانفرنس کی ایک ریلے سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے اعلان کیا:

"گذشتہ سال کے فرقہ وارانہ واقعات سے ہمارے تعلقات کی بنیاد متزلزل ہو گئی ہے۔ اس کے لئے ہم ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جو ہندوستان میں ہم پر ادغام کے لئے جبر کر رہے ہیں۔"

نیشنل کانفرنس کی آٹھ رکنی کمیٹی کا فیصلہ

مئی ۱۹۵۳ء میں حکمران نیشنل کانفرنس کی آٹھ رکنی کمیٹی نے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے رائے شماری کی تجویزیں پیش کیں۔ کمیٹی' شیخ محمد عبداللہ' مولانا مسعودی' بخشی غلام محمد سردار بدھ سنگھ' غلام محمد صادق۔ پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شام لال صراف اور مرزا محمد افضل بیگ پر مشتمل تھی۔ مئی ۱۹۵۳ء میں جب نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس چل رہا تھا۔ وزیراعظم نہرو کشمیر آئے' اور آپ کو اس کمیٹی کی کارروائی سے آگاہ کیا گیا۔ جون ۱۹۵۳ء میں کمیٹی نے ریاست کے الحاق کے تنازعہ کے سلسلہ میں تصفیہ کی مختلف تجاویز کی مکمل چھان بین کرکے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے:۔

ا ۔ یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ ریاست ہندوستان کے ساتھ الحاق کرے گی یا پاکستان کے ساتھ' یا خود مختار رہے گی۔ تمام ریاست میں جامع رائے شماری کرانا۔

ب ۔ تمام ریاست کو خود مختار رکھنا

ج ۔ خارجی امور اور دفاع پر مشترکہ کنٹرول رکھ کر سالم ریاست کو خود مختار رکھنا

د ۔ ڈکسن پلان کے تحت رائے شماری والے علاقہ کو خود مختار قرار دینا۔

اگرچہ اقوام متحدہ کی قرار داد نے رائے شماری کے ذریعے الحاق کو ہندوستان اور پاکستان تک ہی محدود کر دیا تھا۔ مگر مولانا محمد سعید مسعودی نے تیسری تجویز یعنی کشمیر کی خود مختاری پیش کر دی' جو باتفاق رائے منظور ہو گئی۔

مسٹر صادق نے رائے شماری کی تجویز کی مشروط تائید کی اور کچھ مبہم رویہ اختیار کیا۔ آپ نے رائے شماری کے ساتھ صرف اس صورت میں اتفاق کیا کہ اسے پانچ ہمسایہ ملکوں کی نگرانی میں عمل میں لایا جائے۔ اشتراکی روس اشتراکی چین۔ افغانستان۔ ہندوستان اور پاکستان۔ لیکن اس نے اپنے موقف پر یہ شرط عائد کی کہ موجودہ حالات میں اس طرح کی رائے شماری ممکن نہیں۔ بہرحال کمیٹی مندرجہ بالا تجویزوں پر متفق تھی۔ بخشی غلام محمد نے اس بات پر زور دیا کہ مندرجہ صدر چوتھی تجویز کو اولین ترجیح دی جائے"۔

لیکن مولانا مسعودی نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ترجیح کی جو ترتیب اوپر دی گئی ہے' برقرار رکھی جائے"۔

وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ نے زیادہ صراحت کے ساتھ اپنے دو سفارت کاروں ' مرزا محمد افضل بیگ اور بخشی غلام محمد کے ذریعے نئی دہلی کو الحاق ہند کے بجائے متبادل تجویزوں کا پیغام بھیجا۔ اپنے مراسلے میں شیخ محمد عبداللہ نے لکھا۔۔۔۔ "اب یہ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا کام ہے کہ آپ سنجیدگی سے ان کا جائزہ لیں' اور یہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

طے کریں کہ کیا ان کے ذریعے مسئلے کے جائز حل کی طرف رہبری ہوسکتی ہے ---؟"

اگست ۱۹۵۳ء کے شروع میں شیخ عبداللہ نے یہ حیران کن اعلان کیا "بھارت کے ساتھ کشمیر کا ابتدائی الحاق کشمیر پر ٹھونسا گیا تھا۔ کیونکہ ہند کے ساتھ ریاست کے الحاق کے بغیر حکومت ہند نے ہماری مدد کرنے سے انکار کیا تھا"۔

شیخ عبداللہ کے عزائم اس وقت بے نقاب ہوئے ہوں گے جب اس نے ایک پاکستانی اخبار کے بعد کے ایک انکشاف کے مطابق اردو میں ایک تقریر تیار کی' اور ترجمے کے لئے نئی دہلی بھیج دی۔ پہلے سے تیار کئے گئے اس متن میں انہوں نے الحاق کی حیثیت پر اپنے نظریات کا اظہار کر دیا:

" اگرچہ تمام پہلوؤں سے ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق مکمل ہے تاہم اس لحاظ سے یہ الحاق مشروط اور عارضی ہے کیونکہ عوام کو اس کی تصدیق کرنی ہے' لہٰذا یہ آخری نہیں ہے"۔

شیخ عبداللہ نے معاہدہ دہلی پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ:" یہ عبوری اور عارضی تھا"۔

اس سے بھی بڑھ کر وہ اچانک یہ ماننے کے لئے تیا ہو گئے کہ

" جغرافیائی لحاظ سے کشمیر کا محل وقوع اس امر کا تقاضا کررہا ہے کہ اس کی خوش حالی کا انحصار ہند اور پاکستان دونوں کے ساتھ تجارت پر ہے ' اس کے عوام مغربی پاکستان ' مشرقی پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ساتھ کلچرل رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں' اس کے دریا اور راستے پاکستان کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کشمیر کا نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن راولپنڈی ہے۔ کشمیر کے تاجر کراچی کی بندرگاہ کو استعمال کرتے ہیں۔"

آپ نے پرجا پریشد جموں کی ایجی ٹیشن پر تنقید کی۔ " جسے ہندوستان سے مالی اور اخلاقی مدد مل رہی ہے"--- اور اعلان کیا کہ " کشمیری مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کیا گیا ہے کہ وہ ہندوستانی وعدوں پر اعتبار کر سکتے ہیں کس طرح ؟ "

انہوں نے یہ مان لیا کہ مسلمانوں پر نیشنل کانفرنس کی گرفت کسی حد تک ڈھیلی پڑ چکی ہے۔

" ہندوستان کے ساتھ الحاق کے بارے میں غیر مسلموں کو نہیں بلکہ مسلمانوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کو فیصلہ کرنا ہے کیونکہ غیر مسلم عوام کسی متبادل راہ پر سوچ نہیں سکتے تھے۔ مجھے ہندوؤں اور سکھوں کو یہ یقین نہیں دلانا ہے کہ ہندوستان میں ان کا مستقبل محفوظ ہے' کیونکہ یہ غیر ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مجھے غلط سمجھا گیا ہے۔ جب بھی میں نے مسلمانوں کے جائز حقوق کے حصول کے لئے کوشش کی ہے یا جب بھی میں نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کی صورت میں ان کے مستقبل پر اپنی رائے ظاہر کی' میرے دوستوں نے مجھے فرقہ پرست قرار دیا۔ لیکن ایک طرف سے جموں میں پرجا پریشد کی ایجی ٹیشن نے مسلمانوں میں شکوک پیدا کئے ہیں' دوسری طرف سے مسلمانوں کا متوسط طبقہ یہ دیکھ رہا ہے کہ اگر ایک طرف سے ہندوستان کے ساتھ الحاق نے ہندوؤں اور سکھوں کے لئے ترقی کے مختلف راستے کھولے ہیں' تو دوسری طرف سے مسلمان کنویں کے مینڈک بن گئے ہیں۔ حکومت ہند کے براہ راست کنٹرول میں کام کرنے والے محکموں میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی بہترین نمائندگی کی جانب کوئی پیش رفت نہیں ہوتی ہے' بلکہ اس نمائندگی میں الٹا تنزل واقعہ ہوا ہے"۔

شیخ عبداللہ نے اپنی تقریر مندرجہ ذیل سوالات پر ختم کرنے کی کوشش کی۔

۱۔ "کیا بین الاقوامی صورتحال کی روشنی میں ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق میں کوئی تبدیلی لانے کا امکان نہیں۔۔۔؟

۲۔ کیا اس تعلق کے تحت ریاست کے تمام عوام مذہب اور کلچرل امتیازات کے بغیر یکساں قسم کے حقوق اور مواقع کا استعمال کریں گے؟

۳ کیا اس رشتے کو برقرار رکھتے ہوئے ان قدرتی اور جغرافیائی رکاوٹوں پر قابو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جن کا ریاست کو سامنا ہے۔ اور جو اس کی ترقی کی راہ میں مانع ہیں"۔

پولٹیکل کانفرنس کا قیام

۱۹۵۳ء کے غیر یقینی اور مخدوش ماحول میں' اگست سے پہلے ہی ایک اور واقعہ ہوا جس نے ریاست میں تحریک پاکستان کے لئے احیائے نو کی امیدوں کے چراغ جلائے یہ کشمیر پولٹیکل کانفرنس کا قیام تھا۔ نیشنل کانفرنس میں صف اول کے ایک لیڈر خواجہ غلام محی الدین قرہ نے اس تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے ۱۹۴۹ء میں ہی نیشنل کانفرنس سے استعفیٰ دیا تھا۔ اور اب ۱۹ جون ۱۹۵۳ء کو موصوف نے سری نگر میں سہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

یار کے مقام پر ہزاروں عوام کے ایک بھاری اجتماع میں "پاکستان زندہ باد" کا فطری رجحان دریافت کرلیا۔ اور رائے شماری کے ذریعے الحاق پاکستان کو پولٹیکل کانفرنس کی منزل قرار دیا۔ بانی صدر نے بعض سرکردہ ہندوؤں کو بھی اپنی پارٹی کی ورکنگ کمیٹی میں شامل کرلیا پولٹیکل کانفرنس نے حصول پاکستان کے علاوہ ایک سیکولر اور سوشلسٹ نظام کے قیام کو بھی اپنا نصب العین قرار دیا۔ خواجہ غلام محی الدین قرہ گرفتار کرلئے گئے اور کئی برس بعد رہائی پر ان کے خیالات میں غیر معمولی تبدیلیاں آئی تھیں چنانچہ اب پارٹی نے حصول پاکستان کے بجائے ہند پاک دوستی کو اپنا مشن قرار دیا۔

اگست ۱۹۵۳ء میں شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری اور محاذ رائے شماری کی تحریک کے آغاز کے بعد پولٹیکل کانفرنس وادی میں اپنے اثرورسوخ کا دائرہ زیادہ نہ پھیلا سکی۔ اہل کشمیر کو جن بنیادوں پر حق خودارادیت اور پاکستان کے ساتھ الفت وعقیدت تھی۔ پولٹیکل کانفرنس کے پالیسی ساز اس کو غیر ضروری اور غیر دل چسپ تصور کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ تنظیم اختلافات کا شکار ہوگئی۔ اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ وجود مٹ گیا' اور آخر کار اس کے بانی صدر نے ۱۹۷۷ء میں کشمیر میں جنتا پارٹی کا پرچم لہرایا۔ جس نے ان کو اور پیچھے دھکیل کر نیچے گرا دیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ کی معزولی

وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کے بیانات سے نہ صرف جموں' لداخ اور دہلی میں اشتعال پیدا ہوا بلکہ ان کی کابینہ کے تین ارکان نے بھی ان کے خلاف صدر ریاست کی خدمت میں ایک یادداشت پیش کیا جس میں وزیراعظم پر مطلق العنانیت' جبروتشدد' بدنظمی اور پبلک ذرائع کے ناجائز استعمال' جموں اور لداخ میں غیر یقینی حالات پیدا کرنے اور ریاست اور مرکز کے درمیان تعلقات میں دوری اور تناؤ پیدا کرنے کے الزامات عائد کر دیئے گئے۔ صدر ریاست نے الزامات پر غور کرنے کے لئے حکومت کی ایک ہنگامی میٹنگ تجویز کی۔ لیکن شیخ عبداللہ نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا اور وہ خود کشمیر کے دل فریب' صحت افزا گرمائی مقام گلمرگ چلے گئے۔ چنانچہ صدر کرن سنگھ نے ۹ اگست کو صبح سویرے شیخ محمد عبداللہ کو وزارت اعظمی کے عہدے سے معزول کر دیا۔ اور بخشی غلام محمد اس عہدے کے لئے نامزد کئے گئے۔ ادھر گلمرگ میں صبح سویرے معزول وزیراعظم کو گرفتار کرکے وادی کشمیر سے باہر لے جا کر نظربند کیا گیا اور وادی کشمیر میں نئے اضطراب اور بحران کا مقابلہ کرنے کے لئے جگہ جگہ پولیس اور فوج کے مسلح دستے پھیلا دیئے گئے۔ رائے شماری کی تحریک شروع کرنے کے لئے کشمیری عوام کسی بہانے کی تلاش میں تھے ہی کہ انہیں شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری میں ایک وزن دار جواز ملا' اور وہ شہر و دیہات میں سڑکوں پر نکل آئے' اور رائے شماری کے موقف کے حق میں ایک عوامی ایجی ٹیشن شروع ہو گئی' حکومت نے چند روز میں فوج اور پولیس کی پوری قوت کے ساتھ اس ایجی ٹیشن کو کچل ڈالا۔ بہت سے لوگ گولیوں سے مارے گئے۔ بہت سے زخمی ہو گئے اور ایک اچھی خاصی تعداد جیل خانوں میں بھر دی گی۔ ریاست کے نئے وزیراعظم بخشی غلام محمد نے عوامی ایجی ٹیشن کو کچلنے کے بعد اپنے سیاسی مخالفین کو اپنے پیش رو کی طرح ہی دبانے کی کوشش کی' اور امن برگیڈ کا نام دے کر ایک نیم پولیس تنظیم کا جال بچھایا۔ جس نے پورے دس برس تک سول پوشاک پہن کر حریف سیاسی پارٹیوں' کارکنوں' ان کے حامیوں اور ہمدردوں کا جینا مشکل کر دیا۔ اور مردوں' عورتوں کی عزت و ناموس کے تحفظ' شہریوں کے بنیادی حقوق اور خزانہ عامرہ اور قومی دولت جیسی امانتوں کو خائنوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں سے بچانے کے سوالات اس دور کے سب سے مشکل اور خوفناک مسائل بن گئے تھے۔ غرض نیشنل کانفرنس کی قیادت نے ۱۹۴۷ء میں جس نظام قہروجبر کی نیو رکھ دی تھی' وہی نظام بخشی غلام محمد کے عہد وزارت میں اپنے نقطہ ء عروج پر پہنچ گیا۔

علی' نہرو معاہدہ

وادی کشمیر کے تازہ ترین بحران اور عوامی ایجی ٹیشن نے سارے پاکستان میں جذبات میں آگ لگائی اور وزیراعظم پاکستان محمد علی بوگرا' وزیراعظم جواہر لعل نہرو کے ساتھ کشمیر کی صورتحال پر مذاکرات کرنے کے لئے فی الفور نئی دہلی پہنچ گئے۔ چہار روزہ مذاکرات کے بعد ۲۰ اگست کو ہند اور پاکستان کے وزرائے اعظم نے تمام متنازعہ امور پر ایک مشترکہ اعلانیہ جاری کیا' جس میں کشمیر کا ذکر یوں کیا گیا:

" مسئلہ کشمیر پر خاص طور سے بات چیت ہوئی۔ یہ ان کی پختہ رائے ہے کہ عوام کی زندگی میں کم سے کم خلل پیدا کرتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لئے اسے عوام کی خواہشات کے مطابق حل کیا جانا چاہیے"۔

" ایک آزاد اور غیر جانبدار رائے شماری عوام کی خواہشات معلوم کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ چند سال پہلے اس قسم کی رائے شماری کی تجویز کی گئی تھی' اور اس کے ساتھ اتفاق کیا گیا تھا لیکن بعض تمہیدی مسائل پر اتفاق رائے پیدا نہ ہونے کے باعث اس کی جانب کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

" اس سلسلے میں بعض ہم آہنگیوں پر پہنچنے کے لئے وزرائے اعظم نے اتفاق کرلیا کہ ان تمہیدی مسائل پر براہ راست غور و خوض کیا جانا چاہیے۔ ان معاہدات کو نافذ کیا جانا ہو گا' اور دوسرا اقدام رائے شماری کے ناظم کی تقرری ہو گا۔

" ایک قسم کا عارضی ٹائم ٹیبل مرتب کرنے کے لئے طے پایا کہ اپریل کے آخر تک رائے شماری کے ناظم کا تقرر عمل میں لایا جانا چاہئے ....."--- (ڈی ڈینجران کشمیر ۱۹۲۔۱۹۳)

محاذ رائے شماری کا قیام

شیخ محمد عبداللہ کی غیر حاضری میں ۱۹۵۵ء میں ان کے دست راست اور وفادار

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ساتھی مشیر مال مرزا محمد افضل بیگ نے جموں و کشمیر محاذ رائے شماری کی بنیاد ڈالی۔ جس کی شاخیں "آناً فاناً" ساری ریاست خاص کر وادی کشمیر میں قائم ہو گئیں' اور ۱۹۷۵ء تک یہ جماعت رائے شماری چاہنے والے لاکھوں عوام کے لئے سب سے مضبوط اپوزیشن چٹان تھی۔ مرزا محمد افضل بیگ اس کے صدر رہے' اور شیخ عبداللہ اس کے روح رواں۔ لیکن خود موخر الذکر نے اس تنظیم کی رکنیت کبھی حاصل نہیں کی۔

شیخ محمد عبداللہ ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو جیل سے رہا کئے گئے لیکن اسی سال ۲۹ اپریل کو وہ دوبارہ گرفتار کرکے نظر بند کئے گئے۔ رہائی کے اس مختصر سے عرصے میں انہوں نے کئی عوامی جلسوں میں حق خود ارادیت اور رائے شماری کی تحریک کے ارد گرد عوام کو منظم و متحد ہو جانے کی دعوت دی۔

۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء کو درگاہ حضرت بل کے سٹیج سے تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

" الحاق کے لئے رائے شماری کی شرط خود ہندوستان نے ہی رکھی ہے۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کے بارے میں پنڈت جی' سردار پٹیل اور دوسرے رہنماؤں نے پارلیمنٹ میں سینکڑوں تقریریں کی ہیں۔ سلامتی کونسل میں اس کا اقرار کر لیا ہے کہ اس مسئلہ کا حل وہاں کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہم چند آدمیوں کو یہ فیصلہ نہیں کرنا ہے۔ یہ حق چالیس لاکھ آدمیوں' ہندوؤں مسلمانوں' سکھوں اور عیسائیوں کو دیا گیا ہے۔ سلامتی کونسل میں اس اصول کو ہند اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا ہے"۔

عبداللہ نے عوام کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ:

" اگر تم میں جذبہ حق ہے اور خون میں گرمی ہے تو آزادی کو کسی بھی قیمت پر فروخت کرنے کے لئے تیار نہ ہو"۔

آپ نے مزید کہا کہ ------ " الحاق وہی مضبوط ہو گا جو لوگ دل سے کریں' چاول' فوج اور روپے وغیرہ سے دل خریدے نہیں جا سکتے"۔

۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء کو پھر حضرت بل کے آستانے پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

جہاں تک رائے شماری کا تعلق ہے یہ کوئی نیا نعرہ نہیں ہے آج اگر شیخ محمد عبداللہ یہی کہہ رہا ہے کہ ریاست کے مستقبل کے بارے میں ان وعدوں کو پورا کیا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جائے' اور ریاست کے عوام کی رائے دریافت کی جائے تو وہ کونسا گناہ کر رہا ہے - یہ تو عوام کے ساتھ ایک وعدہ ہے جس کو پنڈت جی اور ہندوستان کے دوسرے رہنما بار بار دہرا چکے ہیں"۔

میں کھلے لفظوں میں تسلیم کرتا ہوں کہ ۹ اگست ۱۹۵۳ء تک جو کچھ ہوا اس کے لئے میں ذمہ دار ہوں ان سب باتوں کے باوجود رائے شماری کا وعدہ ہم نے ہمیشہ قائم رکھا' اور جو اقدامات کئے گئے وہ سب رائے شماری اور عوام کے فیصلے کے تابع کئے گئے۔ اس لئے آج رائے شماری کا مطالبہ گذشتہ اقدامات کے عین مطابق ہے..."

" جب میری گرفتاری کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے وزرائے اعظم نے نئی دہلی میں کئی روز تک کشمیر کے مسئلے پر بات چیت کی' اور اس کے بعد اعلان کیا کہ دونوں رائے شماری اور کشمیریوں کے فیصلہ کو ہی بطور حل قبول کرتے ہیں تو بخشی غلام محمد نے ۲۲ اگست کو یعنی میری گرفتاری کے دس دن بعد ہند اور پاکستان کے وزرائے اعظم کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے رائے شماری ہی کو کشمیر کے سوال کا حل قرار دیا"

" رائے شماری اور حق خودارادیت کا سوال کوئی نیا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ ہر ایک اپنے گھر کا آپ مالک ہے' اور جو فیصلہ وہ کرتا ہے وہ صحیح اور درست تصور کیا جاتا ہے۔ شری کرشنا مینن لاکھ تقریریں کریں' لیکن ان تقریروں سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ عوام کی جدوجہد جاری رہے گی"۔

۷ فروری ۱۹۵۸ء سری نگر کی تاریخی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے شیخ عبد اللہ نے جو کچھ کہا اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

" کہا جا رہا ہے کہ کشمیریوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور کشمیر ہند کا اٹوٹ حصہ بن گیا ہے لیکن میں اس کی تردید کر رہا ہوں' اور کہہ رہا ہوں کہ کشمیر کا کوئی فیصلہ تاحال کشمیری عوام نے صادر نہیں کیا ہے' اور نہ ان کو ابھی تک فیصلہ صادر کرنے کا کوئی موقعہ ہی ملا"۔

" بخشی صاحب جیسے ذمہ دار اشخاص تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب ہی رائے شماری تھی ایسی نامعقول باتوں کا جواب دینا تو اپنا وقت ضائع کرنا ہے اگر بخشی صاحب یہ بات ایمان داری سے کہتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب رائے شماری کا نعم البدل تھا' تو میری گرفتاری کے بعد ۱۹۵۳ء میں وہ رائے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شماری کے اس اعلان کا خیر مقدم کیوں کر رہے تھے' جو ہندو پاکستان کے وزرائے اعظم کے مشترکہ دستخطوں سے شائع ہوا تھا"۔

" رائے شماری ریاست کشمیر کے عوام کا ایسا حق ہے جس کو بہانہ یا حجت بازیوں اور طاقت کے بل بوتے پر ٹالا نہیں جا سکتا میری سب لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ کشمیر کے جھگڑے کو آخری بار طے کرنے کا موقعہ یہاں کے عوام کو دیں۔ عوام ہی سب سے بڑی عدالت ہیں' اور عوام کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہو سکتا ہے "۔
(آواز حق)

شیخ عبداللہ کشمیر سازش کیس میں

اپریل ۱۹۵۸ء میں وہ دوبارہ گرفتار کر لئے گئے اور ان کے خلاف کشمیر سازش کیس کے تحت مقدمہ شروع کیا گیا' اس مقدمہ کی کارروائیوں میں بھی اپنے اور اپنے رفقاء کے بیانات کے ذریعے انہوں نے حق خودارادیت کے مسئلہ بین الاقوامی اصول اور تنازعہ کشمیر کی بین الاقوامی حیثیت پر زور دیا استغاثہ کی جث کا مختصر جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

"کشمیر ایک بین الاقوامی سوال ہے۔ یہ ہندوستان کا اندرونی سوال نہیں ہے جیسا کہ بعض حلقوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے' اس لئے اس سلسلے میں کوئی بھی یکطرفہ فیصلہ بین الاقوامی قانون کی نظر میں وقعت نہیں رکھے گا اور نہ فریقین اس کو ماننے کے پابند ہوں گے۔ کشمیر کے متعلق جو معاہدے یا ذمہ داریاں قبول کی گئیں اور جو وعدے عوام سے کئے گئے وہ کسی ایک فرد کی سیاسی خواہش کا نتیجہ نہ تھے۔ جیسا کہ وکیل استغاثہ نے کہا ہے بلکہ وہ وعدے حکومت ہند کی طرف سے اس کے وزیراعظم نے کئے تھے اور وہ وعدے ملک کی پارلیمنٹ' جو عوام کے اقتدار اعلیٰ کی مظہر ہے۔ کی مرضی سے اور اس کی پوری حمایت سے کئے گئے تھے۔ اظہار حق صفحہ ۲۰ رپورٹ ۴۹

کشمیر سازش کیس کے ایک اور ملزم کی حیثیت سے مرزا محمد افضل بیگ کی بحث کا اقتباس بھی نوٹ کیجئے:

"گذارش ہے کہ میں نے محاذ رائے شماری جموں و کشمیر کی بنیاد ۱۹۵۵ء میں ڈالی ہے۔ اس تنظیم کا واحد مقصد یہ ہے کہ کشمیری عوام کے لئے پرامن ذرائع سے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حق خود ارادیت کا استعمال رائے شماری سے ہو' تاکہ ریاست کا الحاق حتمی طور پر ہند یا پاکستان کے ساتھ ہو جائے' جو سو فی صدی حکومت ہند کی ذمہ داریوں اور سلامتی کونسل کی قراردادوں کے عین مطابق ہے۔ جو وقتاً" فوقتاً" پاس ہوتی رہی ہیں"۔

" ہندوستان کی حکومت کا ۹ اگست ۱۹۵۳ء تک کشمیر کے جھگڑے کے متعلق کیا رویہ تھا۔ اس کے متعلق تو میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں' ۹ اگست ۵۳ء کے بعد بھی آج تک اخبارات کے ذریعے جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ باوجود شورو غل آج تک حکومت ہند یا اس کے کسی نمائندے نے یہ نہیں کہا کہ وہ سیکورٹی کونسل کی پاس کردہ تجاویز ۱۳ اگست ۴۸ء اور ۵ جنوری ۴۹ء کی پابند نہیں ہے۔ اور تو اور شری کرشنا مینن بھی ان تجاویز سے انکار نہ کر سکے۔ اور انہیں بھی سیکورٹی کونسل سے کہنا پڑا کہ حکومت ہند نے کب ان دو تجاویز سے انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کا معاملہ ابھی تک ایک کھلا سوال ہے' جب صورت ایسی ہو تو اصول کی خاطر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ریاست کا کوئی باشندہ یہ رائے رکھتا ہو کہ اس کے وطن کی بہتری اس بات میں مضمر ہے کہ وہ پاکستان کا ایک حصہ بن جائے تو اس میں کیا جرم ہے یا دوسری صورت میں اگر کسی باشندہ ریاست کا یہ خیال ہو کہ اس کے وطن کی بہتری اس بات میں مضمر ہے کہ یہ ہند کا ایک حصہ بن جائے تو اس میں کیا جرم ہے یا تیسری صورت میں اگر کوئی باشندہ ریاست یہ خیال رکھتا ہو کہ اس کے وطن کی بہتری اس بات میں ہے کہ یہ دونوں ہمسایہ ملکوں کے ساتھ دوستانہ رابطہ رکھے تو وہ کس جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے جس قانون کے ساتھ سارے برصغیر نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی' اس قانون کی رو سے ہند کی ریاستوں کو یہ تینوں متبادل صورتیں پیش کی گئی تھیں ..... جناب والا! میں کوئی قانون دان نہیں ہوں لیکن قانون دان حضرات سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی قانون ہے جس کی رو سے یہ جرم قرار دیا گیا ہو کہ کوئی باشندہ ریاست اپنے وطن کے مستقبل کے متعلق یہ رائے رکھتا ہو' اور اس رائے پر دوسروں کو بھی آمادہ کرتا ہو کہ اس کا وطن پاکستان کا حصہ بن جائے۔ میرے ناقص علم میں ایسا کوئی قانون نہیں اور ہندوستان کے قول و قرار کے پیش نظر یہ بات جرم ہو ہی نہیں سکتی۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ کا ایک بیان

۱۷ فروری ۵۸ء کو شیخ محمد عبداللہ کا ایک بیان بہ یک وقت سرینگر اور دہلی کے اخبارات میں چھپا۔ اس کے ضروری اقتباسات ملاحظہ فرمایئے :

" میرے بدخواہ مجھے اس معاملہ میں قصور وار گردانتے ہیں کہ میں آئین ساز اسمبلی کے فیصلے کو قطعی کیوں نہیں تسلیم کرتا ہوں' اس سلسلے میں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ بھارتی حکومت نے خود الحاق کے معاملے میں آئین ساز اسمبلی کے فیصلے کو قطعی نہیں مانا ہے۔ سرنی' این راؤ نے سکیورٹی کونسل میں بھارت کے نمائندے کی حیثیت سے ۹ مارچ ۵۱ء کو کہا تھا کہ میری حکومت کا یہی نظریہ ہے البتہ آئین ساز اسمبلی اس سوال پر خواہ جو جی چاہے اظہار کرے مگر اسے اس سلسلے میں کسی فیصلے کا اختیار نہیں ہے۔" پھر ۲۹ مارچ ۵۱ء کو انہوں نے کہا کہ اگر آئین ساز اسمبلی اس سوال پر کوئی رائے دینا چاہے تو اسے طبعی طور پر کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن یہ رائے میری حکومت پر نہ تو کوئی فرض عائد کرتی ہے نہ ہی سکیورٹی کونسل کی کارروائی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ نتیجتاً" سکیورٹی کونسل نے ۳۰ مارچ ۵۱ء کو ایک قرارداد منظور کی' جس کے ابتدائی حصے یہ ہیں۔" یہ جانتے ہوئے کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی بہت سی باتیں تسلیم کی ہیں اور یہ بات مان لی ہے کہ ریاست کے مستقبل کا سوال اقوام متحدہ کی نگرانی میں جمہوری طریقے پر غیر جانبداری اور آزادی سے حل ہو گا اور یہ مشاہدہ کرتے ہوئے کہ ۲۷ اکتوبر ۵۰ء کو آل جموں اینڈ کشمیر نیشنل کانفرنس " کی جنرل کونسل نے ایک قرار داد منظور کی تھی' جس کی رو سے اس مقصد کے لئے ایک مجلس دستور ساز تشکیل دی گئی تھی تاکہ وہ ریاست کے مستقبل اور الحاق کا فیصلہ کرے۔ ذمہ دار ہستیوں کے بیانات سے مزید یہ بات جانتے ہوئے کہ جس علاقے سے اس مجلس دستور ساز کا انتخاب ہو گا' وہ فقط ریاست جموں و کشمیر کی ہی ہو گی " اس لئے متعلقہ حکومتوں اور افسروں کو سکیورٹی کونسل کی ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء' ۳ جون ۱۹۴۸ء اور ۱۴ مارچ ۱۹۵۰ء کی قرار دادیں اور اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی ۱۳ اگست ۴۸ء اور ۵ جنوری ۴۹ء کی قراردادوں کے اصول یاد دلاتے ہوئے کہ ریاست جموں و کشمیر کا قطعی فیصلہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں جمہوری طریقوں سے وہاں کے عوام کی خواہشات کے مطابق ایک آزاد اور غیر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جانب دار استصواب رائے سے ہو گا"۔ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ آل جموں اینڈ کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل کی سفارشات سے معرض وجود میں آنے والی مجلس دستور ساز اور اس مجلس کا ریاست کے مستقبل اور اس کے سارے یا کسی حصے کا الحاق کرنے کا فیصلہ مذکورہ بالا اصول کے مطابق ریاست کے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہو گا"۔ ۱۹۵۰ء میں اس موضوع پر بھارتی پارلیمان میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے پنڈت نہرو نے ریاست کے الحاق کے متعلق کشمیر کی مجلس قانون ساز کے فیصلے کو غیر قانونی قرار دیا تھا' اور کہا تھا کہ اس سے کشمیر کے بارے میں بین الاقوامی تنازعہ حل نہیں ہو سکتا..... تب ایک وقت ایسا آیا کہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے بلا واسطہ گفت و شنید سے جھگڑا طے کرنے کی کوشش کی۔ مئی ۵۳ء میں ہم نیشنل کانفرنس کے اراکین سے کہا گیا کہ ہم بھی اس مسئلے کے حل کے لئے مختلف تجویزیں پیش کریں۔ ۹ جون ۱۹۵۳ء کو نیشنل کانفرنس کی ایک چوٹی کانفرنس نے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل فیصلے منظور کئے' اور پنڈت نہرو کو بھیج دیئے گئے۔

ا۔ پوری ریاست میں رائے شماری

ب۔ ساری ریاست کی آزادی

ج۔ ساری ریاست کی آزادی مگر خارجی امور اور دفاع بھارت پاکستان کے ہاتھ میں ہو۔

د۔ ڈکسن کی تجویز' لیکن استصواب رائے والا علاقہ آزاد ہو۔

بخشی غلام محمد صاحب اس بات کی پرزور حمایت کرتے تھے کہ اس تجویز کو سر فہرست رکھا جائے۔ اور اسے تنازعے کا باعزت اور قابل عمل حل سمجھا جائے۔ لیکن مولانا مسعودی کا خیال تھا کہ تجویزوں کی یہی ترتیب صحیح ہے' اور یہی برقرار رکھی جائے۔۔۔۔۔ بدقسمتی سے بھارت کے کرتا دھرتا ان تجویزوں کی قدر و قیمت سراہ نہ سکے۔ اور بات آگے نہ بڑھ سکی"۔

اپنی رہائی کے بعد ایک روز جامع مسجد سری نگر میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا:

رہائی کے بعد ہندوستان کے وزیروں' لیڈروں اور یہاں کے مخالف دوستوں کے اعتراضات میں دھمکی اور تلخ نوائی کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ ہند سے کشمیر کے الحاق کے بارے میں سب کچھ شیخ محمد عبداللہ نے ہی کیا تھا۔ اسی نے اسمبلی بنوائی اور دہلی کا معاہدہ کیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

۹ اگست ۱۹۵۳ء تک میں نے جو اقدامات کئے مجھے ان سے انکار نہیں۔ لیکن یہ سب باتیں رائے شماری کے تابع تھیں۔ کسی بھی اقدام کا مقصد یہ نہ تھا کہ رائے شماری نہیں ہو گی۔ الحاق کو عارضی تسلیم کر لیا گیا تھا' اور رائے شماری کی شرط پر تمام اقدامات ہوئے تھے۔ جب بھی کوئی بات ہوتی تھی۔ اسی شرط کو مقدم سمجھا جاتا تھا"۔

۵ مارچ ۱۹۵۸ء کو رعناواری کے ایک جلسہ عام میں شیخ محمد عبداللہ نے کہا:

" ایک موقعہ پر میں نے کونسل میں کشمیر کا نکتہ نگاہ پیش کیا اور دنیا کی اقوام کے نمائندوں کی اس مجلس کے سامنے میں نے یہی بات کہی کہ کشمیر کے الحاق کا معاملہ عوام کی رائے سے طے ہو گا۔ کیونکہ یہ ابتداء سے ہی طے شدہ امر تھا۔ آگے چل کر ہند اور پاکستان دونوں نے اس اصول کو اتفاق رائے سے تسلیم کر لیا' اور رائے شماری کا اصول فریقین کے درمیان ایک مسلمہ اور متفقہ مسئلہ ہے۔ آخر میں بحث صرف اس بات پر رہ گئی تھی کہ ریاست کے اندر رائے شماری کے وقت دونوں ملکوں کی مسلح طاقت کا توازن کیا ہو' اور آج تک یہی ایک مسئلہ ہے جو طے نہ ہوا"۔

درگاہ حضرت بل میں عہد

۲۱ فروری ۱۹۵۸ء کو معراج النبیؐ کی تقریب کے بعد آنے والا جمعہ تھا اور شہر و دیہات سے اڑھائی لاکھ کے قریب مسلمان حضرت بل میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ سوا دو گھنٹے تک ایک طویل تقریر کرنے کے بعد آپ نے عوام کے سامنے ایک تحریری تجویز رکھی' اور ان سے کہا کہ اگر انہیں تجویز کے ساتھ اتفاق ہے تو زبان سے ہاں کہیں اور اپنے یقین پر خدا کو گواہ بناتے ہوئے ہاتھ بلند کریں۔ تجویز کا کشمیری ترجمہ اور اس کی تشریح شیخ عبد اللہ سے سننے کے بعد جلسے میں ہاتھوں کے جنگل بلند ہوئے اور پرجوش نعروں کے درمیان یہ تجویز قبول ہوئی۔

" ریاست جموں و کشمیر کے آئندہ تعلقات کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے کا حق اس ریاست کے عوام کو ہی حاصل ہے' اور فیصلہ لینے کی منصفانہ صورت یہ ہے کہ ریاست کے عوام کو اپنا حق خود ارادیت غیر جانبدار بین الاقوامی نگرانی میں ایسے مسلمہ جمہوری طریقے سے استعمال کرنے کا موقعہ دیا جائے جس پر متعلقہ فریق اتفاق کر چکے ہیں' یا دوسرا جو طریقہ متعلقین کے لئے قابل قبول ہو"۔

اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ اس تجویز کی تائید پر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ثابت قدم رہنے کے لئے آج کے متبرک روز اس متبرک مقام پر میرے ساتھ حلف اٹھائیں' آپ نے حسب ذیل حلف نامہ اردو میں پڑھا اور اس کا کشمیری زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ عوام نے بالاتفاق اور جوش و خروش کے ساتھ اسے بھی قبول کر لیا۔

"کشمیر کے عوام کا یہ عظیم اجتماع آج اس متبرک دن' آثار شریف حضرت بل کے مقدس مقام پر حریت و آزادی کی راہ میں قربانی پیش کرنے اور آزادی کی جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے اُس عہد کی تجدید کرتا ہے' جو ۲۷ سال قبل خانقاہ معلّٰی کے صحن پاک میں لیا گیا تھا۔ اور اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ تاحال نہیں ہو پایا ہے اور جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسمبلی کے ذریعے انہوں نے الحاق کی تکمیل کی ہے۔ وہ اپنی حد سے تجاوز کرکے غلط بیانی کا ارتکاب کررہے ہیں۔

..... ہم اس یقین اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں کہ کشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ وہی ہو گا جو حق خود ارادیت کا استعمال کرکے ریاست کے عوام اندرونی اور بیرونی دباؤ سے آزاد رہ کر جمہوری طریقے سے صادر کریں گے' ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ عوام کے اس حق کو حاصل کرنے کے لئے ہم اپنی پرامن اور مسلسل جدوجہد منظم طریقے سے جاری رکھیں گے۔ اور اس راہ میں کوئی ممکنہ قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کریں گے"۔

ریفرنڈم اور رائے شماری کا فرق

آپ نے کشمیر سازش کیس' کی سماعت کے دوران' اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اور مسئلہ کشمیر کی بین الاقوامی حیثیت کے حق میں اپنے دلائل کو اس طرح پیش کیا:

"اول یہ کہ کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ یہ ہندوستان کا اندرونی مسئلہ نہیں ہے۔ جیساکہ بعض حلقوں میں غلط خیال پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں کوئی بھی یک طرفہ فیصلہ بین الاقوامی قانون کی نظر میں نہ وقعت رکھے گا' اور نہ متعلقہ فریقین اس کو ماننے کے پابند ہوں گے۔ دوم یہ کہ کشمیر کے سلسلے میں جو معاہدے یا ذمہ داریاں قبول کی گئیں' اور جو وعدے عوام سے کئے گئے کہ وہ کسی ایک فرد کی سیاسی خواہش کا نتیجہ نہ تھے جیسا کہ وکیل استغاثہ نے کہا ہے بلکہ وہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وعدے حکومت ہند کی طرف سے اس کے وزیراعظم نے کئے تھے اور وہ وعدے ملک کی پارلیمنٹ نے جو عوام کے اقتدار اعلیٰ کی مظہر ہے' کی مرضی سے اور اس کی پوری حمایت کے ساتھ کئے گئے تھے"۔

" عوام کو جنہیں موجودہ جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ کا مالک مانا جاتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں یہ دو ہتھیار ہیں۔ ریفرنڈم کے تحت کسی متنازعہ قانون یا معاملہ کو عوام کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ انہیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ آیا وہ اس کے حق میں ہیں یا اس کے خلاف' رائے شماری کا مفہوم وسیع تر ہے اور اس کو اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کچھ بنیادی تبدیلیاں مثلاً دو آزاد اور خودمختار ممالک کے درمیان علاقائی ردوبدل کرنا مقصود ہو' ایران میں ڈاکٹر مصدق کی وزارت عظمیٰ کے دوران ابادان پیٹرولیم کمپنی کو قومی ملکیت قرار دیا گیا تھا اس سلسلے میں وہاں ریفرنڈم کر دیا گیا تھا۔ رائے شماری کی مثالیں ہمیں سار' منگولیا' کیمرون اور افریقہ کی دوسری ریاستوں میں ملتی ہیں۔ جہاں علاقائی ردوبدل رائے شماری سے کر دیا گیا ہے "

وائٹ پیپر کی اشاعت

اگست ۱۹۶۴ء میں جموں وکشمیر محاذ رائے شماری نے ۲۴ صفحات پر ایک قرطاس ابیض جاری کیا جس میں مسئلہ کشمیر کے وجود' ہند کے ساتھ عارضی الحاق' دفعہ ۳۷۰ اور دوسرے متعلقہ اقدامات کا تفصیلی جائزہ' تاریخی تواتر اور قانونی پہلوؤں سے لیا گیا' اس کے علاوہ قرطاس ابیض میں اُن لوگوں کا دعویٰ مسترد کر دیا گیا جو یہ کہتے پھرتے تھے کہ " ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق مکمل ' حتمی اور ناقابل تنسیخ ہے "۔ اور کشمیر کو ہند سے الگ ہو جانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ پارلیمنٹ ہی کو علیحدگی کی منظوری دینے کا اختیار ہے "۔

محاذ رائے شماری نے قرطاس ابیض میں تمام امور کا تجزیہ کرکے آخر میں اپنے اس موقف کا اعادہ کیا کہ ہندوستان کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق بالکل عارضی نوعیت کا ہے۔ یہ الحاق مکمل' آخری اور ناقال تنسیخ نہیں ہے۔

۲۱ مارچ ۶۵ء کو جموں وکشمیر محاذ رائے شماری کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد کے ذریعے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے رائے شماری پر اپنے ایمان و ایقان کا پھر سے اظہار کیا۔ قرارداد میں کہا گیا کہ رائے شماری کے ذریعے ہی مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

لئے حل کیا جا سکتا ہے۔ اور صرف اسی طریقے سے مسئلہ کے فریقین کے مابین مفاہمت و خیر سگالی کے جذبات پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

۲۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو محاذ رائے شماری کا ایک خصوصی کنونشن منعقد ہوا' جس میں اور باتوں کے علاوہ محاذ نے ایک قرار داد پاس کروا کے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ ریاست کی دیگر تنظیموں کے شانہ بشانہ ریاستی عوام کے لئے حق خود ارادیت کی جدوجہد کو جاری رکھے گا۔ تاکہ کشمیر کا پریشان کن سوال حل ہو کر ہند اور پاکستان کے درمیان دائمی دوستی اور مفاہمت پیدا ہو' جو ریاستی عوام کی امنگوں اور آرزوؤں کی آئینہ دار ثابت ہو"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۱ء تک

۲ جنوری ۱۹۶۸ء کو حکومت نے شیخ محمد عبداللہ کے خلاف وہ حکم واپس لے لیا جس کی رو سے آپ پر اور آپ کے رفقاء پر سات مئی ۱۹۶۵ء سے ریاست میں داخل ہونے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ اور آپ ۳۷ ماہ کی جلا وطنی گذارنے کے بعد چار مارچ ۱۹۶۸ء کو واپس سری نگر لوٹے۔ اس کے بعد ۹ جنوری ۱۹۷۱ء تک جس روز ریاست کی حدود میں آپ کا داخلہ پھر سے ممنوع قرار دیا گیا' آپ نے مختلف جلسوں اور اخبار نویسوں کے ساتھ ملاقاتوں میں لگاتار حق خودارادیت اور رائے شماری کے حصول اور استعمال کے مطالبات کئے۔

شیخ عبد اللہ نے بھارتی جن سنگھ کے ترجمان " آرگنائزر" کو ایک خصوصی انٹرویو دیا۔ اخبار نویس کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کشمیر کا ایک الگ مقدمہ کیوں بناتے ہیں' اور اسے مرکز اور ریاستوں کے درمیان تعلقات کے عظیم تر معاملے کا حصہ کیوں نہیں قرار دیتے؟ شیخ عبد اللہ نے کہا کہ " دوسرے لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ ان کا اپنا کام ہے' میں وہی کچھ کر رہا ہوں جو کشمیر کے لئے بہتر سمجھ رہا ہوں اور مجھے ایسا کرنے کا حق ہے"

۱۹ جنوری ۱۹۶۸ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے عظیم اجتماع میں شیخ عبد اللہ نے ہندی مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

آپ کے اور ہمارے درمیان الحاق عارضی ہے۔ یہ فیصلہ کشمیری کریں گے کہ وہ ہندوستان میں جائیں گے یا پاکستان میں یا ایک آزاد حیثیت اختیار کریں گے "۔

۳۰ جنوری ۱۹۶۸ء کو آپ مرکزی جمعیت العلمائے ہند مسجد عبدالنبیؐ میں دیئے گئے ایک استقبالیہ میں شریک ہوئے آپ نے جمعیت کے سپاسنامے کے جواب میں اور باتوں کے علاوہ دستاویز الحاق کا بھی ذکر کیا اور کہا:

دستاویز الحاق پر ایک کمیٹی نے غور کیا' جس میں مونٹ بیٹن' شری نہرو' سردار پٹیل اور میں شریک تھے سوال یہ تھا کہ اس کو منظور کیا جائے یا نہیں اول تو یہ کہ یہ دستخط مجبوراً" کئے گئے تھے' اور پھر سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ یا پاکستان کی مخالفت میں دستخط کئے گئے تھے۔ ہندوستان سے ملنے کا تصفیہ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ بس طے پایا تھا کہ جب امن ہو جائے۔ حالات عام دنوں جیسے ہو جائیں۔ تب عوام

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سے الحاق کی تائید کرائی جائے اور اس کے بعد ہی اس کو قطعی سمجھا جائے۔ یہ شرط تھی ہند سے ہمارے الحاق کی شری نہرو نے اپنی تقریروں میں' پارلیمنٹ میں اپنے بیانات میں اس بات کو تسلیم کرلیا"

۴ مارچ ۱۹۶۸ء کو سری نگر پہنچنے پر شیخ عبداللہ نے مجاہد منزل سری نگر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حق خودارادیت پر اپنے عزم و ایمان کا اعادہ کرتے ہوئے کہا:

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے نصب العین کے حصول کے لئے میں اور میرے ساتھی اپنی جانیں تک نذر کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کریں گے۔ اگر ہم نے اپنے موقف پر کسی قسم کی سودا بازی چاہی ہوتی' تو ہمیں چودہ سال کی طویل مدت تک جیل میں رہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی"۔

"انہیں محسوس کرنا چاہئے کہ جو کوئی قدم بھی وہ اٹھائیں گے' لیکن وہ کشمیری عوام کے اس حق سے کھیلنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ بلکہ انہیں یہ حق دینا ہی پڑے گا ہمیں اس کا کوئی غم نہیں کہ اس جدوجہد میں ہمیں بیس برس لگتے ہیں یا سو سال۔ اگر اس جدوجہد میں خود شیخ عبداللہ کی جان بھی جاتی ہے تو اس کی خاکستر سے لاکھوں شیخ عبداللہ پیدا ہوں گے۔ جو اس حق کے حصول کے لئے جدوجہد کریں گے"۔

۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء کو عیدالاضحیٰ کی مقدس تقریب پر شیخ عبد اللہ نے یوں خبردار کیا :

"کسی تنظیم کو یا چند افراد کو کرسی اقتدار پر بٹھانے سے کشمیر ہندوستان کا اٹوٹ حصہ نہیں بن سکتا"۔

۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء کو حضرت بل سری نگر کے پلیٹ فارم سے شیخ عبد اللہ نے بلند آواز سے کہا:

"ہم صرف اتنی سی بات کہہ رہے ہیں کہ کشمیر ہمارا ملک ہے اور ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں کہ آیا ہم پاکستان کے ساتھ الحاق کریں یا ہند کے ساتھ۔ یا ہم آزاد رہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ہند یا پاکستان ہمیں اپنی پسند کے مطابق اپنا مستقبل طے کرنے سے روک نہیں سکتا۔"

۱۶ مارچ ۱۹۶۸ء کو سری نگر اسلام آباد سڑک پر واقع قصبہ بیج بہاڑہ میں شیخ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عبداللہ نے کہا:

..... اس لئے ہم بھارت اور پاکستان دونوں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ ہمارے اس حق پر اتفاق کریں جس کی رو سے ہمیں اپنا مستقبل آپ طے کرنے کا اختیار ہے۔ ہندوستان کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کشمیر پاکستان میں شامل نہ ہوجائے۔ لیکن کشمیر کسی کی جائیداد نہیں ہے یہ کشمیری عوام کی ملکیت ہے۔ جو ۱۹۳۱ء سے ظلم و ستم کے خلاف ایک پیہم جدوجہد میں مصروف ہیں"۔

۲۰ مارچ ۱۹۶۸ء کو نیڈوز ہوٹل سری نگر میں سری نگر بار ایسوسی ایشن کی طرف سے دیئے گئے ایک ایٹ ہوم (AT HOME) پر سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسئلہ کشمیر میں پاکستان کی فریقانہ حیثیت پر یوں جرح کی:

"انڈیا کا دعویٰ یہ ہے کہ پاکستان کشمیر کے سوال میں کوئی فریق نہیں ہے۔ اگر پاکستان مسئلہ کشمیر میں کوئی فریق نہیں ہے' پھر حاجی پیر کیوں پاکستان کو واپس کر دیا گیا۔ جب کہ بھارت کا دعویٰ تھا کہ حاجی پیر مملکت ہند کا ایک حصہ ہے"۔

شیخ عبداللہ کے دست راست مرزا محمد افضل بیگ نے ۱۵ فروری ۱۹۶۸ء کو "تقریر شیر کشمیر" کے عنوان سے ایک کتابچہ جاری کرتے ہوئے اپنے پیش لفظ میں لکھا:

..... یہ کہنا کہ مسئلہ کشمیر میں پاکستان کوئی فریق نہیں ہے' بے سود بات ہے' اور تاریخ اور واقعات سے آنکھیں موندھنے کے مترادف ہے۔ پاکستان اس مسئلہ میں سراسر فریق ہے اور موثر فریق رہا ہے۔ جنگ بندی کا معاہدہ کس سے کیا گیا تھا۔ سیکورٹی کونسل کی قراردادوں' فیصلوں اور تاشقند معاہدے میں کون فریق تھا اور کس نے دستخط کئے تھے۔ ان ٹھوس حقائق کی موجودگی میں یہ بات کیسے قبول ہو گی۔ کہ پاکستان کو مسئلہ کشمیر میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہم تاریخ کو کیسے مٹا سکتے ہیں۔ شیخ عبداللہ نے کہا کہ ایک انگریزی کہاوت ہے کہ اگر کبھی ہم احمقوں کی طرح سوچیں بھی لیکن احمقانہ فعل نہیں کرنا چاہئے اس دعوے کا حوالہ دیتے ہوئے کہ کشمیر ایک طے شدہ معاملہ ہے' اور اس پر کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی' شری ونو بھاوا جی نے ۶۵ء میں کہا تھا کہ کشمیر فیصلہ شدہ مسئلہ اس وقت قرار دیا جا سکتا ہے' جب ہند' پاکستان' کشمیری عوام اور دنیا بھر یہ تسلیم کرے کہ یہ مسئلہ طے ہو گیا' مجلس اقوام کے سیکرٹری جنرل اوتھانٹ نے بھی یاد دلایا ہے کہ مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں بدستور موجود ہے۔ تب ہمیں خود فریبی میں مبتلا ہو کر سیمرغ کی چال نہیں چلنا چاہئے۔ پاکستان کشمیر کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دروازے پر ہے' اور بیس برس سے کشمیر کے ساتھ ہندوستان نے اپنے عمل سے وابستہ رکھا ہے۔ کیا گزشتہ بیس برس میں پاکستان کو بحیثیت فریق ہندوستان فراموش کرنے میں خود کامیاب ہوا ؟ حقیقتیں بے رحم سہی' مگر ناقابل فراموش نہیں"

سٹیٹ پیپلز کنونشن اور محاذ رائے شماری

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مجاہد منزل سری نگر میں جموں و کشمیر سٹیٹ پیپلز کنونشن کے اجلاس میں شیخ عبداللہ کے داماد' وزیر خوراک و سپلائی' خواجہ غلام محمد شاہ نے محاذ رائے شماری کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے "مسئلہ کشمیر اور اس کا حل" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا' جس میں وہ اپنے موقف کی قطعیت اور صداقت کو یوں پیش کرتے ہیں۔

" مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف تجویزیں پیش کی جا چکی ہیں۔ ہند اور پاکستان کشمیری باشندوں کا رائے شماری کا حق مان چکے ہیں اور ان کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ساری دنیا کے سامنے انہوں نے اس معاملے میں عہد کیا ہے۔ اس لئے کوئی فریق بھی کشمیریوں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کر سکتا۔ کچھ مخصوص لوگوں کی طرف سے یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ مسئلہ حل کرنے کا یہ طریقہ حالیہ واقعات کی بدولت قابل عمل نہیں رہا۔ تب ہمیں چاہئے کہ ہم برصغیر میں امن اور خوش حالی قائم کرنے کے لئے ایسا کوئی اور حل ڈھونڈیں۔ جس سے یہ مسئلہ طے ہو' اور عوام کا حق خود ارادیت بھی قائم رہے' اس مسئلہ کے حل کے لئے مختلف قسم کی قابل عمل اور ناقابل عمل تجویزیں پیش ہوئی ہیں۔ کچھ تجویزوں میں حالات کو جوں کا توں رکھنے کی حمایت کی گئی ہے۔ لیکن اس تجویز پر تو ہم مسلسل بیس سال سے عمل کرتے آئے ہیں اور یہ طریقہ کلیتاً" ناکام رہا ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ۵۳ء کو ایک بار پھر دہرایا نہ جائے گا۔۔۔ ؟ کیا ریاستی عوام اس پوزیشن کو تسلیم کریں گے ؟ کیا پاکستان جو اس معاملہ میں ہندوستان سے بھی زیادہ فریق ہے اس تجویز کو ماننے پر تیار ہوگا؟ یہ ایک سخت اور تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کے ساتھ ریاست کے جغرافیائی' تہذیبی مذہبی اور لسانی روابط ہندوستان سے کہیں زیادہ ہیں کہ کشمیر اور ہندوستان کے درمیان کوئی بات چیت پاکستان کو نظر انداز کرکے نہیں کی جا سکتی۔ پاکستان کو نظر انداز کرنا نہ صرف ایک نیا فریب ہے بلکہ اس کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بدولت دونوں ملکوں کے درمیان اتحاد کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ تاہم معاملات میں بعض اوقات طلسمی تبدیلی ہو جایا کرتی ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں اس جادو نے خود کشمیر پر ایسا اثر ڈالا کہ اس کی وجہ سے کشمیر بخوشی اور خود ہندوستان سے جا ملا۔ کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ طلسمی ڈنڈا شیر کشمیر اور اس کے لوگوں کے لئے ظلم وجبر کا ڈنڈا بن جائے گا۔ اس لئے ہندوستان کے آئین کی حدود میں کوئی بھی معاملہ عوام اور ان کی ترقی و خوشحالی کے لئے پرفریب ہو گا اور اگر اسے منظور کر لیا گیا تو یہ عوام کے ساتھ نئی دغا بازی ہو گی۔

یہ تجویز کہ اول ہندوستان اور کشمیر باہمی گفت و شنید کریں' اور جب کوئی طریقہ کار متعین ہو جائے۔ تب پاکستان کو بھی مشوروں میں شریک کر لیا جائے' ایک دوسرا جال ہے جس سے میں آپ سب کو باخبر رکھنا چاہتا ہوں۔ اس تجویز کو فوراً" سے پہلے مسترد کر لینا چاہئے۔ گفت و شنید کے آغاز سے ہی پاکستان کو ایک مکمل فریق کی حیثیت سے شامل کیا جانا چاہئے۔ یہاں میں ایک حدیث کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں

لا یلدغ المئومن من حجرٍ مرّتین

(مئومن دو بار ایک ہی سوراخ سے ڈسا نہیں جاسکتا)

یہ کہنا تو احمقانہ ہے کہ انتخابات رائے شماری کا بدل ہو سکتے ہیں۔ جب تک یہ مسئلہ ہند اور پاکستان کے درمیان موجود ہے کشمیر میں آزادانہ انتخابات ممکن ہی نہیں ہیں' اور نہ حکومت ہند ہی اس کی اجازت دے گی۔ کیونکہ اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر عوام کے صحیح نمائندے منتخب ہو گئے تو اٹوٹ انگ کی رٹ ناپید ہو جائے گی۔

یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ اگر کشمیر ہندوستان کا حصہ رہتا ہے تو ترقی پسند عناصر کو تقویت ملے گی۔ کیا میں ان نام نہاد ترقی پسند عناصر سے پوچھ سکتا ہوں کہ ۵۳ء میں انہوں نے ایک رجعت پسندانہ کھیل کیوں کھیلا تھا؟ بجائے اس کے کہ وہ ہماری مدد کرتے' عوام کی خواہشات اور جذبات کو سمجھتے اور محسوس کرتے' انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا' اور ہمیں رجعت پسند بھیڑیوں کے غار میں دھکیل دیا۔ اب یہ دلیل بہت فرسودہ ہو چکی ہے۔ بقول ان دوستوں کے کہ پاکستان ایک فرقہ پرست اور رجعت پسند ملک ہے تو پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہند کی بہ نسبت پاکستان کو ہماری زیادہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ضرورت ہے۔ ہمیں پاکستان میں ترقی پسند اور سیکولر رجحانات کو مستحکم کرنا چاہئے' تاکہ ایک پائدار اور حقیقی دوستی کا مقصد حاصل کیا جا سکے۔

یہ دلیل بھی دی جا رہی ہے کہ اگر رائے شماری ہوئی اور لوگوں نے پاکستان جانے کا فیصلہ کیا تو جو خراب صورتحال آزاد کشمیر میں ہے۔ وہی ہماری بھی ہو گی اس دلیل کی قلعی اس وقت کھل جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت ہند نے ہمارے پار والے بھائیوں کو اس کنونشن میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی ہے اگر اوپر والی دلیل صحیح ہوتی تو حکومت بہ چشم زدن ان لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت دیتی۔ تاکہ وہ لوگ اپنی مشکلات سے ہمیں آگاہ کرتے۔ مگر اصلیت وہ نہیں ہے جو کہی جاتی ہے بلکہ اس کے برعکس ہے۔

ساری صورتحال کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد صرف ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے' وہ یہ کہ لوگوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور یہ فیصلہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کے ذریعے عمل میں آئے۔ ایسا کیوں کیا جائے اس کی وجوہات یہ ہیں:

ا۔ رائے شماری کا وعدہ حکومت ہند کر چکی ہے۔

ب۔ ہند' پاکستان اور اقوام متحدہ اس کے پابند ہیں

ج۔ یہی وہ جمہوری طریقہ ہے' جس کے ذریعے ریاست کے تمام بالغ عوام اپنی مرضی کا اظہار کر سکیں گے' اور اس طرح محسوس ہو گا کہ انہوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کیا ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریاست کی اکثریت کا مطالبہ یہی ہے۔ اس مطالبے پر عمل درآمد مشکل نہیں ہے۔ پانچ سال تک ریاست جموں و کشمیر کے دونوں حصوں میں جوں کی توں صورتحال برقرار رکھی جائے' اس دوران شیخ محمد عبداللہ کو ہند پاکستان کے درمیان نقل و حرکت کی پوری آزادی ہو' تاکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام راستے ہموار کئے جائیں"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

موئے مقدس کی ایجی ٹیشن

اب وزیراعظم بخشی غلام محمد اور ان کے خاندان کے قاہرانہ نظام حکومت کی ایک دہائی گذر چکی تھی۔اور عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ اگست ۱۹۶۳ء میں وزیراعظم نہرو کے کامراج پلان نے کشمیر میں بخشی غلام محمد کی لمبی خوش قسمتی کے ستارے غروب کر دیئے۔ بخشی غلام محمد کے استعفیٰ سے خوشی کی لہر دوڑی اور کشمیریوں نے چین کا سانس لیا۔ خواجہ شمس الدین ریاست کے نئے وزیراعظم بنائے گئے لیکن ان کے اقتدار کا تارا صرف نوے دن رہ کر غروب ہو گیا۔

موسم سرما حالت کمال پر تھا اور چلئہ کلان کی ٹھٹھرانے والی سردی نے وادی کشمیر کے سبزہ زاروں اور گلزاروں کی رنگینیاں اور رعنائیاں ختم کر دی تھیں۔ ندی نالوں پر یخ بستگی کی کیفیت طاری تھی۔ بہار کی صبحوں کو دلنواز خیر مقدمی نغمے سنانے والے پرندے بھی نقل مکانی کر چکے تھے۔ تمام تعلیمی ادارے سرمائی تعطیلات کے لئے بند ہو چکے تھے طالب علم امتحانات کی تیاریوں کے لئے اپنے اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو چکے تھے' غریب کشمیری محنت مزدوری کے لئے اپنی اپنی خس پوش جھونپڑیوں کو چھوڑ کر وادی سے باہر جموں اور پنجاب کی سڑکوں پر گھوم رہے تھے۔ دربار مئو کے باعث سیکرٹریٹ کے ہزاروں ملازم جموں میں قیام پذیر تھے۔ راتیں لمبی اور دن چھوٹے تھے۔ اور آفتاب عالم تاب نے برف باری کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا موقعہ دینے کے لئے خود گھنے بادلوں کی نقاب اوڑھ لی تھی۔ کہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو علی الصباح دنیا نے سری نگر کے مرکز سے چند میل دور واقع حضرت بل کی درگاہ سے موئے مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پراسرار اور اچانک گم شدگی کی لرزہ خیز خبر سنی۔ جو کشمیر کے کونے کونے میں جنگل کی آگ بن کر پھیل گئی۔ سری نگر اور دوسرے قصبوں کے علاوہ حکومت کے خلاف ایجی ٹیشن کے تند و تیز شعلوں کی لپیٹ میں کشمیر کے دور و دراز اور الگ تھلگ گوشے بھی آگئے' جہاں کسی مظاہرے کے لئے عوام کو یکجا کرنا کوہ کن کے لئے جوئے شیر لانے کے برابر ہے شہروں اور آسودہ حال علاقوں سے بہت دور جنگلوں اور بیابانوں کی خاموش بستیوں میں بسنے والے لوگ بھی تند و تیز سرد ہواؤں اور لہروں میں اپنی خس پوش جھونپڑیوں کو چھوڑ کر شیروں کی طرح یخ بستہ سڑکوں پر آ گئے۔ اور طاغوت اور اس کی وظیفہ خور قوتوں کو

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

للکارنے لگے۔ حتیٰ کہ وادی کے تمام قصبوں سے دارالحکومت سری نگر کی طرف پیدل مارچ شروع ہو گیا۔ کھانے پینے کی لازمی اشیاء کی قیمتیں یکایک زمین پر آگئیں اور برادری' اخوت اور فیاضی کے وہ مظاہرے دیکھنے میں آئے' جن کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا تھا۔ مسلمانوں کے دونوں بڑے مکتب خیال ------ سنی وشیعہ ہم آواز و ہم رکاب ہو گئے اور دونوں نے ایک ہی صف میں شامل ہو کر سری نگر میں اجتماعی نمازیں ادا کیں۔ پانچ روز کی منظم' شائستہ اور باوقار ایجی ٹیشن کے بعد ۴ جنوری ۱۹۶۴ء کے پانچ بجے شام موئے مقدس کی بازیابی کا اعلان کر دیا گیا' اور ۳ فروری ۶۴ء دن کے دو بجے ایک خاص محفل دیدار میں چند مذہبی واعظوں کے ذریعے اس کی شناخت اور تصدیق کرائی گئی۔ اس موقعہ پر حکومت ہند کی طرف سے لال بہادر شاستری' وشوانا تھن اور کابینہ کے سرکردہ افراد موجود تھے۔ ان کے علاوہ بھارتی آئی۔ بی کے ڈائریکٹر بی' این ملک بھی حاضر تھے۔ اس اعلان کے بعد بھی عوام نے ایجی ٹیشن جاری رکھنے کی کوشش کی' اور حق خودارادیت کے حصول کے لئے تحریک کو زندہ کرنا چاہا' لیکن حکومت نے عوام کے خلاف طاقت استعمال کرنے میں کوئی تاخیر نہ دکھائی۔ بعد میں اس شور انگیز تحریک کا چڑھاؤ' اتار میں تبدیل ہو گیا۔ موئے مقدسؐ کی بازیابی کے اعلان کے باوجود حکومت نے یہ نہ بتایا کہ موئے شریف کو اپنی جائے پاک سے چرانے والا اصلی ملزم کون تھا۔ آج تک یہ سوال برابر ایک معمہ اور راز ہے۔

موئے مقدس کی بازیابی کی تحریک چلانے کے لئے کشمیر کی نو سیاسی و مذہبی جماعتوں نے ایک قومی اتحاد کی شکل اختیار کی تھی۔ جس کا نام "مجلس عمل برائے حصول موئے مقدس" تھا۔ حق خود ارادیت کے حصول کی خاطر عوام کے جذبہ حریت اور ذوق عمل کو دیکھ کر مجلس عمل نے ریاست کے سیاسی سوال کو ہاتھ میں لیا' اس کو حل کرانے کے لئے اپنی جدوجہد ہمہ گیر طریقے پر شروع کی' اور مارچ ۱۹۶۴ء میں سری نگر کی تاریخی جامع مسجد میں مجلس عمل نے ایک سیاسی قرار داد پاس کی جس میں کشمیری عوام کے لئے حق خودارادیت اور آزاد و غیر جانبدار رائے شماری کے مطالبات کئے گئے اور ہند اور پاکستان سے کہا گیا کہ وہ کشمیری عوام کے ساتھ کیا گیا اپنا وعدہ ایفا کریں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت ریاست کا مسئلہ الحاق طے کرانے کے لئے عوام کی خواہشات معلوم کرنے کی خاطر ایک غیر جانبدار اور آزادرائے شماری عمل میں لائیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

یوں کشمیری عوام نے حق خود ارادیت کی روشنی میں اپنے دل کی حقیقی دھڑکن کا احساس دنیا کو دینے کا تہیہ کر لیا۔ یہ صورت حال حکومت ہند کے لئے تشویشناک اور چیلنج آور بن گئی۔ کیونکہ اس سے کشمیر کا سوال ایک بار پھر عالمی پریس' رائے عامہ اور عالمی لیڈروں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ وزیراعظم نہرو کو یہ احساس ہو گیا کہ سترہ سال تک اہل کشمیر کے جذبہ حریت کو فوج اور پولیس کی بے پناہ طاقت کے دباؤ نے بھی پامال نہیں کیا ہے۔ اور وہ رائے شماری کے بھارتی' پاکستانی اور بین الاقوامی وعدے کو اب بھی فراموش نہیں کر سکتے ہیں۔ ہاں البتہ اس خاموش اور ناقابل تسخیر جذبہ حریت نے ذرا سا موقعہ پا کر ہندوستان کے مرکزی اقتدار کا کوہ گراں بھی لرزہ براندام کر دیا۔

تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

بھارت کی حقیقی تشویش

موئے مقدس کے حصول کی تحریک اس کے اصلی ملزم کو پیش کرنے کی مانگ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجلس عمل کی متحدہ اور اجتماعی لیڈر شپ میں حق خود ارادیت کی تحریک کا غلغلہ ہائے الاماں اور احیاء وزیراعظم نہرو کے لئے باعث اضطراب بن گیا۔ اسی اضطراب نے کشمیر میں نئے وزیراعظم خواجہ غلام محمد صادق کو مجبور کر دیا کہ وہ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف ۵ اپریل ۱۹۶۴ء کو سازش کا مقدمہ واپس لیں۔ اور یہیں سے ہندوستان کے مرکزی اقتدار اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان تعلقات کو دوستانہ جامہ پہنانے کی کوششوں کا دور آغاز ہو گیا۔

۵ اپریل ۱۹۶۴ء کو دوپہر کے بعد بھارتی کابینہ کی ایمرجنسی کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں وزیراعظم نہرو کی تقریر سے ان کی بے قراری عیاں ہو گئی' اس میٹنگ کی تفصیلات ہندوستانی محکمہ سراغ رسانی کے سربراہ نے بتائی ہیں۔ اور مسٹر آئی' وی گنڈیا آئی' سی' ایس ریٹائرڈ نے اپنی انگریزی کتاب SHEIKH ABDULLAH TESTAMENT OF میں محکمہ سراغ رسانی کے سابق سربراہ کی رپورٹ شائع کی ہے۔ میٹنگ وزیراعظم نہرو کی قیام گاہ پر ہوئی تھی' جس میں مندرجہ ذیل افراد شریک ہوئے تھے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وزیراعظم نہرو' مرار جی ڈیسائی' لال بہادر شاستری' گلزاری لعل نندہ' ٹی۔ٹی کرشنم آچاری' اے کے سین۔ آئی' وی گندیویا' کئی سیکرٹری اور ہندوستان کے سراغ رساں محکمے کا سربراہ بی این ملک۔

ہندوستان کے سراغ رساں محکمے کے سابق سربراہ نے میٹنگ کی روداد ان الفاظ میں بیان کی ہے :۔

"وزیراعظم نہرو نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اگر پندرہ برس کے ملاپ کے باوجود کشمیر ایک غیر مستحکم صورتحال سے دو چار ہے کہ موئے مقدس جیسے سادہ مسئلے پر عوام کو اس حد تک مشتعل کیا جا سکتا ہے کہ وہ حکومت کے خلاف بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوں' پھر تو ہمیں کشمیر کے بارے میں ایک نیا اپروچ اختیار کرنا ہوگا' اور ہمارے نکتہ نظر میں ایک ترقی پسندانہ تبدیلی لازمی بن جاتی ہے۔ وزیراعظم نے اس بات کو بھی محسوس کر لیا کہ شیخ عبداللہ کو کشمیری عوام پر ایک مضبوط گرفت حاصل ہے' اور بدلے ہوئے حالات میں ان کو اعتماد میں لائے بغیر وادی میں کسی قسم کے سیاسی حل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' اس لئے یہ بات پسندیدہ ہے کہ شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا جائے"۔

مجلس عمل میں پھوٹ

۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو شیخ محمد عبداللہ جیل سے رہا کر دیئے گئے۔ یہی وہ ایام تھے جب کشمیر کی نو سیاسی و مذہبی جماعتوں کی مجلس عمل کی اجتماعی لیڈرشپ میں حق خود ارادیت کی تحریک میں کارآمد روح دوڑ رہی تھی۔ اور ہمارے گلی کوچے فلمی گیتوں کے بجائے حق خود ارادیت زندہ باد اور رائے شماری فوراً" کراؤ کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ افسوس کہ اتحاد کی بہار اور چند روز باقی نہ رہ سکی۔ مجلس عمل میں اختلافات سنگین صورت اختیار کر گئے۔ سری نگر میں قدیم شیر بکرا فسانہ عود کر آیا۔ حق خود ارادیت کے بھائی گلیوں اور کوچوں میں ایک دوسرے کے خلاف گالیوں' پتھروں اور لاٹھیوں کا مذموم اور حیا سوز استعمال کرنے لگے' اور مجلس عمل کے اتحاد کا شیرازہ اس طرح بکھر گیا کہ آج تک پھر کبھی اس قسم کے اتحاد کا احیاء نہ ہوا۔ مجلس عمل کی تحریک کے سرخیل مولانا محمد سعید مسعودی کے خیال میں اس تاریخی اتحاد کے ٹوٹنے کا سبب یہ تھا کہ بعض حضرات نے مجلس میں بڑی اور چھوٹی پارٹی کے سوالات اٹھائے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

لیکن ۱۹۷۰ء میں اپنی نظر بندی کے دوران جب میں نے اپنے وکیل مرزا محمد افضل بیگ سے یہی سوال کیا کہ ۱۹۶۴ء میں مجلس عمل کے نو پارٹی اتحاد کے ٹوٹ جانے کے اسباب کیا تھے' تو انہوں نے کہا کہ مجلس عمل کے لیڈروں نے موئے مقدس کی چوری کے سوال پر مرکزی حکومت کو تحقیقات کرنے والی اتھارٹی تسلیم کر لیا۔ جس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ہندوستان کے نمائندے مسٹر چھاگلہ کو پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو یہ جواب دینے کا موقعہ دیا کہ کشمیر کے حالات ہند کے اپنے اندرونی معاملات ہیں کیونکہ خود کشمیریوں نے موئے مقدس کے سوال پر مرکزی حکومت کے ذریعے ہی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اور مرکز کے اختیار کو تسلیم کیا ہے

دہلی' شیخ مذاکرات

کہتے ہیں کہ دو اپریل ۱۹۶۴ء کو رہائی سے چند روز پہلے وزیراعظم نہرو نے شیخ محمد عبداللہ کو مراسلہ لکھا تھا کہ وہ رہا ہو کر براہ راست نئی دہلی ان کی قیام گاہ پر پہنچ جائیں' اور بعد میں سری نگر روانہ ہوں۔ شیخ عبد اللہ نے ۹ اپریل ۱۹۶۴ء کو سرینگر پہنچنے پر ایک اخباری کانفرنس میں اس امر کا انکشاف کیا کہ پنڈت نہرو کا دعوت نامہ مجھے ۷ اپریل کو دیا گیا۔ جب میرے ہزاروں دوستوں نے وادی میں میرے استقبال کا پروگرام ترتیب دیا تھا۔ شیخ عبد اللہ نے کہا کہ اگر وقت پر مجھے یہ خط سپرد کر دیا گیا ہوتا تو میں یقیناً" سری نگر کے بجائے پنڈت جی کے لئے نئی دہلی کا رخ کر لیتا۔ بہرحال ۲۹ اپریل ۶۴ء کو شیخ عبداللہ نئی دہلی پہنچ گئے۔ جہاں وزیراعظم نہرو کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے ان کا قیام وزیراعظم کی رہائش گاہ میں رہا۔ یہاں حکومت ہند اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان کشمیر کے سوال پر مذاکرات کا باقاعدہ آغاز ہو گیا' ان ایام میں پرائم منسٹر ہاؤس میں وزیراعظم نہرو کی طرف سے جو شخصیتیں شیخ عبد اللہ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھیں ان کے نام یہ ہیں:

مسٹر پارتھا سارتھی (اس وقت پاکستان میں ہند کے سفیر) مسٹر بدر الدین طیب جی (اس وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے اور اس سے قبل وزارت خارجہ میں خصوصی سیکرٹری رہ چکے تھے) مسٹر گندیویا۔ کامن ویلتھ سیکرٹری۔

وزیراعظم نہرو کے نمائندوں اور شیخ محمد عبداللہ اور ان کے معاونوں کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

درمیان مذاکرات پوپھٹتے ہی شروع ہو کر ناشتہ تک جاری رہتے۔ مسٹر گندیویا روزانہ صبح کے مذاکرات کی روئداد اور ان میں پیش رفت کی رپورٹ وزیراعظم جواہر لعل نہرو کو دیا کرتے تھے۔ ان ہی مذاکرات میں شیخ محمد عبداللہ کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ ہو گیا شیخ عبد اللہ پر حکومت ہند کا یہ اعتماد اس بات کی غمازی کررہا تھا کہ اب کشمیر کی آزادی اور حصول حق خود ارادیت کے نظریات پر شیخ عبد اللہ کے افکار و خیالات میں کافی تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ ورنہ حکومت ہند کے اعلیٰ مشیر اور پالیسی ساز سازش کیس کے کل کے ملزم کو آج پاکستان بھیجنے کا خطرہ مول نہ لیتے۔ بھارتی لیڈر شپ کا خیال تھا کہ ہندوستانی قید خانے میں طویل وقت گذارنے کے بعد شیخ عبداللہ پاکستان کی نظر میں ایک مقبول لیڈر بن کر باہر آ رہے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ اسی تاثر میں پاکستان اور ہندوستان کے مابین ان کی مصالحت کی کوشش بھارت کے لئے کارآمد ثابت ہو۔ حکومت ہند اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان مذاکرات کا موجودہ مرحلہ ایک طویل سلسلے کی ابتدائی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں بھارت' پاکستان پر شیخ عبد اللہ کے اثر ورسوخ سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کو تنازعہ کشمیر کے کسی حل پر آمادہ کرانے کی آس لگا چکا تھا۔ خود شیخ عبد اللہ بھی پاکستان کے ساتھ مذاکرات کے خواہش مند تھے۔ جب دہلی اور شیخ عبداللہ کے درمیان طے پایا کہ موخر الذکر پاکستان جا کر صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سے مذاکرات کا آغاز کر لیں' تو سوال پیدا ہوا کہ وہ گفت و شنید کن کن تجاویز کے ارد گرد کریں۔ حکومت ہند کی خواہش تھی کہ صدر پاکستان کو جموں و کشمیر کی جنگ بندی لائن ایک مستقل بین الاقوامی سرحد میں تبدیل کرانے کی تجویز پر رضا مند کر لیا جائے۔ دہلی میں مرکزی حکومت کے نمائندوں اور شیخ عبد اللہ کے درمیان جو بات چیت چل رہی تھی۔ اس میں حکومت نے آپ کو ان مذاکرات سے بھی آگاہ کردیا' جو ۱۹۶۲ء میں پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور مسٹر سورن سنگھ وزیر خارجہ ہند کے درمیان چھ ماہ تک جاری رہنے کے بعد ناکام ہو گئے تھے۔

"ہم شیخ محمد عبداللہ کو پاکستان روانہ کرنے سے پہلے اس بات چیت پر بریف کرنا چاہتے تھے' جو ۱۹۶۲ء کی ہند چین لڑائی کے فوراً" بعد ہم نے امریکہ اور برطانیہ کے دباؤ کے تحت دسمبر ۱۹۶۳ء سے مئی ۱۹۶۴ء تک چھ گردشوں میں پاکستان کے ساتھ جاری رکھی تھی۔ ۱۹۶۳ء کے ہند پاک مذاکرات میں ہمارا عندیہ یہ تھا کہ موجودہ جنگ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بندی لائن کو کہیں کہیں از سر نو کھینچ کر پاکستان کے حق میں تبدیل کر دیا جائے۔ پھر اسے ایک بین الاقوامی سرحد بنایا جائے۔ یعنی کشمیر کا وہ حصہ جو پاکستان کے پاس ہے۔ بدستور اس کے ہاں چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کے علاوہ اسے کچھ مزید حصہ یہاں سے دیا جائے"۔

لیکن مسٹر گنڈیویا کی رائے میں شیخ محمد عبداللہ کو ہند' پاکستان اور کشمیر پر مشتمل ایک کنفیڈریشن کے قیام کی تجویز سے دل چسپی تھی۔ جنوبی ہند کے دورے سے لوٹ کر شیخ عبداللہ نے وزیراعظم کے سامنے ہند پاکستان اور کشمیر کے درمیان کنفیڈریشن قائم کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ جو غالباً" راج گوپال آچاریہ نے پیش کی تھی۔ شیخ عبداللہ یہ تجویز صدر ایوب کو پیش کرنے کے معاملے سے کافی دلچسپی رکھتے تھے' وزیراعظم نہرو اس کے قانونی اور بین الاقوامی نکات و مضمرات کا تجزیہ کرنا چاہتے تھے"۔ چنانچہ مسٹر گندیویا نے انہیں اس کی تجزیاتی رپورٹ یوں اختصار کے ساتھ پیش کر دی:

۱۔ تاریخ میں کوئی کنفیڈریشن کامیاب نہیں رہی ہے۔

۲۔ ایوب خان اس تجویز کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

۳۔ چونکہ ایوب خان اس تجویز کو رد کریں گے' ہمیں اسے رد نہیں کرنا چاہئے۔

۴۔ شیخ عبداللہ' جو اس تجویز سے کافی دل چسپی رکھتے ہیں' کو اجازت دی جائے کہ وہ پاکستان جا کر ایوب خان کو رضا مند کرانے کی کوشش کریں۔

ہم شیخ کے مفید اور ضروری مارکیٹ میں صرف ایک ایٹم (Item) فروخت کرنے سے دلچسپی رکھتے تھے یعنی موجودہ جنگ بندی لائن میں تبدیلی لا کر ایک مستقل بین الاقوامی سرحد قائم کی جائے۔ صرف شیخ عبداللہ کی ذات اس پوزیشن میں تھی جو کہ ہماری تجویز کو لے کر صدر ایوب کو فروخت کر سکتے۔ شیخ عبداللہ نے کہا کہ سب سے پہلے میں کنفیڈریشن کے قیام کی تجویز تسلیم کرانے کی کوششیں کروں گا۔ جنگ بندی لائن میں تبدیلیاں لا کر اسے ایک مستقل بین الاقوامی سرحد میں بدل دینے کی تجویز ہمارا ایک آخری حربہ ہو۔

نئی دہلی میں حکومت ہند کے نمایندوں کے ساتھ مذاکرات کرنے کے بعد مئی ۱۹۶۴ء کے وسط میں شیخ عبداللہ واپس سری نگر لوٹے۔ انہیں سفر پاکستان کی خاطر مئی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

۱۹۶۴ء کے اختتام تک واپس نئی دہلی پہنچ جانا تھا۔ حکومت ہند شیخ عبد اللہ کے خیالات سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ پنڈت نہرو نے ۱۵ مئی ۱۹۶۵ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے بمبئی سیشن میں شیخ عبداللہ کے ساتھ اپنے مذاکرات کی تفصیلات میں جانے سے دامن بچانے کے باوجود اس بات کا انکشاف کیا کہ ان مذاکرات میں شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر کے تنازعہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ باتیں ہند پاک تعلقات پر کیں۔ حق تو یہ ہے کہ اپریل ۱۹۶۴ء میں رہا ہو کر حکومت ہند کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کے ساتھ ہی شیخ عبد اللہ نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں کشمیریوں کو اشارہ دیا تھا کہ اب وہ فکر و نظر میں تبدیلی لائیں۔ ان ہی دنوں آپ نے نئی دہلی میں وزیر داخلہ مسٹر گلزاری لعل نندہ کے ساتھ ایک طویل بات چیت کے بعد اخباری نمائندوں کو بتایا تھا کہ:

"میں ذاتی طور پر کشمیر کے الحاق کے سوال کو ایک ادنیٰ مسئلہ تصور کرتا ہوں"۔

آپ نے ہند اور پاکستان کے درمیان دوستی اور مفاہمت کو "ایک بنیادی ضرورت قرار دیا"۔

۲۳ اپریل ۱۹۶۴ء کو سری نگر میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "کشمیریوں کو اپنی مرضی متعین کرتے ہوئے اپنے فیصلہ کے امکانی نتائج کو ذہن میں رکھنا ہو گا جو ہند کی مسلمان اقلیت اور پاکستان کی ہندو اقلیت پر اثر انداز ہوں گے"۔

نئی دہلی سے سری نگر روانہ ہوتے ہوئے آپ نے کہا کہ "لوگوں کی مرضی دریافت کرنے کے کئی راستے ہو سکتے ہیں اگر رائے شماری کرانے سے مشکلات پیدا ہونے کے امکانات ہیں تو دوسرے راستے تلاش کئے جا سکتے ہیں۔"

جموں میں آپ نے کہا کہ "آزاد اور بے ریا انتخابات لوگوں کی مرضی معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور بھی کئی غیر جانبدار تجویزیں ہو سکتی ہیں"۔ اس سے پہلے بھی ۳ مئی کو شیخ عبداللہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ مرکزی حکومت اور ان کے درمیان کوئی بنیادی اختلافات نہیں ہیں اور انہیں مسئلہ کی جانب حکومت ہند کی رائے میں کوئی شدت نظر نہ آئی تھی۔"

شیخ محمد عبداللہ پاکستان میں

شیخ محمد عبداللہ ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء کو پالم (نئی دہلی) ہوائی اڈے سے راولپنڈی کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

چک لالہ ہوائی اڈے پر اترے ۔ جہاں ان کے بدلے ہوئے موقف کا انکشاف روزنامہ "ڈان" اور دوسرے پاکستانی اخبارات نے اس وقت کیا جب وہ پاکستان کا دورہ کر رہے تھے۔ اور کئی عوامی جلسوں اور اخباری کانفرنسوں سے خطاب بھی کر چکے تھے۔

"شیخ محمد عبداللہ کے بیانات اور ہندوستان کے نام نہاد سکولرازم کے بارے میں ان کی زبان سے حوالہ جات سن کر پاکستانی عوام کو عام طور پر اور یہاں کے ذہین طبقے کو خاص طور پر کسی قدر مایوسی ہوئی ہے"۔

روزنامہ "ڈان" نے شیخ عبد اللہ پر یہ الزام بھی لگایا کہ اب انہوں نے مسئلہ کشمیر کا حل ڈھونڈنے کے بجائے ہند پاک دوستی کے موقف پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے "شیخ محمد عبداللہ نے پاکستان پہنچ کر اپنی پہلی ہی میٹنگ میں ایوب خان کو کنفیڈریشن کی تجویز پیش کی۔ جو ایوب خان نے رد کر ڈالی"۔

وزیر اعظم نہرو کی وفات

۲۷ مئی ۱۹۶۴ء کو نئی دہلی میں وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی موت واقع ہو گئی۔ اس لئے شیخ عبداللہ اپنا دورہ پاکستان نامکمل چھوڑ کر واپس دہلی لوٹے ۔ پنڈت نہرو کی وفات نے اس مکالمے کو بھی بریک کا شکار کر دیا جو نہرو کے زمانے میں شروع ہو گیا تھا' کیونکہ شیخ عبد اللہ کو جتنے گہرے مراسم جواہر لعل کے ساتھ تھے ' اتنے ان کے پیش روں کے ساتھ نہیں تھے۔ مسٹر ٹی وی گندیویا اس کی شہادت دیتے ہیں ۔

"لال بہادر جی کی طرف سے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے کئی ہفتے بعد ایک روز میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے نئے وزیر اعظم کے ساتھ یا حکومت کے کسی آدمی کے ساتھ کوئی بات چیت کی ہے ۔ شیخ نے جواباً کہا" میں کس کے ساتھ بات چیت کروں' میں اس حکومت میں اندراجی کے سوا اور کسی کو جانتا ہی نہیں" اندراجی نے اس وقت اطلاعات و نشریات کی وزارت سنبھال لی تھی ۔

ایک بات چیت میں ' میں نے لال بہادر شاستری پر شیخ کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کی ضرورت پر زور ڈالا۔ تو شاستری جی تعجب سے بولے "مجھے اس (شیخ) کو کیا کہنا ہے ؟" میں نے کہا "عبداللہ کو نہرو سے بہت کچھ کہنا تھا" ۔

اب مذاکرات دوبارہ شروع ہونے تھے لیکن شیخ عبداللہ نہرو کے جانشینوں سے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مایوس تھا' کیونکہ نئے حکمران پاکستان کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کے لئے پریشان نہ تھے۔ بہر حال اب شیخ عبداللہ کو ۱۹۶۵ء میں حج بیت اللہ کی خاطر باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ ۱۹۶۵ء کے شروع میں شیخ عبداللہ ایشیا' افریقہ اور یورپ کے کئی ایسے ممالک کے دورے پر گئے جنہیں کشمیری عوام کے حق سے ہمدردی ہو سکتی تھی۔ مارچ میں وہ قاہرہ پہنچے جہاں انہوں نے افریقی ایشیائی ممالک سے حمایت کی اپیل کی۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے کشمیر کا سوال الجزائر میں منعقد ہونے والی افریقی ایشیائی کانفرنس کی خدمت میں پیش کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جو ان دنوں اجلاس کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ الجزائر کی حریت پسند فاتح قیادت سے ملے۔ جہاں انہیں الجزائر کی تحریک حریت کے لاکھوں شہیدوں کا عظیم الشان مزار دکھایا گیا۔ دارالحکومت الجزیرہ میں انہوں نے پاکستان کی ہمت افزائی سے ایک جوا کھیلا' لیکن وہ ہار گئے۔ ریڈیو پیکنگ کے مطابق شیخ عبداللہ نے یہاں وزیر اعظم چین مسٹر چو۔این۔ لائی سے ملاقات کی جس نے انہیں دورہ چین کی دعوت دی اور یقین دیا کہ "چین ہمیشہ اہل کشمیر کے لئے حق خوداراویت کے حصول کی حمایت کرتا رہا ہے"۔ قدرتی طور پر وزیر اعظم شاستری نے "ہندوستان کے دشمن کے ساتھ عبداللہ کے رابطوں کا سب سے زیادہ سنجیدہ نوٹس لیا" لیکن پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے شیخ عبداللہ کی ہمت افزائی کرنے کے لئے بنیادی سفارتی مراسم بالائے طاق رکھے' وہ ان کے پاس فوراً دوڑ پڑے اور اعلان کیا کہ پاکستان دورہ چین کے لئے شیخ عبداللہ کو اپنا پاسپورٹ دینے کے لئے تیار ہے"۔

اپنے غیر ممالک کے سفر میں شیخ عبداللہ نے حق خود ارادیت کے مسئلے پر کئی بیانات دئے۔ حکومت ہند نے شیخ عبداللہ کی سرگرمیوں اور ان کے بیانات کا سنجیدہ نوٹس لیا اور انہیں ۳۰ اپریل ۱۹۶۵ء تک واپس بھارت پہنچ جانے کی ہدایت دی گئی لیکن شیخ عبداللہ ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو ہی اپنا دورہ مختصر کرکے پالم کے ہوائی مستقر پر اترے ۔ سرزمین ہند پر اترتے ہی حکام نے انہیں ڈی' آئی' آر کے تحت ایک حکم نامہ دکھایا ۔۔ کشمیر میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔

ادھر کشمیر میں اس خبر سے حکومت اور عوام کے درمیان نیا ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ وادی میں زبردست مظاہرے اور فسادات ہوئے جن کو کچلنے کے لئے حکومت نے وسیع پیمانے پر گرفتاریاں شروع کر دیں اور ڈی' آئی' آر کا بے تحاشا استعمال

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شروع ہو گیا۔ شیخ عبد اللہ کی گرفتاری کے خلاف وادی میں ۸ مئی ۱۹۶۵ء سے ۱۸ مئی ۱۹۶۵ء تک جو ہنگامے ہوئے ان میں محاذ رائے شماری کے ایک پریس نوٹ کے مطابق ۳۶ افراد جان بحق اور ۴۷۸ زخمی ہو گئے اور ۸۱۳ افراد کو گرفتار کر کے ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت نظر بند کر دیا گیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کشمیر میں ہند مخالف شعلے اور تحریکیں

اصل میں کشمیر میں نئے سیاسی ہنگامے ۱۹۶۳ء کے گزرتے ہوئے دنوں سے ہی شروع ہو گئے تھے۔ جب موئے مقدس کے حصول کی ایجی ٹیشن سے سارا کشمیر جاگ اٹھا تھا اور نئی دہلی کے ایوانوں پر لرزہ سیماب طاری ہو گیا تھا۔ ۱۹۶۵ء کے شروع میں ہی سیاسی افراتفری کے علاوہ معاشرتی تعلقات میں بھی افتراق و انتشار پیدا ہوا جب شیخ محمد عبداللہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ ریاست میں قائم کی گئی کانگریس کے حامیوں کے خلاف ترک موالات کریں۔ اس حکم کا اعلان شیخ عبد اللہ نے کئی پبلک جلسوں میں کیا چنانچہ کانگریسیوں کے خلاف یہ معاشرتی اور سماجی مقاطعہ اب ان کی میتوں کے خلاف نماز جنازہ کی ادائیگی کے بائیکاٹ کی انتہا تک پہنچ گیا۔ کشمیر کانگریس کے خلاف ترک موالات کا آغاز کرانے کے بعد خود شیخ محمد عبداللہ بیرونی ممالک کی سیاحت پر نکل پڑے اور ادھر حکومت نے کشمیر میں اس نئی صورت حال سے نمٹنے کے لئے محاذ رائے شماری کے علاوہ موئے مقدس ایکشن کمیٹی میں شامل دوسری تنظیموں کے کارکنوں کو نظر بند کر دیا۔ مئی میں شیخ محمد عبداللہ پر پابندیوں کے خلاف احتجاجی اقدامات کے بعد جون میں مجلس عمل برائے موی مقدس نے شہری آزادیوں پر پابندیوں کے خلاف رضا کارانہ گرفتاریوں اور امتناعی احکامات کی منظم خلاف ورزیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ رضا کاروں کے دستے باری باری ایکشن کمیٹی میں شامل تمام جماعتوں نے دیئے۔

ہند پاک جنگ کے شعلے

لیکن ۱۹۶۵ء کے موسم گرما میں کشمیر کی سرگرمیوں اور واقعات میں چھاپہ ماری کی شکل میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا۔ ۵ اگست ۱۹۶۵ء کو حکومت ہند نے اعلان کیا کہ پاکستان میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر تخریب کاروں کے دو تربیت یافتہ قافلے کشمیر میں در اندازی کر چکے ہیں اور ایک اچھی خاصی تعداد کی دراندازی شروع ہو چکی ہے اور چند دنوں سے جنگ بندی لائن کے ساتھ ساتھ پاکستان کی مسلح افواج کی گولہ باری بھی جاری ہے لیکن ۹ اگست ۱۹۶۵ء کو صبح سویرے ریڈیو پاکستان اور آزاد کشمیر ریڈیو نے اپنے سننے والوں کو کشمیر کی نئی صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ دونوں نے بتایا کہ کشمیر میں عوام نے غلامی کے خلاف مسلح بغاوت کی ہے اور ایک انقلابی کونسل کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ اس طرح کشمیر کی جنگ بندی لائن اندرونی علاقوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

' میدانوں اور جنگلوں میں ہند اور پاکستان کے درمیان خوفناک جنگ چھڑ گئی اور کشمیر کے عوام بے شمار مصائب کے شکار ہو گئے ۔ کشمیر اس جنگ سے پہلے ہی اتھل پتھل کا شکار تھا۔ جس کی ایک شہادت "واشنگٹن پوسٹ" ۱۴ اگست ۱۹۶۵ء کی ایک رپورٹ سے یوں ملتی ہے ۔ مثلاً سلیگ ہاری سن نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ "میں نے جولائی ۱۹۶۵ء میں کشمیر کا دورہ کیا مجھے معلوم ہوا کہ کشمیر کے عوام ٹھوس پیمانے پر بھارت کی حکمرانی کے خلاف ہیں اور ہندوستان کے ۱۲ فوجی برگیڈ ہی حق خود ارادیت کی تحریک کو قابو میں رکھے ہوئے ہیں" ۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء لاہور کا محاذ کھل گیا اور کشمیر کی جنگ ہند اور پاکستان کی بین الاقوامی سرحدوں کو اپنی لپیٹ میں لے گئی ۔ اس نئی صورت حال سے جموں و کشمیر کا محاذ سرد پڑ گیا ۔ اقوام متحدہ میں زبردست سرگرمیاں شروع ہو گئیں اور دونوں بڑی طاقتیں امریکہ اور روس قیام امن پر اصرار کرتے رہے ۔ آخر روس کی جنگ بندی کی کوششوں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی دوسری سخت قرار داد میں ہند اور پاکستان سے کہا گیا کہ وہ تین روز کے اندر اندر ۲۲ ستمبر تک جنگ بند کر کے ۵ اگست کی پوزیشن پر واپس جائیں ۔ سیکورٹی کونسل کی قرار داد کی منظوری کے بعد ۲۳ ستمبر کو چار ہفتوں کے بعد ہند پاکستان کے درمیان گرجنے والی توپیں خاموش ہو گئیں اور آگ برسانے والے بمبار ٹھنڈے پڑ گئے ۔ سوویت روس کی سرکار آگے بڑھی جس نے اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے تاشقند میں ایک ہند پاکستان چوٹی کانفرنس کا بندوبست کرایا اور ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو تاشقند میں ہند اور پاکستان کے سربراہوں ' وزیراعظم لال بہادر شاستری اور صدر محمد ایوب خان نے معاہدۂ تاشقند پر اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیے جس کی رو سے دونوں ملکوں نے اپنے اختلافات دور کرنے کے لئے طاقت کے عدم استعمال کا فیصلہ کیا۔

ادھر کشمیر اگست سے پہلے ہی شورش کی گرفت میں تھا۔ ۹ اگست ۱۹۶۵ء کے واقعہ سے متاثر ہو کر سری نگر اور وادی کے دوسرے قصبوں میں طلبہ اور دوسرے نوجوانوں نے حق خود ارادیت کے حصول کی ایجی ٹیشن میں گوریلا ' طرز عمل داخل کر لیا ۔ جس کا ثبوت بم پھینکنے اور پھٹنے کے وہ واقعات تھے جو سری نگر کے مختلف علاقوں مثلاً ریگل چوک (فوجی گاڑی پر) میڈیکل کالج ' گاؤ کدل وغیرہ میں پیش آئے۔ کشمیر کی یونیورسٹی اور سری نگر کے کالجوں اور اسکولوں کی تعلیمی سرگرمیاں معطل ہو گئی تھیں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کیونکہ طلبہ اور طالبات سرگرم عمل ہو کر شہر کے کوچوں ' بازاروں میں دل گداز مظاہروں کی رہنمائی کرتے ہوئے حق خود ارادیت کے حصول کے لئے سماج کے تمام طبقوں کو عمل اور آزادی کا راستہ دکھا رہے تھے۔

اسی کشاکش پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے راز تب و تاب ملت عربی

اگست ' ستمبر اور اکتوبر ۱۹۶۵ء میں کشمیر توپوں کی گھن گرج اور آتشزنی کے واقعات کی وجہ سے عدم تحفظ اور افراتفری کا شکار تھا۔ ایک حریت پسند' تعلیم یافتہ کشمیری نوجوان نے اپنے چشم دید واقعات کی کچھ تفصیل مجھے ان الفاظ میں دی۔

"۱۴ اگست ۔ آج ۵ بجے سرینگر میں فوج نے کئی مکانات نذر آتش کئے۔ آگ بجھانے والے عملے کو ایت وار کی صبح تک متاثرہ علاقے میں داخل ہو کر آگ بجھانے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ ہنہ مالو میں فوج نے سینکڑوں مکانات خاکستر کر دئے۔ آرم پورہ میں بھی کئی مکانات جلا دئے گئے ۱۰ اکتوبر ایت وار۔ آج سری نگر کے بیشتر علاقوں پر کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ مثلاً وارڈ ۵ ۔ ۶ ۔ ۷ ۔ ۸۔ پھر بھی پولیس پر کئی مقامات پر پتھراؤ ہوتا رہا۔ ۱۱ اکتوبر کو بھی کرفیو آرڈر نافذ رہا۔

۱۳ اکتوبر وریوار ۔ امیر کدل میں خواتین کے مظاہرے کو منتشر کرنے کے لئے فوج اور سی ' آر' پی نے عورتوں کو بندوقوں سے زدو کوب کیا ۔ جس میں کئی زخمی ہوئیں۔

۱۶ اکتوبر سنیچر وار کو سری نگر میں ہڑتال ختم کر کے دکانیں کھول دی گئیں۔

۱۸ اکتوبر کو فوج درگاہ حضرت بل میں داخل ہو گئی ۔ جس کے خلاف حضرت بل میں احتجاج کے طور پر دکان داروں نے ہڑتال کی۔ پولیس نے مظاہرین پر گولیاں برسائیں جس کے دوران دونوں جانب سے لوگ اور پولیس والے زخمی ہو گئے ۔ لہٰذا تمام کالجوں اور سکولوں کو غیر معینہ عرصے کے لئے بند کر دیا گیا۔ ہڑتال ۱۹ اکتوبر کو بھی جاری رہی۔

خواجہ غلام محمد صادق ' جنہیں موئے مقدس کی ایجی ٹیشن کے بعد مجلس عمل کے لیڈروں کی تائید سے وزارت عظمیٰ پر اس امید سے بیٹھنے کا موقعہ دیا گیا تھا کہ وہ عوام کو تشدد اور ظلم کا نشانہ بنانے سے پرہیز کریں گے ' نے بھی اپنے مرکزی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے جیل خانوں ' تھانوں اور پوچھ تاچھ کے مرکزوں میں

لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بھر لیا۔ انٹروگیشن کیمپوں میں نظر بندوں کے ساتھ غیرانسانی اور وحشیانہ سلوک روا رکھا گیا۔ اسی دور میں کشمیر میں جاسوسی نظام اور زیادہ وسیع اور مستحکم کر دیا گیا۔ جو نوجوان موجودہ جاسوسی نظام کے شکار بن کر پوچھ گچھ کے مرکزوں اور جیل خانوں میں بند کر دیئے گئے ان میں سے چند نوجوانوں کے نام یہ ہیں

۔

میاں غلام سرور ۔ احسان الحق ۔ نذیر احمد وانی ۔ غلام قادر باسمتی ۔ محمد اشرف بھکو۔ محمد مقبول دمنو۔ انور عشائی وغیرہ ۔ میاں غلام سرور ۔ محمد مقبول دمنو اور دوسرے بہت سارے لوگ پانچ یا چھ سال بعد رہا کئے گئے۔ لیکن بشیر احمد کچلو اب لندن میں سکونت کرتے ہیں۔ (ان حضرات کا جرم حصولِ حریت کے انقلابی آداب تھے۔)

خود مختاری چاہنے والوں سے جھڑپ

ابھی ۱۹۶۵ء کی شورش کے سلسلہ میں سینکڑوں کشمیری جیلوں میں بند پڑے تھے کہ جون یا جولائی ۱۹۶۶ء میں خود مختار کشمیر مانگنے والوں کی ایک خفیہ ٹولی آزاد کشمیر سے وادی کشمیر میں داخل ہو گئی ۔ اس ٹولی کی رہنمائی شمالی کشمیر کے ایک گاؤں ترہ گام کے ایک تعلیم یافتہ نوجوان محمد مقبول بٹ کر رہے تھے ۔ آزاد کشمیر میں موصوف کا تعلق محاذ رائے شماری آزاد کشمیر اور نیشنل لبریشن فرنٹ سے تھا۔ کشمیر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے سوپور کی ہنگامہ خیز بستی کو اپنی سرگرمیوں کا مستقر بنا لیا اور پروفیسروں، وکیلوں، تاجروں اور طالب علموں کے ساتھ دن رات ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ ابھی میل ملاپ اور رابطوں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ سوپور کے ایک مقام ناوی بل میں پولیس اور سراغ رسانوں کے ساتھ اس جماعت کا تصادم ہو گیا ۔ اس مسلح تصادم میں دونوں طرف کی گولیوں سے کچھ لوگ کام آ گئے اور آخر کار مقبول بٹ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر کے پوچھ تاچھ کے لئے سری نگر لائے گئے ۔ دوسرے جو حضرات پوچھ گچھ کی خاطر گرفتار کر لئے گئے ۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں ۔

پروفیسر سید محمد سعید گیلانی ۔ پروفیسر غلام رسول بچہ ۔ پروفیسر شمیم احمد کنگو۔ غلام حسن صوفی وغیرہ ۔

یہ لوگ نظر بند کئے گئے ۔ بعد میں کوئی ٹھوس ثبوت نہ ملنے کے سبب حکومت نے انہیں ایک سال کے اندر اندر رہا کیا ۔ البتہ محمد مقبول بٹ اور ان کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

چند ساتھیوں کے خلاف سنٹرل جیل میں ایک خصوصی بنچ عدالت کے اندر قتل ' سازش اور تخریب کاری کے الزامات میں فوجداری مقدمات دائر کئے گئے اور عدالت نے محمد مقبول بٹ کو سزائے موت کا حکم سنایا لیکن دسمبر ۱۹۶۸ء کی ایک سرد رات میں وہ سنٹرل جیل سے فرار ہو کر واپس آزاد کشمیر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

محاذ کے گروہ کی گرفتاری

۱۹۶۶ء میں ہی حکومت کشمیر اور حکومت ہند کی سراغ رساں ایجنسیوں نے محاذ رائے شماری جموں و کشمیر کے چند لیڈروں اور کارکنوں کی ایک خفیہ زیر زمین ٹولی کو گرفتار کر لیا اور ان پر سازش اور تخریب کاری اور پاکستان سے مادی و مالی امداد حاصل کرنے کے الزامات عائد کئے۔ محاذ کے صدر مرزا محمد افضل بیگ نے اپنی پارٹی کے کارکنوں کو بے خطا قرار دے کر وزیر اعلیٰ غلام محمد صادق کو چیلنج کیا کہ اگر حکومت کے پاس ثبوت ہے تو وہ گرفتار شدگان کا معاملہ ایک کھلی عدالت میں پیش کرے۔ محاذ رائے شماری کے گرفتار کئے جانے والوں میں شیخ بھدرواہی ' ڈاکٹر مظفر الزماں درابو اور ڈاکٹر مجید جیسے لوگ بھی شامل تھے۔ ۱۹۶۹ء میں یہ لوگ رہا کر دیئے گئے۔

توہین قرآن حکیم کا سانحہ

۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو سری نگر میں قرآن کریم کی توہین کرنے کی دل خراش اور مذموم خبر آگ بن کر پھیل گئی اور مقامی کالجوں کے طلبہ اس مذموم حرکت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے لال چوک میں جمع ہو گئے۔ جہاں ڈی آئی جی کشمیر مسٹر ڈی این کول کی نااہلیت نے ماحول میں چنگاریاں پھینکیں اور سی ' آر ' پی کی اندھا دھند فائرنگ سے ۱۴ ' ۱۸ ' اور ۱۹ سال کے چار کم عمر طلبہ جان بحق ہو گئے اور بہت سارے لوگ زخمی بھی ہوئے۔ جان بحق ہونے والوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ بشیر احمد میر۔ ۲۔ عبدالاحد بٹ۔ ۳۔ محمد انور لہروال اور نثار احمد۔

اس سانحہ کے بعد سارے شہر میں کرفیو نافذ کیا گیا اور بہت سارے لوگ گرفتار کئے گئے۔ اس غمناک صورت حال میں حکومت نے کشمیر اور پنجاب یونیورسٹیوں کے درمیان سری نگر اسٹیڈیم میں ۷ اکتوبر کو ایک فٹ بال میچ کا اہتمام کیا۔ کھیل کے دوران سٹیڈیم کے اندر بعض ناخوشگوار فرقہ وارانہ واقعات رونما ہوئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اس صورت حال کو دیکھ کر باہر بی ۔ اے ۔ سی کا ایک سپاہی بندوق اٹھا کر دوڑا دوڑا جنرل روڈ پر آگیا جہاں اس نے راہ گیروں پر بے تحاشا فائرنگ کی ۔ جس کے نتیجے میں خواجہ غلام احمد کچھو اسسٹنٹ انجنیئر گاندربل آف دلنہ اور عبدالعزیز تیلی چاڈورہ جان بہ حق ہو گئے ۔ اور دو افراد زخمی ہوئے ۔ ۲۷ اکتوبر کے سانحہ پر سارے کشمیر میں صف ماتم بچھ گئی اور تمام قصبوں کی مساجد میں ریاستی حکومت ' غیر ریاستی پولیس اور ڈی ۔ آئی جی کشمیر مسٹر ڈی ' این کول کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا ۔ بحوالہ محاذ رائے شماری کا پریس نوٹ ۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

ہندو دوشیزہ کا قبول اسلام

اگست ۱۹۶۷ء میں سری نگر فرقہ وارانہ کشیدگی کی لپیٹ میں آگیا ۔ جب یہاں کی ایک ہندو دوشیزہ پرمیشوری نے اسلام قبول کرکے سری نگر ہی کے ایک مسلمان نوجوان سے شادی کی ۔ جس کا اسلامی نام پروین رکھا گیا۔ تبدیلی مذہب کے اس واقعہ پر کشمیر کا ہندو فرقہ سخت برہم ہو گیا اور ریاست کے اندر اور باہر فرقہ پرستوں نے اس کی آڑ میں مسلمانان کشمیر کے خلاف اشتعال انگیز سرگرمیاں شروع کیں اور وادی کے مسلمان حکمرانوں کو بھی اپنی مخالفت و ملامت کا نشانہ بنایا پنڈت ایجی ٹیشن کی رہنمائی کرنے والی ہندو ایکشن کمیٹی کی مضبوطی اور تنظیم کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا بڑا آسان تھا کہ فرقہ پرستوں کے اصلی عزائم کیا تھے اور کہاں سے شیتل ناتھ کی تاریں ہل رہی تھیں ۔ آخر ہندوستان کے وزیر داخلہ وائی بی چوان نے ریاستی حکومت اور ہندو ایکشن کمیٹی کے درمیان صلح کرائی ۔ بہر حال اس ایجی ٹیشن نے سیکولر خیال کے کئی مسلمان سیاست کاروں کے سوالات کو حل کر دیا ۔

سانحہ مسجد اقصیٰ اور کشمیر

۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو اسلامی دنیا ایک عظیم سانحہ سے دو چار ہو گئی ۔ جب یروشلم میں اسرائیل نے اپنے مذموم اور ناپاک مقاصد کے حصول کے لئے مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو جزوی طور پر نذر آتش کر دیا ۔ کشمیر کی بھاری اکثریت کو توحید کے پیغام اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت اور قرآن حکیم کی صداقت الٰہی و ابدی کی وجہ سے عرب کے چپے چپے کے ساتھ جو والہانہ عقیدت و محبت ہے ۔ اس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نے انہیں مسجد اقصیٰ کے عظیم سانحہ کی خبر سے بے قرار و بے آرام کر دیا۔ ان کے جذبات میں قدرتی طور پر آگ لگ گئی۔ وہ سوچنے لگے۔

کشمیر کے چنار کہ سینا کے ریگ زار
انسان ہر دیار میں دیووں کا ہے شکار
میں جانتا ہوں آج ہمالہ سے طور تک
تہذیب حسن کار کی اقدار کے مزار

(نعیم صدیقی)

عالم اسلام کے سانحہ عظیم پر وہ خاموش بیٹھنے والے نہ تھے چنانچہ ۲۲ اگست سے اسرائیل اور اس کے پالنے والوں کے خلاف اور فلسطینی عوام کی منصفانہ جدوجہد کے حق میں کشمیر کے طول و عرض میں زبردست مظاہرے ہوئے۔ سری نگر، بارہ مولہ، سوپور اور اسلام آباد سب سے زیادہ ان مظاہروں کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس سے پہلے ۲۱ اگست کو پولیس نے سوپور میں مظاہرین پر فائرنگ کی اور یہاں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ ایک حریت پسند نوجوان غلام محمد خان ٹانگ میں گولی لگنے سے زخمی ہو گئے۔ اس کے علاوہ حکومت نے سرینگر بارہمولہ اور اسلام آباد کے اضلاع میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کی اور تمام میٹنگوں اور مظاہروں کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ حکومت کے اشتعال انگیز طرز عمل کے خلاف ۲۲ اگست کو وادی بھر میں احتجاجی ہڑتال ہوئی اور جگہ جگہ نماز جمعہ کے اجتماعات پر صیہونی منصوبوں کی مذمت کی گئی۔ سری نگر کی تاریخی جامع مسجد اور حضرت بل کی مسجد میں دو بڑے اجتماع ہوئے جن میں اسرائیلی سازش کی مذمت کرنے کے علاوہ مسجد اقصیٰ کی عقیدت میں مظاہرہ کرنے والے کشمیری عوام کے تئیں بھی حکومت کشمیر کے رویہ کو افسوسناک قرار دیا گیا۔ حبہ کدل سری نگر میں مظاہرین اور پولیس کے درمیان جھڑپوں کے دوران پولیس نے گولی چلائی اور کہتے ہیں کہ ایک شخص زخموں کی تاب نہ لا کر ہسپتال میں چل بسا اور سوپور میں دوسری بار ۲۴ گھنٹے کا کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ جگہ جگہ طلبہ کی عام گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ اور پولیس کے سپاہیوں نے بیٹوں کے بدلے ان کے باپ حراست میں لینے کے اقدامات کئے۔ ۲۳ اگست کو پھر وادی بھر میں ہڑتال رہی اور سرینگر کے کئی علاقوں میں تشدد آمیز واقعات کے بعد ۲۴ گھنٹے کا کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ ۳۰ اگست کو ۴۸ گھنٹوں کے بعد سری نگر کے تمام علاقے کرفیو سے آزاد ہو گئے لیکن گرفتاریوں کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سلسلہ اب بھی جاری رہا۔ اور سنٹرل ریزرو پولیس کے مظالم اور دہشت گردی کی شکایات منظر عام پر آگئیں۔

اسلامیہ کالج پر حملہ اور میری گرفتاری

۱۹۶۸ء میں طلبہ میں بے چینی کی ایک اور لہر آئی ستمبر یا اکتوبر میں پولیس نے انکشاف کیا کہ اس نے رات کے وقت اسلامیہ کالج سری نگر سے این سی' سی کی رائفلیں چرانے کی ایک کوشش کو ناکام بنا دیا ہے اور کئی طلبہ کو موقعہ پر ہی حراست میں لے لیا ہے۔ جبکہ اسے دو اور مفرور طلبہ کی تلاش ہے۔ پولیس نے گرفتار کئے گئے طلبہ کے خلاف ڈکیتی۔ اقدام قتل تخریب کاری اور پاکستان کے ساتھ ساز باز کرنے کے سنگین الزامات عائد کئے۔ سری نگر کے کالجوں کے طلبہ نے اسیر طلباء کے خلاف دائر کئے گئے مقدمہ کی سماعت کے روز عدالت میں جمع ہونا شروع کیا۔ چنانچہ حکومت نے ایک خصوصی بند عدالت مقرر کرکے سنٹرل جیل میں مقدمے کی سماعت کرانے کا فیصلہ کر دیا۔ حکومت کی اس کارروائی کے خلاف طلبہ نے ہڑتالیں اور مظاہرے کئے اور ایک کھلی عدالت میں سماعت کرنے کی مانگ کی۔ ۵ نومبر ۶۸ء کو پولیس نے انکشاف کیا کہ اس نے اسلامیہ کالج پر حملہ میں ملوث دونوں روپوش طالب علم ملزموں کو سرینگر میں گرفتار کرلیا ہے۔

میں نے اسی سال جنوری میں سری نگر کے ہفت روزہ " اذان" کی ادارت کے فرائض سنبھالے تھے۔ ۸ نومبر کو نماز جمعہ کے بعد خفیہ پولیس کے افسر میرے دفتر پر آئے اور مجھے گرفتار کرکے پوچھ تاچھ مرکز گپ کار نمبر ۱۶ پہنچا دیا گیا۔ جہاں سے مجھے باغ مہتاب پوچھ گچھ کیمپ اور آخر جنوری ۶۹ء میں سنٹرل جیل سری نگر منتقل کر دیا گیا۔ میری گرفتاری کے بعد ۱۶ نومبر ۶۸ء کو ریاست کے وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق نے ایک پریس کانفرنس بلائی اور بڑے ہی عجیب وغریب انکشافات کرتے ہوئے کہا کہ " کشمیر پولیس نے ہفتہ وار "اذان" کے ایڈیٹر سمیت تقریباً دو درجن پاکستانی تخریب کاروں کی ایک اور ٹولی کو گرفتار کرکے بے نقاب کر دیا۔"

دو ماہ تک گپ کار اور باغ مہتاب کے پوچھ تاچھ کے تعذیبی مرکزوں میں مجھے اور میرے دوسرے نظربند ساتھیوں کے ساتھ کشمیر کی خفیہ پولیس کے افسروں اور کارندوں نے نہایت ہی بہیمانہ جسمانی اور ذہنی سلوک کیا اور ابتلاء اور تشدد کے سنگین لمحات میں راتوں کا سونا بھی ہمارے لئے حرام قرار دیا گیا۔ لیکن منشاء الٰہی کی بدولت

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

یہاں کے تجربے نے مجھے اپنے نظریئے پر اور زیادہ راسخ اور حوصلہ مند بنا دیا۔

بعد میں حکومت نے بعض طالب علموں نوجوانوں اور ان کے والدین کو ہراساں و پریشان کرنے اور ان کا تعلیمی مستقبل برباد کرنے کے لئے اسلامیہ کالج ڈکیتی' سازش کیس گھڑا۔ مجھے لگ بھگ دو برس کے بعد اگست ۱۹۷۰ء میں رہا کردیا گیا۔

کچھ اور نوجوانوں اور طالب علموں کے خلاف ۱۹۶۹ء میں پولیس نے نواکدل قتل وسازش کیس" کے عنوان سے ایک اور مقدمہ گھڑا۔ اس مقدمے کی سماعت بھی سنٹرل جیل سری نگر کی بند عدالت میں جاری رہی۔ ان نوجوانوں پر نواکدل کے پل پر فروری ۱۹۶۶ء میں رات کے وقت ایک بی ایس ایف سپاہی کو قتل کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ اسلامیہ کالج ڈکیتی اور نواکدل قتل کیس کے مقدمات گھڑ کر حکومت کشمیر نے کئی برس تک ان طالب علموں اور نوجوانوں کو بے دردی سے پامال کرنے کی جدوجہد جاری رکھی۔ لیکن تمام قسم کی اذیتیں برداشت کرتے ہوئے یہ طالب علم بہادری کے ساتھ اپنے خلاف مقدمے کی پیروی کرتے رہے۔

اسلامیہ کالج ڈکیتی وسازش کیس میں جو طلبہ ملزم بنا دیئے گئے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔ محمد اسلم وانی' علی محمد ڈار' غلام محمد بابا' عبدالکریم' ظہور احمد شداد' معراج الدین' حفیظ اللہ' پیر محمد الیاس اور محمد سلیم بیگ۔

نواکدل قتل و سازش کیس کے ملزم طلبہ و نوجوانوں کے نام یہ تھے:

غلام رسول زگیر' عبدالحمید شاہ' اور سید سرور' عبدالحمید شاہ دس ماہ تک انٹروگیشن مرکز میں زیر تفتیش رکھے گئے' اور انہیں مقدمے کا سلطانی گواہ بننے پر مجبور کردیا گیا۔ لیکن عدالت میں حاضر کئے جانے کے روز انہوں نے جرات اور زندگی کا حیرت انگیز مظاہرہ کرکے اپنے بیان سے عدالت میں ہلچل مچادی۔ اور استغاثہ کی پوری عمارت زمین بوس کرکے چھوڑی۔ آخر کار حکومت نے ۱۹۷۵ء میں دونوں مقدمے واپس لئے۔

سوپور کے دفتروں پر پاکستانی جھنڈا

مارچ ۶۹ء میں کشمیر بے چینی اور افراتفری کی لپیٹ میں تھا ہی کہ سوپور کی ہنگامہ خیز بستی میں ریاستی حکومت نے کئی روز تک کرفیو نافذ رکھا' اور ۲۱ مارچ کو کرفیو کے نفاذ میں مزید ۲۴ گھنٹے کا اضافہ کردیا۔ یہ صورتحال اس وقت رونما ہوئی جب ایک

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مشتعل جلوس نے کانگریس جن سنگھ' سوتنترا پارٹی اور محاذ رائے شماری کے مقامی دفاتر پر ہلہ بول دیا اور ان کے تمام جھنڈے اتار دیئے۔۔۔۔ اور ان دفتروں پر پاکستانی جھنڈے لہرائے گئے۔ مظاہرین بھارت کے خلاف ہی نہیں بلکہ پہلی بار محاذ رائے شماری اور شیخ عبداللہ کے خلاف بھی نعرے بلند کر رہے تھے۔ پولیس اور مظاہرین کے درمیان تصادم کے بعد پولیس کی گولیوں سے تین افراد زخمی ہو گئے۔ جو بعد میں چل بسے۔ اس ہنگامے میں ڈسٹرکٹ کے ایس' پی مسٹر احمد شاہ المعروف شام جی بھی سخت زخمی ہو گئے۔ ان واقعات کے باعث وادی بھر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ اور تمام تعلیمی ادارے تین روز کے لئے بند کر دیئے گئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ان ہنگاموں سے پہلے محاذ رائے شماری نے آنے والے عام انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ محاذ کے اندر الیکشن لڑنے کے حامیوں اور مخالفوں کے درمیان محاذ آرائی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ان تشدد آمیز ہنگاموں کی وجہ سے حکمران جماعت وادی میں ہندوستان کے منتخب صدر مسٹر دی۔ وی گری کی کامیابی کی خوشیاں نہ منا سکی۔ ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے حکومت نے سینکڑوں لوگوں کو گرفتار کر کے تھانوں اور جیل خانوں میں نظر بند کر دیا۔

۱۹۴۷ء کے آزاد کشمیر کے مہاجرین

سری نگر میں ۱۴ اور ۱۵ اکتوبر ۶۹ء کو کشمیر اسمبلی کے اس مسودہ قانون کے خلاف عوام نے زبردست مظاہرے کئے جس کی منظوری کے بعد ان مہاجرین کو جنگ بندی لائن کے اس پار زمینوں پر ملکیتی حقوق مل سکتے تھے۔ اور یہاں ان کو بسانے کا مستقل بندوبست بھی ہو جاتا جو جنگ کے دوران آزاد کشمیر سے یہاں بھاگ آئے تھے۔ سنٹرل ریزرو پولیس نے سری نگر میں اس مسودہ قانون کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف طاقت کا وحشیانہ استعمال کیا۔ گولیاں چلائیں اور ایس پی کالج کے احاطے میں داخل ہو کر پروفیسروں اور طالب علموں کو زدوکوب کیا۔ پولیس کے ڈنڈوں نے ایک سترہ سالہ طالب علم کی جان لے لی۔ اس سے پہلے ۷ اکتوبر کو طلباء نے اسمبلی میں مسودہ قانون پیش کئے جانے کے خلاف تشدد آمیز مظاہرے کئے تھے:

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

الفتح پر پولیس کا چھاپہ

۱۹۶۸ء میں میری گرفتاری اور بعض طالب علموں اور نوجوانوں کو اسلامیہ کالج ڈکیتی کیس اور نواکدل قتل کیس میں ملوث کر لینے کے ساتھ ہی پولیس نے غلام رسول زنگیر، فضل الحق قریشی اور نذیر احمد وانی کو روپوش قرار دے کر ان کی گرفتاریوں کے وارنٹ جاری کر دیئے تھے۔ آخر ۱۸ جنوری ۱۹۷۱ء کو پولیس نے اپنے ایک سنسنی خیز اعلان میں انکشاف کیا کہ اس نے سری نگر سے چند میل دور اسلام آباد سڑک پر بارسو کے مقام پر ایک زیر زمین اور مسلح تنظیم "الفتح" کے ہیڈکوارٹر کا سراغ لگایا ہے۔ پولیس نے دعویٰ کیا کہ اسے پلوامہ ٹریجری اور جموں وکشمیر بنک ڈکیتیوں کا سراغ بھی ملا ہے' اس سلسلے میں پولیس نے جن تیس نوجوانوں اور طالب علموں کو گرفتار کرنے کا انکشاف کیا ان میں غلام رسول زنگیر، فضل الحق قریشی، نذیر احمد وانی، ڈاکٹر فاروق احمد بٹ، ڈاکٹر اعلیٰ غلام محمد نائیکو، حمید اللہ بٹ وغیرہ شامل تھے۔ گرفتار کئے گئے۔ تیس نوجوانوں پر کشمیر میں پاکستان کے اشارے پر تخریب کاری، مسلح ڈکیتی اور اعلیٰ سیاسی اور فوجی شخصیتوں کے قتل کی سازش کرنے کے الزامات میں الفتح کیس کے نام سے ایک مقدمہ دائر کیا گیا۔ حکومت جموں وکشمیر کے دھماکہ خیز اعلان سے کشمیری عوام حیرت میں ڈوب گئے۔ اور بیرونی دنیا یہ تاثر لینے پر مجبور ہو گئی کہ کشمیر میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ گرفتار کئے گئے تمام نوجوانوں کی باغ مہتاب اور گپ کار کے خفیہ مرکزوں میں پوچھ گچھ کی گئی۔ اور پھر انہیں سنٹرل جیل جموں بھیج دیا گیا۔ مقدمہ کی سماعت کے لئے ایک خصوصی عدالت قائم کر دی گئی جس نے پہلے جموں میں اور بعد میں سرینگر میں اپنے اجلاس جاری رکھے۔ اس مقدمے میں ملزموں کی طرف سے مرزا محمد افضل بیگ اور مسٹر پیارے لال ہنڈو نے وکالت کی۔ مقدمے کی سماعت کے دوران حکومت نے محسوس کیا کہ وہ الزامات کو ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو گی' اس لئے اگست ۱۹۷۷ء میں وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے ایک کیبنٹ فیصلہ کے تحت الفتح کیس کو واپس لینے کا اعلان کیا۔ اور یہ سب ہی نوجوان واپس اپنے اپنے عہدوں پر بحال ہو گئے۔ الفتح کے نوجوانوں نے نظربندی کے پورے عرصے میں اذیتوں اور مالی و مادی مصائب کا سامنا کیا۔ اس کے باوجود ان کا ایثار اور استقلال قابل تعریف تھا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ باہمی انتشار و اختلاف کے شکار ہو کر بکھر گئے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کشمیری نوجوانوں کی ہائی جیکنگ

۳۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو کشمیر کی جدوجہد میں ہائی جیکنگ کی شکل میں ایک نیا عنصر داخل ہوگیا۔ جب دو کشمیری نوجوانوں ہاشم قریشی اور اشرف قریشی نے سرینگر سے جموں کی اڑان پر جانے والا انڈین ایئر لائنز کا ایک فوکر فرینڈ شپ طیارہ ہائی جیک کرکے لاہور پہنچایا۔ اور ۳ فروری کو مسافروں اور عملے کو رہا کرکے ایک دھماکے سے جہاز کو شعلوں کی نذر کر دیا۔ شہری ہوا بازی کی ہند پاک تاریخ میں یہ پہلا دھماکہ خیز واقعہ تھا۔ حکومت پاکستان نے ہائی جیکروں کو گرفتار کرکے ان پر ایک مقدمہ چلایا لیکن پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات سخت کشیدہ ہو گئے۔ اور ہند نے مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے درمیان پاکستان کی پروازوں کو ممنوع قرار دیا۔ جس سے مشرقی پاکستان کے علیحدگی پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوئی اور جب دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے اور یہ سرزمین تیسری ہند پاک جنگ کا اکھاڑہ بن گئی۔ پاکستان اپنے مشرقی بازو کے ساتھ ہوائی راستے سے منقطع رہا۔ انجام کار ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوط ڈھاکہ عمل میں آیا اور مملکت خداداد کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔

اس ہائی جیکنگ میں ہائی جیکروں خاص کر ہاشم قریشی کی ذات بڑی ہی متنازعہ رہی حتیٰ کہ کشمیر کے عوام خاص کر حریت پسند حلقے بھی ہائی جیکنگ کے اس منصوبے کے پس منظر اور پیش منظر پر ابتداء سے ہی تذبذب اور تشکک میں مبتلا رہے۔ ۱۹۸۱ء میں بی' ایم سنہا کی تصنیف SAMBA SPYING CASE نے اس تذبذب میں اور بھی اضافہ کردیا۔ جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہائی جیکنگ کا یہ منصوبہ ٹھیک مشرقی پاکستان کے بحران کے عروج پر خود ہند کی ہدایات کے تحت عمل میں لایا گیا تھا۔ واللہ اعلم! بعد میں پاکستان کی سپریم کورٹ نے مسٹر ہاشم قریشی اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو حریت پسند اور محب وطن قرار دے کر تمام الزامات سے بری کیا۔

کشمیر یونیورسٹی پر چھاپہ

اکتوبر ۱۹۷۵ء میں جب جھیل ڈل کے کنارے پر ایک حسین و مناظر آشنا کیمپس میں طلبہ میں تقسیم اسناد کے سلسلہ میں مہاراشٹر کے صدر علی یاور جنگ کی صدارت میں کشمیر یونیورسٹی کا کانوکیشن ہونے والا تھا۔ تو پولیس نے انکشاف کیا کہ اس نے یونیورسٹی پر چھاپہ مار کر کچھ اسلحہ برآمد کیا ہے۔ اور کچھ طلبہ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ گرفتار کئے گئے طلبہ کے خلاف آرمز ایکٹ کے تحت ایک مقدمہ رجسٹر کر دیا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

گیا' جو اب بھی چل رہا ہے' اس میں ملوث کئے جانے والے افراد کے نام یہ ہیں:
محمد مصدق عادل' محمد اسلم وانی' غازی خان اور غلام نبی کبابی

جموں و کشمیر بینک کی لنگیٹ شاخ پر چھاپہ

آزاد کشمیر میں محاذ رائے شماری اور این' ایل' ایف سے تعلق رکھنے والے محمد مقبول بٹ جو ۱۹۶۷ء میں سولی کا فیصلہ سن لینے کے بعد ۱۹۶۸ء ہی میں سنٹرل جیل سری نگر سے فرار ہو کر آزاد کشمیر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دوبارہ مئی ۱۹۷۶ء میں سرحد پار کر کے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ شمالی کشمیر میں داخل ہو گئے اور یہاں کے گاؤں براٹھ میں ایک زمیندار کے ہاں اپنا کیمپ سجایا' اور بہت سارے لوگوں کے ساتھ اپنا رابطہ قائم کیا خاص کر ان لوگوں کے ساتھ جن سے وہ ۱۹۶۶ء میں بھی ملے تھے۔ لیکن اب چونکہ ان میں سے بہت سارے افراد بدل چکے تھے۔ یا اونچے اونچے عہدوں پر متمکن ہو گئے تھے۔ اس لئے محمد مقبول بٹ کے ہمت افزا خیالات نے ان کو مائل نہیں کیا' بہرحال انہوں نے ریاست جموں و کشمیر کی ایک خود مختار مملکت کے قیام کی کوششیں کرنے پر زور دیا۔ وادی کشمیر میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے جنوبی کشمیر کا چکر بھی لگایا۔ کشمیر سے واپسی پر لنگیٹ کے مقام پر محمد مقبول بٹ نے بہ قول پولیس جموں و کشمیر بینک کی لنگیٹ شاخ پر حملہ کیا اور معمولی سی رقم بینک مینجر سے چھین لی۔ رپورٹ کے مطابق بینک مینجر کی چیخ و پکار سے ارد گرد کے گاؤں والے جمع ہو گئے۔ جنہوں نے بٹ کو ایک ڈاکو تصور کر کے بے دردی کے ساتھ اس کی مار پیٹ کی۔ الزامات کے مطابق محمد مقبول بٹ کے ایک ساتھی نے گولی چلا دی۔ جس سے بینک مینجر غلام محمد ماگرے ہلاک ہو گئے۔ محمد مقبول بٹ اور ان کے ساتھیوں کو بعد میں پولیس کے سپرد کر دیا گیا لیکن ایک ساتھی پہلے ہی فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد پولیس کی ٹولیاں ریاست بھر میں سرگرم ہو گئیں۔ اور سیاسی نکتہ نظر سے وزیراعظم مسز اندرا گاندھی' وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اور دوسرے ہندوستانی لیڈروں کے خیالات کو سخت دھچکا پہنچا۔ کیونکہ اندرا' عبداللہ معاہدے کے بعد یہی دعویٰ کیا جا رہا تھا کہ اب کشمیر کوئی بین الاقوامی سوال نہیں رہا ہے۔ اور بقول اندرا گاندھی اب مسئلہ کشمیر صرف یہ ہے کہ کشمیر کے عوام کانگریس پارٹی میں بھرتی ہوں یا کہ نیشنل کانفرنس میں۔ لنگیٹ کے واقعات کے بعد پولیس نے اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جموں و کشمیر پیپلز لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا کہ انہوں نے ایک اشتہاری ملزم کے ساتھ ملاقات کرنے کے باوجود پولیس کو اطلاع کیوں نہ دی اس طرح لیگ والے ایک مقدمے میں پھنسا دیئے گئے۔ محمد مقبول بٹ اس وقت تہاڑ جیل میں بند ہیں۔ لنگیٹ مقدمے میں ابھی تک انہیں عدالت میں نہیں لایا گیا۔ البتہ سزائے موت کے ۱۹۶۷ء کے فیصلے کے خلاف صدر ہند نے ان کی اپیل پر فیصلہ نہیں دیا ہے۔

کشمیریوں کی دوسری ہائی جیکنگ

مئی ۱۹۷۶ء میں لنگیٹ کے واقعات کے کئی ماہ بعد چھ کشمیریوں نے نئی دہلی میں ایک مسافر بردار بوئنگ طیارے پر سوار ہو کر اس کو پاکستان کی طرف ہائی جیک کر لیا۔ اور طیارے کو لاہور کے ہوائی اڈے پر اتار لیا۔ جہاں پاکستانی کمانڈوز نے ہوشیاری اور پھرتی کا زبردست مظاہرہ کرتے ہوئے' چھ کے چھ ہائی جیکروں پر غلبہ حاصل کر لیا' اور طیارے کو ان کے تصرف سے چھڑا کر واپس ہندوستان بھیج دیا۔ ہائی جیکر حراست میں لئے گئے اور پاکستانی سراغ رسانوں نے ان سے پوچھ گچھ کی' لیکن حکومت پاکستان نے ان کے مطالبات اور مقاصد کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ البتہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہائی جیکر محمد مقبول بٹ کے حامی تھے۔ اور ہائی جیکنگ کے ذریعے وہ بھارت پر دباؤ ڈال کر محمد مقبول بٹ کو ہندوستانی قید سے چھڑانے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ حکومت پاکستان نے ہائی جیکروں کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور انہیں ہندوستان کے سپرد کرنے کا ہندوستانی مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ ان میں سید عبدالحمید دیوانی' اور سید محمد رفیق شامل تھے۔

اضافہ ۱۹۹۴ء

ان کے ہمراہ جو دوسرے ہائی جیکر تھے ان کے نام یہ ہیں محمد احسن راتھر' عبدالرشید ملک' غلام رسول اور غلام نبی۔ سید عبدالحمید یوانی ۴ جون ۱۹۹۳ء کو جہلم سے لاہور آتے ہوئے راستے میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ وہ آخری دم تک تن تنہا اپنے موقف پر ڈٹ کر کام کرتے رہے اور کبھی مایوس نہ ہوئے۔ اپنے آخری ایام میں ان کا دل زندہ اور ہمت جوان تھی۔ سفر آخرت سے کئی روز پہلے مرحوم نے آزاد کشمیر کے سرحدی علاقوں کا دورہ کیا تھا اب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وہ اپنے پیچھے اپنی رفیقہ حیات ایک کم عمر بیٹا اور بیٹی چھوڑ گئے ہیں جو جدائی کا صبر آزما زمانہ گزارنے کے بعد ۱۹۹۲ء میں مقبوضہ کشمیر سے پاکستان آنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ سید عبدالحمید دیوانی بانڈی پورہ کے ایک گاؤں کونن کے رہنے والے تھے۔ چھٹی دہائی میں انہوں نے سنٹرل جیل سرینگر میں وطن کی آزادی کی خاطر چھ سال کی سزا کاٹی اور جیل سے رہا ہونے کے چند سال بعد وہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۶ء کو انڈین ایئر لائنز کا بوئنگ ۷۳۷ سرینگر سے لاہور ہائی جیک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لاہور کے ہوائی اڈے پر گرفتار ہونے کے بعد حکام نے موصوف کو اپنے دوسرے ساتھیوں کے سمیت ۱۳ ماہ شاہی قلعہ میں اور سترہ ماہ چلاس میں قید رکھا۔ بعدمیں ڈاکٹر باسط نے ان کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن دائر کی اور عدالت عالیہ نے ان کو پاکستان میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے کی بنیاد پر ایک ماہ کی سزائے قید کاٹنے کے لئے کوٹ لکھپت جیل بھیج دیا۔ عدالت عالیہ میں دیوانی صاحب نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ "ہمیں بتایا جائے کہ پاکستان کی کشمیر پالیسی کیا ہے؟ اس وقت میں اس عدالت میں کھڑا نہیں ہوں بلکہ پاکستان کی کشمیر پالیسی کھڑی ہے۔ اگر پاکستان ایک بار یہ اعلان کرے کہ اسے کشمیریوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اس کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ہم پاکستان کی طرف دیکھنا اور یہاں آنے کا خطرہ مول لینا چھوڑ دیں گے۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سٹیٹ پیپلز کنونشن سے انتخابات تک

وزیراعظم ہند کی حیثیت سے ۱۹ جنوری ۱۹۶۶ء کو اقتدار پر جلوہ افروز ہونے کے کچھ عرصہ بعد مسز اندرا گاندھی نے ہندوستان میں شیخ عبداللہ' اور ان کے ساتھیوں پر عائد کردہ پابندیاں نرم کیں' انہیں اپنے ساتھیوں کے سمیت اوٹاکمنڈ سے نئی دہلی منتقل کر دیا گیا۔ اور دو جنوری ۶۸ء کو ان کے لئے ریاست جموں وکشمیر کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ہندوستان کے مسند اقتدار پر مسز اندرا گاندھی کی آمد شیخ محمد عبداللہ کے لئے خوشی کا باعث تھی' کیونکہ مسز اندرا گاندھی کے آنجہانی پتا جی شیخ عبداللہ کے " جگری دوست" رہ چکے تھے۔ اور جواہر لال کے کنبے کے ساتھ ان کے قدیم اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ سری نگر پہنچ جانے کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے مسئلہ کشمیر کا حل تلاش کرنے کے لئے " سٹیٹ پیپلز کنونشن" منظم کرنے کی تیاریاں شروع کیں ۔ کنونشن میں حصہ لینے کے لئے مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ان کی انفرادی حیثیت میں دعوت نامے دیئے گئے۔ کنونشن کے پہلے اجلاس کا افتتاح کرانے کے لئے عبداللہ نے ہندوستان کے سرودیہ لیڈر جے پرکاش نارائن کو سرینگر مدعو کیا' اور خود ہوائی اڈے سے مجاہد منزل تک ہندوستانی لیڈر کا زبردست استقبال کرایا۔ اس کنونشن میں دوسو پچاس یا اس سے زائد اصحاب نے شرکت کرکے اپنے اپنے خیالات پیش کئے۔ مسٹر جے پرکاش نارائن نے سٹیٹ پیپلز کنونشن کا افتتاح کرتے ہوئے مجاہد منزل میں خبردار کیا۔

" پاکستان کے ساتھ ۱۹۴۷ء کی جنگ کے بعد اب کشمیر کا حل صرف انڈین یونین کے آئین کے ڈھانچہ میں رہ کر دریافت کیا جا سکتا ہے"

یہ صورتحال دیکھ کر اہل کشمیر شیخ عبد اللہ سے پھر مایوس ہو گئے' اور ۶۸ء اور ۶۹ء میں اس کا رد عمل ظاہر ہوا۔ مختلف شخصیتوں کے خیالات سننے کے بعد سٹیٹ پیپلز کنونشن کا آٹھ روزہ سیشن اس قرارداد کی منظوری کے ساتھ ملتوی ہو گیا:

" مسئلہ کشمیر کا کوئی بھی حل جو عوام کو قابل قبول ہو' اسے ریاست کے تمام خطوں کے مفادات کو نگاہ میں رکھ لینا چاہئے صرف اسی قسم کا حل مسئلہ کو ختم کر سکتا ہے' اور جموں وکشمیر سمیت سارے برصغیر ہندوپاکستان میں معمول کے حالات بحال کر سکتا ہے"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ محمد عبداللہ کی صدارت میں مجاہد منزل میں سٹیٹ پیپلز کنونشن کا دوسرا سیشن ۸ جون ۱۹۷۰ء سے ۱۳ جون ۱۹۷۰ء تک ہوا۔ اس سیشن میں کنونشن کے رہنما اصول زیر بحث آئے' اور کئی اراکین نے رہنما اصولوں میں "سیکولر ازم" کی اصطلاح کے استعمال پر سخت اعتراضات کئے۔ جس سے کنونشن کا ماحول کشیدہ ہو گیا۔ قاری سیف الدین نے اپنا اعتراض پیش کرتے ہوئے یہ دلیل دی کہ سیکولر ازم ایک بدنام لفظ ہے۔ اور ایک خاص مملکت کی بسیار گوئی کے رحم و کرم پر ہے۔ کنونشن کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی اصطلاح مسودے میں شامل کرنے سے احتراز کرے' جس کے ذریعے ہند یا پاکستان میں سے کسی ایک ملک کی طرف کنونشن کے جھکاؤ کا تاثر ملے۔ شمیم احمد شمیم اور پنڈت پریم ناتھ بزاز نے سیکولر ازم کی اصطلاح شامل کرنے کے حق میں سخت اصرار کیا لیکن مبارک شاہ ایڈووکیٹ ریٹائرڈ ہائی کورٹ جج' غلام احمد میر' قاری سیف الدین اور مولانا عباس انصاری نے "سیکولرازم" کے خلاف اپنا استدلال پیش کرنے کے بعد سیشن سے واک آؤٹ کیا۔

یہ وہ راہ تھی جس کے ذریعے محاذ رائے شماری کے روح رواں نے حق خود ارادیت کی جدوجہد کے لہو آشناء پودے کی گردن میں قانون اور بحث و مباحثے کا پھندا ڈال کر عوام کو رجعت پسندی پر گامزن ہو جانے کا واضح اشارہ دیا۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ ملّا ہے نہ زاہد نہ حکیم

اپنی گردنوں اور حریت پسند عوام کی گردنوں میں رجعت اور فراریت کا پھندا ڈالتے ہوئے یہ لیڈر ثابت قدم جماعتوں کی جدوجہد اور فتح آشنائی کی زندہ شہادتیں اور صداقتیں بھول گئے۔ تاریخ کا ناقص' ادھورا' سرسری اور یک طرفہ مطالعہ رکھنے والوں کے سامنے نہ الجزائر' نہ ویٹ نام' نہ افریقہ اور نہ عرب عوام کی ثابت قدمی اور جدوجہد آشنائی کے انعامات تھے۔ اب انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ قرآن حکیم کی اس بشارت سے بھی کان بند رکھیں گے کہ

وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

ترجمہ۔ اور کہدے (اے محمد) حق آنے والا' باطل اکھڑنے والا ہے۔ یقیناً" باطل اکھڑنے والی چیز ہے"۔

اور علامہ اقبالؒ کا یہ مشورہ بھی نہ مانیں گے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

یہ لوگ اپنے بیانوں اور تحریروں میں اقبالیات کا وظیفہ ضرور پڑھنے کے عادی تھے، لیکن افسوس انہیں خبر نہ تھی کہ اقبال علیہ الرحمتہ ایک ایسی ثابت قدم قوم کی تلاش میں تھے۔ جس کی صفوں میں انقلاب اور ایمان کی روشنی جل رہی ہو۔ اور وہ انہی مردان خدا کو اپنا سلام پیش کرتے ہیں :۔

وجود انہی کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

حق خود ارادیت کے مسلمہ اور مقبول عام نصب العین سے انحراف کا محتاط صلائے عام دینے کے باوجود اب بھی محاذ رائے شماری کے جلسے رائے شماری فوراً کراؤ کے نعروں سے ہی گونجتے تھے۔ اسی سال شیخ عبداللہ اور محاذ رائے شماری نے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کرنے کی پرانی راہ تبدیل کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا، اور کئی عوامی جلسوں میں اعلان کیا کہ آج سے محاذ حق خودارادیت اور رائے شماری کا مطالبہ منوانے کے لئے قانون ساز اسمبلی میں داخل ہونا چاہتا ہے، اور کچھ عرصہ بعد مارچ ۱۹۷۱ء میں جب شیخ عبد اللہ پابندی وطن کی وجہ سے نئی دہلی میں محصور تھے، تو انہوں نے ایک بیان میں انکشاف کیا:

"مجھے دہلی میں ۱۹۶۸ء میں رہائی سے پہلے کئی دوستوں اور کشمیریوں کے بھی خواہوں نے مشورہ دیا کہ میں پارلیمنٹ کے عام انتخابات میں حصہ لوں۔ اس پر گہرائی سے غور و خوض کر لینے کے بعد میں نے محاذ رائے شماری کو عام انتخابات میں مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا، اور میں نے خود الیکشن لڑنے کے لئے اپنے کاغذات نامزدگی آپ داخل کرانے کا فیصلہ کر لیا تھا"۔

پارلیمنٹ انتخابات میں شرکت

جنوری ۱۹۷۱ء میں شیخ محمد عبداللہ، مرزا محمد افضل بیگ اور غلام محمد شاہ دہلی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ ۹ جنوری ۷۱ء کو جب وہ واپس سری نگر لوٹنے والے تھے۔ حکومت جموں وکشمیر کے امتناعی احکامات کے تحت ریاست میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ اس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

واقعہ کے تین روز بعد ہندوستان کی غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے ایکٹ کی رو سے محاذ رائے شماری کو کالعدم قرار دیا گیا' اور اس کے تمام دفاتر سربہ مہر کر دیئے گئے۔ اس سے قبل ۱۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے پارلیمنٹ توڑ کر وسط المدتی انتخابات کرانے کا اعلان سنایا تھا۔

کشمیر میں بھی پارلیمنٹ انتخابات کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں اور جلاوطن رہنما نے سری نگر کی پارلیمانی نشست سے الحاق ہند کے ایک زبردست ترجمان شمیم احمد شمیم کو آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑا کیا۔ان کے مقابلے میں ریاست کے سابق وزیراعظم بخشی غلام محمد تھے اپنے جلاوطن قائد کی ہدایات کے تحت کشمیر میں کالعدم محاذ رائے شماری کی تمام صفیں شمیم کی خاطر سرگرم عمل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ "سرتاج" نے بیگم صاحبہ کو بھی سری نگر روانہ کر دیا' یہ ہدایت دے کر کہ وہ کشمیری عوام کو شمیم کے حق میں بھاری پیمانے پر منظم کریں۔ بیگم عبداللہ نے سری نگر پہنچ کر شمیم کی انتخابی مہم کے سلسلے میں پہلے انتخابی جلسے کا افتتاح کر لیا۔ اور مولانا مسعودی کو بھی اس مہم کے دوپٹے کے ساتھ باندھ لیا۔وزیراعلیٰ مسٹر صادق کے چچا زاد بھائی غلام محی الدین قرہ بھی سابق وزیراعظم بخشی غلام محمد سے انتقام لینے کی خواہش رکھتے تھے۔اس دور کے حالات کے مطابق مسٹر شمیم کے حق میں بیگم عبداللہ کی مہم تو سمجھ میں آ سکتی تھی' کیونکہ بیگم عبد اللہ نے ہمیشہ ہی اپنے سرتاج کے احکامات کی بے چوں و چرا تابعداری کی راہ اپنائی ہے۔ لیکن بعض لوگوں کے لئے اس لڑائی میں مولانا مسعودی کا کردار تعجب انگیز تھا۔ مولانا مسعودی نے ایک انتخابی جلسے میں اعلان کیا:۔

" اگر شیخ صاحب ہمیں کھمبے کو ووٹ دینے کی ہدایت کریں تو ہم ضرور کھمبے کو ووٹ دیں گے"

مولانا مسعودی کو اپنی اس غلط روی کا کچھ احساس بھی تھا۔ لیکن وہ ایک تاویل پسند لیڈر کی طرح تاویلات کے جمع و ترتیب سے اپنی تمام غلط کاریوں کا دفاع بھی کرتے آئے ہیں۔ افسوس کہ ۱۹۷۷ء میں مولانا مسعودی نے اپنی کھمبہ نوازیوں کو ایک ایسی چیز کے حق میں قربان کر دیا جس نے ان کی پوری سیاسی زندگی اور سیاست پر شکست و حسرت کا مقطع لکھ دیا۔مسٹر شمیم کی سرگرم حمایت کرکے شیخ عبداللہ مرکز کو اپنی عوامی قوت کا احساس دلانا چاہتے تھے۔ ورنہ حق تو یہ ہے کہ پارلیمنٹ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سیٹ کے دونوں امیدوار بخشی غلام محمد اور مسٹر شیم بھارت کے ساتھ الحاق کے قائم رکھنے پر متفق الرائے تھے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بخشی غلام محمد نے اپنے دس سالہ دور اقتدار میں حق خود ارادیت اور حزب اختلاف کی آوازوں کو سخت روی سے کچلنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جبکہ ان کا انتخابی حریف حق خود ارادیت کے خلاف اپنے قلم سے خوب خوب کام لے چکا ہے۔ اور اب اس الحاق کے سائے میں پلنے والی بدنمائیوں کو رعنائیوں میں بدلانے کا خواہش مند تھا۔ وہ اس غیر معقول' غیر فطری اور غیر جمہوری تعلق کو تحریر' تقریر اور تبلیغ سے قبولیت کا لباس پہنانے کا علمبردار تھا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نیا باب' نئے اوراق

گھر سے باہر دہلی میں رو کی گئی لیڈر شپ اور کالعدم محاذ رائے شماری کے دوسرے لیڈروں کے بیانات اور اقدامات' احکامات اور ہدایات نئی دہلی اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان کسی نئے معاہدے کی تیاریوں کی غمازی کر رہے تھے۔ اور نئی دہلی اور شیخ عبداللہ کے درمیان تعلقات کا دھاگہ خوش گوار اور مضبوط شکل میں جوڑنے کا عمل بھی شروع ہو چکا تھا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کا یہ شعر آنے والے دور کی پیش گوئی یوں کر رہا تھا

چھپا کر آستین میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

چنانچہ ۱۱ مئی ۱۹۷۲ء کو مرزا محمد افضل بیگ اور ۵ جون ۱۹۷۲ء کو شیخ محمد عبداللہ کے لئے گھر جانے کی اجازت مل گئی' اور "نئے باب کے نئے اوراق" تحریر کرنے کے لئے کشمیر کی فضا کو سازگار بنانے کا عمل شروع کر دیا گیا۔ بیگ' پارتھا سارتھی مذاکرات کے ذریعے "اندرا عبداللہ پیکٹ" وجود میں لانے کے لئے قریب قریب تین برس تک طرفین کے رہنما اور صلاح کار دہلی اور سری نگر کے درمیان مزیدار اڑانیں کرتے رہے' اور خوب خوب پر لطف ضیافتوں کا مزہ چکھتے رہے اب کشمیر میں میر قاسم کی "سیادت" اور وزارت کا دور دورہ تھا' کیونکہ مسٹر صادق ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو چندی گڑھ میں ہی انتقال کر چکے تھے۔

بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات کے آغاز کی قطعیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ البتہ نظر بندی کے دور میں ایک روز وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے آل انڈیا میڈیکل انسٹی چیوٹ میں شیخ عبداللہ کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ پھر شیخ خود بھی وزیر اعظم سے ملے تھے۔

"مسٹر بھٹو کے ساتھ شملہ مذاکرات سے کچھ وقت پہلے پریس میں ایک مختصر سا نیوز آئیٹم آگیا کہ پارتھا سارتھی' شیخ محمد عبداللہ اور مرزا محمد افضل بیگ کے ساتھ مسئلہ کشمیر کے امکانی حل پر ایک خاموش گفتگو میں مصروف ہیں"

کہتے ہیں کہ ایک خاص حکمت عملی کی رو سے اس وقت حکومت ہند شیخ محمد

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عبداللہ کے ساتھ مسئلہ کشمیر پر کوئی معاہدہ کرنے کے لئے بے قرار تھی تاکہ وہ مجوزہ چوٹی کانفرنس میں پاکستان کو زور دار طریقے پر بتائے کہ گذشتہ ربع صدی سے جس شخصیت کو استعمال کرتے ہوئے وہ الحاق کشمیر کو حل طلب قرار دیتا آ رہا تھا' اب وہی بھارت کے ساتھ ایک معاہدہ طے کر چکی ہے۔ لیکن شملہ میں بھارت اور پاکستان کی سربراہ کانفرنس سے پہلے حکومت ہند اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان کوئی اکارڈ وجود میں نہ آیا۔ دوسری طرف سے شملہ مذاکرات میں پاکستان کا موقف یہ تھا کہ پہلے ۱۷ء کی جنگ سے پیدا ہونے والے سوالات طے کئے جائیں اور آخر میں تنازعہ کشمیر کے حل پر توجہ دی جائے۔

دلی میں شیخ محمد عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کے بیانات کا لب ولہجہ کافی حد تک محتاط تھا۔ لیکن جموں وکشمیر کے محاذی کارکنوں کو نئے خطوط پر سوچنے اور بات کرنے کا سگنل مل چکا تھا۔ اور کشمیر کے ہوشمند عنصر کو وہ آثار نظر آ رہے تھے کہ نئی دہلی میں کشمیری عوام کے مسلمہ حق یعنی حق خودارادیت کو دفن کرانے کے لئے کچھ نئے گل کھلانے کے طریقوں کی تلاش تیز ہو گئی ہے۔

شیخ عبد اللہ کے خلاف امتناعی احکامات واپس لینے کے بعد نیشنل ہیرالڈ نے ہسپتال میں شیخ عبد اللہ سے ایک انٹرویو لیا۔ جس میں انہوں نے اہل کشمیر کے لئے حق خودارادیت اور رائے شماری کے مطالبات کی کوئی وکالت نہ کی۔ انہوں نے صرف ۵۳ء میں اپنی معزولی اور نظربندی کی شکایت کی۔ آپ نے اس بات کو تسلیم کیا کہ کشمیر اوربھارت کا رشتہ اصولوں اور نظریات کی ہم آہنگی کی بنیاد پر جوڑنے والے دستور کے بنانے اور سنوارنے میں' میں خود بھی شریک کار تھا"۔ انہوں نے کہا کہ اگر کشمیر میں " جمہوری عمل" کو ایک بار شروع کر دیا گیا تو انتہا پسند عناصراصولوں کی بنیادپر ہونے والی مفاہمت کا راستہ روک نہیں سکیں گے۔ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی مفاد خصوصی عناصر کر رہے ہیں۔ ہنداور کشمیر کے درمیان الحاق اور شیخ محمد عبداللہ کی ذات۔۔۔ دونوں سے یکساں لگاؤ رکھنے والی مشہور ہندوستانی خاتون مس مرودلاسارا بھائی نے انٹرویو کو سائیکلو اسٹائل کرکے سارے ہندوستان اور کشمیر میں تقسیم کردیا۔

مرزا افضل بیگ اپنے قائد سے پہلے وارد سری نگر ہوئے۔ یہاں پہنچتے ہی انہیں رائے شماری کے حامی طلبہ کے مظاہروں کا سامنا ہوا۔ ان مظاہرین کو خاموش کرانے کے لئے مرزا افضل بیگ نے کہا کہ ہم اپنے موقف پر بدستور ڈٹے ہوئے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہیں۔ جون ۱۹۷۲ء میں شیخ عبداللہ بھی واپس سری نگر لوٹے' لال چوک پہنچنے پر شیخ کی سواری کو حق خود ارادیت نواز طلبہ کے نعرے سنائی دیئے لیکن محاذ رائے شماری کے چوکس کارکنوں نے ان طلبہ پر ہلہ بول دیا۔ اور ان کو خاموش کر دیا۔ یہ صورتحال شیخ کی نگاہ میں تھی۔ اس لئے دوسرے روز حضوری باغ میں ایک جلسہ عام میں آپ نے ابہام پسندی سے کام لیا اور کہا کہ وزیراعظم مسزاندراگاندھی نے مجھے ایک نیا باب شروع کرنے کی تجویز پیش کی ہے' اور میں بھی ہند کشمیر تعلقات کا ایک نیا باب کھولنے کا آرزو مند ہوں۔ میں کشمیریوں کو عزت و آبرو کا مقام دے کر رہوں گا اور مرکز اور ہمارے درمیان جو بات چیت ہوگی۔ اس کے نتائج عوام کے سامنے رکھوں گا۔ آپ نے یقین دلایا کہ اگر اہل کشمیر نے ہماری بات چیت کے نتائج کو منظور کیا' تو میں خود بھی اس پر صاد کہوں گا۔ وگرنہ مذاکرات کا یہ سلسلہ ختم کردوں گا۔ آپ نے انکشاف کیا کہ ہندوستان اور ریاست جموں و کشمیر کے رشتے میں گذشتہ انیس سال میں پیدا ہونے والے تعطل اور بحران کو ختم کرنے کے لئے مرکزی حکومت کے نمائندے مسٹر پارتھاسار تھی اور میرے نمائندے مرزا محمد افضل بیگ کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے ہیں آپ نے اس تقریر میں اٹونامی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دہلی میں انہوں نے اس کے حق میں متعدد بیانات دیئے تھے۔ یہ اس لئے کہ کشمیری عوام حق خود ارادیت سے ان کے انحراف کی شروعات پر پہلے ہی اپنے شدید غیض و غضب کا اظہار کر چکے تھے۔ تاہم محاذ کے حلقے اٹونامی کے حق میں اپنی تنظیم کو حرکت میں لا چکے تھے۔

شیخ قاسم تعلقات اور بلدیاتی انتخابات

وزیراعلیٰ سید میر قاسم نے تاڑ لیا کہ دہلی کی ہواؤں کا رخ کس طرف ہے' خود مرکزی ارباب اختیار نے بھی کشمیر کی گدی پر بٹھائے ہوئے اپنے ماتحتوں کو شیخ عبداللہ کے ساتھ مرکز کے تعلقات کے احیاء کی کوششوں کا سگنل بھی دیا۔ چنانچہ وزیراعلیٰ مسٹر قاسم نے بھی سری نگر میں شیخ عبد اللہ کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنے میں پہل کی۔ اب دونوں کے تعلقات اس قدر قریب آگئے تھے کہ لوگ ان دونوں کی ایک دوسرے کے حق میں قصیدہ خوانی سنتے سنتے عاجز آگئے تھے۔ کچھ وقت بعد سری نگر اور قصبہ جات میں مقامی اداروں کے لئے عام انتخابات کا فیصلہ کیا گیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حکمران کانگریس پارٹی نے ان انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑا نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کیونکہ وہ شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کو نارمل بنانے میں مصروف تھی۔ بہرحال محاذ رائے شماری کو بھرپور سرکاری حمایت حاصل رہی' اور اس نے کشمیر کے مذہبی' اعتقادی سوالات کو انتخابی مہم میں شامل کرکے مخالفین کو مکمل شکست دی۔ صرف اسلام آباد کی ایک نشست جماعت اسلامی کے ہاتھ میں آگئی۔ محاذ نے اپنی فتح پر جشن منایا' اور دہلی و سرینگر میں سرکاری و نیم سرکاری اخبارات نے اپنی تحریروں میں شیخ عبداللہ کو ایک بار پھر ریاست کی مسلمہ اور معتبر آواز قرار دیا۔

الحاق کی تائید میں بیانات

اصل میں ۱۹۷۳ء میں شیخ اور بیگ نے دہلی اور جموں میں ہندوستان کے ساتھ الحاق کی تائید میں بیانات جاری کرنے کا آغاز کیا تھا لیکن اس سے بھی پہلے دہلی میں مسٹر پارتھا سارتھی کے ساتھ ایک بات چیت کے بعد مرزا افضل بیگ نے یو۔این۔آئی کو ایک انٹرویو کے دوران صاف صاف کہا تھا۔

"مسٹر پارتھا سارتھی کے ساتھ میری جو بات چیت ہوئی وہ اس مرکزی نقطے کے ارد گرد گھومتی رہی کہ ہند کے ساتھ کشمیر کا الحاق اٹوٹ اور حتمی ہے"۔

حق خودارادیت کی ۱۹ سالہ تحریک سے تائب ہو جانے کے باوصف دونوں کشمیری لیڈروں کا اب بھی یہ خیال تھا کہ ابھی وہ وقت نہیں آپہنچا ہے کہ وادی کے عوام کے سامنے کھل کر رائے شماری کی مذمت اور ہند سے الحاق کی حمایت کی جائے۔ چنانچہ وادی میں پہنچنے پر وہ فوراً" ان سب بیانات کی تردید کرتے رہے جو اس سے پہلے انہوں نے جموں یا دہلی میں دیئے تھے۔ جب ان سے سوال کیا جاتا تو وہ جھٹ وقائع نگاروں اور رپورٹروں اور ایڈیٹروں کو غلط رپورٹنگ کے لئے مطعون اور ذمہ دار قرار دیتے اور لوگوں کو ہدایت کی جاتی کہ اخبارات کی رپورٹنگ پر اعتبار نہ کیا جائے۔

۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء کو مسٹر پارتھا سارتھی نے شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ ایک ملاقات کی۔ لیکن اس ملاقات کو صحت و عافیت دریافت کرنے والی ملاقات قرار دیا گیا۔ "ہندوستان ٹائمز" نے خبر دی کہ ابھی تک بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات مین کوئی فیصلہ کن مرحلہ نہیں آیا ہے ۲۹ جولائی کو شیخ عبداللہ نے نئی دہلی میں وزیراعظم مسز گاندھی کے ساتھ سخت حفاظتی انتظامات میں ایک خفیہ ملاقات کی۔ امتناعی احکامات کی منسوخی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے بعد یہ ان کی دوسری ملاقات تھی۔ جو ایک سال کے اندر اندر ہوئی۔ شیخ عبد اللہ دہلی اور بڑودہ کے دس روزہ دورے پر تھے کہ " ہندوستان ٹائمز" مورخہ ۲ اگست ۱۹۷۳ء نے ان کا ایک بیان شائع کیا کہ ریاست جموں وکشمیر بھارت کا اٹوٹ حصہ ہے۔ کشمیر میں اس بیان کی اشاعت سے شیخ عبد اللہ کے خلاف ناراضگی اور غصے کی ایک زبردست لہر پھیل گئی۔ ۸ اگست کو آپ اپنا دس روزہ دورہ ختم کرکے واپس سری نگر پہنچے۔ ان دنوں میں یہ بات عام ہو گئی کہ وزیراعظم مسز گاندھی شیخ عبد اللہ کو مرکز میں لے کر ان سے ہندوستانی مسلمانوں کو کانگریس کا ہمنوا بنانے کا کام لیں گی۔ اس رپورٹ کو اس وقت اور زیادہ تقویت مل گئی جب ۹ اگست ۱۹۷۳ء کو مجاہد منزل میں اپنی معزولی کا بیس سالہ پرانا ماتم منانے کے لئے ایک جلسہ عام میں انہوں نے یہ انکشاف کیا۔

" اس وقت میرا میدان کار صرف کشمیر ہی نہیں ہے' بلکہ پورا ہندو پاک ہے۔ میں وقتاً" فوقتاً" باہر جاتا رہوں گا۔ لیکن وہاں بھی کشمیریوں کو نہیں بھولوں گا۔ ہمیں اپنی ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی رہنمائی کرنی ہے۔ ہم ایک قابل قدر تصفیہ چاہتے ہیں' اور جلد بازی نقصان دہ ثابت ہو گی"

تقریر کے دوران آپ نے اخبار نویسوں کو بھی کوسا اور ان پر بدظنی پیدا کرنے کے الزامات لگائے۔

پاکستانی صحافی کا شیخ عبداللہ سے سوال

۲۲ اگست ۱۹۷۳ء کو نئی دہلی میں پریس کلب آف انڈیا نے شیخ محمد عبداللہ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ حسن اتفاق سے اس دعوت میں ایک پاکستانی اخبار نویس بھی موجود تھا۔ اس موقعہ پر جب شیخ عبداللہ نے دعویٰ کیا کہ رائے شماری اور الیکشن ایک ہی چیزیں ہیں۔ تو پاکستانی اخبار نویس نے شیخ عبداللہ پر اور جرح کی۔ " شیخ صاحب! آپ کس طرح رائے شماری اور الیکشن کو ایک ہی درجہ دیتے ہیں۔ الیکشن کے ذریعے لوگوں کی مرضی دریافت کی جاتی ہے کہ ان پر کون سی جماعت حکومت کرے جبکہ رائے شماری اس سے بھی زیادہ ایک بنیادی چیز ہے"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پہلگام میں، اندرا، شیخ ملاقات

۲۶ ستمبر۱۹۷۳ء کو وزیراعظم سری نگر آئیں۔ ۲۸ ستمبر کو شیخ محمد عبداللہ نے اپنے ذاتی قصر میں ان کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا' اور ۲۷ ستمبر کو دونوں لیڈروں نے پہلگام جا کر وہاں کی قدرتی حسن آشنائیوں میں کشمیر کے رموز و اسرار کا جائزہ لیا۔ ان کی بات چیت ۷۵ منٹ جاری رہی ۔ کشمیر میں اپنے قیام کے دوران مسز گاندھی کو کافی ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ مثلاً ۲۸ ستمبر کو انہوں نے وزیراعلیٰ کی سرکاری قیام گاہ پر' پولیس اور سیکورٹی عملے کے سخت پہرے میں کانگریسی کارکنوں سے خطاب کیا۔ وزیراعظم نے پارٹی مضبوط بنانے پر زور دیا' اور شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ" مجھے خوشی ہے کہ کشمیر کے کچھ لوگ جو پہلے علیحدہ رہتے تھے' اب سارے ملک کے لئے دلچسپی لے رہے ہیں "۔

شیخ عبداللہ پر مادی احسانات

ان ہی دنوں میں ایک اخبار نے انکشاف کیا کہ شیخ عبداللہ کے داماد غلام محمد شاہ کو کابینہ میں لیا جائے گا۔ اور فرزند طارق عبداللہ کو لندن سے واپس بلا کر دوبارہ ہندوستانی شہریت دی جائے گی۔ اور پھر انہیں کسی اونچے عہدے سے بھی نوازا جائے گا۔ علاوہ ازیں شیخ عبد اللہ کا خاندان مادی مراعات کے احسانات سے زیر بار کیا جارہا تھا۔

دہلی کے ہفتہ وار " ہمت" میں اکتوبر۱۹۷۳ء میں شیخ عبداللہ نے اپنے ایک مقالے میں لکھا کہ :۔

" میں مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے رائے شماری پر اصرار نہیں کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کوئی اور راستہ بھی نکل سکتا ہے۔ میرے نمائندہ مرزا محمد افضل بیگ اور وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے نمائندہ مسٹر جی پارتھا سارتھی کے درمیان بات چیت جاری ہے۔ اگر ہندوستان ہمارے ساتھ تصفیہ کرنے کا خواہاں ہے' تو وہ ۱۹۵۳ء کی پوزیشن پر لوٹ آئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ سال ہندوستان کے مسائل حل کرنے میں صرف کروں۔ کشمیر سے باہر بھی کئی مسائل ہیں۔ اگر ہندوستان پر کوئی آفت آگئی' تو کشمیر بھی سلامت نہیں رہے گا۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

"بک آف نالیج" پر زنانہ کالج کی ایجی ٹیشن

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب کشمیر کے لوگ بیگ' پارتھاسارتھی مذاکرات کی کھچڑی کی تیاری سے واقف ہونے لگے۔ ان کا رد عمل سرخ انگاروں کی طرح ظاہر ہونے لگا۔ اسی اثناء میں سری نگر کی عید گاہ میں نماز عید کے موقعہ پر شیخ عبداللہ اور میر واعظ مولوی محمد فاروق کے حامیوں کے درمیان تصادم ہوا۔ جس نے شہر کے اندرونی علاقے بری طرح متاثر کر دیئے لیکن کشمیر کی باشعور اور جدوجہد پسند نسل کا اضطراب اور غیض و غضب وہ ایجی ٹیشن تھی جس کے روح رواں ہمارے حساس دل نوجوان طلبہ بنے ۲۱ مئی ۱۹۷۳ء کو ڈگری کالج اسلام آباد میں طلبہ نے ایک دھماکہ خیز کا انکشاف کیا۔ وہ ایک برطانوی مصنف کی ایک قدیم مشہور عالم تصنیف "بک آف نالج" چلڈرنز انسائیکلوپیڈیا" میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لکھے گئے من گھڑت' شرانگیز اور ہتک آمیز بہتان کے خلاف مشتعل ہو گئے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن پبلشنگ ہاؤس لندن نے ۱۸۸۸ء میں شائع کیا تھا۔ اور اس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ کتاب کا ایک نسخہ مشن سکول اسلام آباد کی لائبریری میں تھا۔ اور ۱۹۵۰ء میں مشن سکول کے بند ہو جانے پر جو چند کتابیں تحفے کے طور پر ڈگری کالج اسلام آباد کو دی گئی تھیں' ان میں یہ فتنہ انگیز کتاب بھی تھی۔ اس انکشاف کے بعد جذبات کے شعلے بھڑک اٹھے اور طلبہ نے سوال کیا کہ کیا معاملہ ہے کہ ایک دل آزار اور فتنہ سامان تحریر ریاست جموں وکشمیر کے کسی کتب خانے میں موجود ہو۔ بہر کیف اسلام آباد سے شروع ہونے والی ایجی ٹیشن کی چنگاریاں آناً" فاناً" ساری وادی میں پھیل گئیں۔ اور وادی کے گوشے گوشے سے کتاب پر فی الفور پابندی عائد کرانے کی مانگ کی گئی۔ چنانچہ ریاستی حکومت اور مرکزی حکومت نے ساری ریاست جموں وکشمیر اور سارے ہندوستان میں کتاب کی موجودگی کو غیر قانونی قرار دیا اور ملک بھر میں اس کی کاپیاں ضبط کرنے کے فوری احکامات جاری کر دیئے گئے۔

پولیس اور عوام میں تشدد

بک آف نالیج پر پابندی عائد کرانے کے لئے کشمیر میں جو مظاہرے شروع ہو گئے انہوں نے پولیس کے تشدد' گولیوں اور کئی افراد کی ہلاکتوں کی وجہ سے صورت

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حال کو اور زیادہ بگاڑ دیا' اور ان مظاہروں' ہڑتالوں اور اسٹرائکوں کا سلسلہ ۲۱ مئی کے بعد بھی کئی روز تک مسلسل جاری رہا۔ حالانکہ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت جلسوں اور جلوسوں پر مکمل پابندی عائد کر رکھی تھی۔ ان مظاہروں' اسٹرائکوں اور ہڑتالوں میں مردوں اور عورتوں' سکولوں اور کالجوں کے طلباء' مختلف درس گاہوں اور درس گاہوں سے باہر نو عمر لڑکوں نے بھرپور حصہ لیا اور بنیادی مطالبے کے علاوہ ہلاک ہونے والے افراد کا ماتم بھی کیا۔ مظاہرین نے سری نگر میں بڈ شاہ ہوٹل کے سامنے کھڑی اوقاف بلڈنگ کی بالائی منزل میں واقع تاج ہوٹل' ایک بینک' پریس انفارمیشن' بیورو گورنمنٹ آف انڈیا اور کئی جیپوں اور گاڑیوں پر سنگ باری کی۔ پولیس اور مظاہرین کے درمیان تصادم میں کئی لوگ اور پولیس والے جن میں ڈی' ایس پی محمد سلطان بھی شامل تھے۔ زخمی ہوگئے پولیس کی گولیوں سے ایک سرکاری اطلاع کے مطابق دو نوجوان لیکن غیر سرکاری اطلاعات کے تحت ۴ افراد ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص کو اپنی چھت سے گولی مار کر نیچے گرایا گیا اور وہ مر گیا۔ ہلاک ہونے والوں میں بھیرو گھاٹ مائیسمہ کا ایک ۲۳ سالہ خاکروب غفار شیخ اور دوسرا عبدالرشید گوجری ولد غفار گوجری تھا۔ کہتے ہیں کہ غفار شیخ اپنی ڈیوٹی پر جا رہا تھا۔ ۲۳ مئی کو سری نگر کی جامع مسجد کے باہر ایک مشتعل ہجوم نے مولوی محمد فاروق اور مرزا محمد افضل بیگ کے خلاف مظاہرے کئے۔ اور مولوی محمد فاروق کی کار کو نقصان پہنچایا گیا۔ لوگ عبدالرشید گوجری کی نعش کو جامع مسجد کے صحن میں دفن کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔" بک آف نالیج" پر پابندی لگ جانے کے بعد سری نگر میں مرزا محمد افضل بیگ اور مولوی محمد فاروق نے مظاہروں کو روکنے اور ہڑتالوں کو کھلوانے کی کوششیں کیں۔ لیکن لال چوک بہوری کدل اور نوہٹہ میں مرزا بیگ اور مولوی فاروق کی تقریروں میں ہوٹنگ کی گئی اور "ہندوستانی ایجنٹ واپس جاؤ" کے نعرے بلند کئے گئے۔ " ہمارا کوئی لیڈر نہیں ہے"۔ کے نعروں سے طلبہ نے سری نگر میں گونج پیدا کی۔ مرزا محمد افضل بیگ اور میر واعظ مولوی محمد فاروق کی طرف سے ہڑتال کھولنے کی اپیلوں کے باوجود عوام نے ہڑتال کامیاب بنائی۔

بیگ فاروق جلسہ:۔

۲۳ مئی کو جامع مسجد سرینگر میں شیخ محمد عبداللہ' مرزا محمد افضل بیگ اور مولوی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

محمد فاروق نے ایک ہی اجتماع سے اپنی اپنی تقریروں کے ذریعے اصلی سازش کو ننگا کرنے کی مانگ کی۔ اس ایجی ٹیشن کے دوران کشمیر یونیورسٹی کے کیمپس میں بھی طلبہ و طالبات کے ایک جلسے میں اقوام عالم سے اپیل کی گئی کہ وہ "بک آف نالیج" جیسی فتنہ انگیز کتاب کو تلف کرنے کے انتظامات کریں۔ اور طالب علم مظاہرین نے سونہ وار میں واقع اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کو ایک یادداشت پیش کی جس میں مانگ کی گئی کہ اقوام متحدہ کے ذریعے "بک آف نالیج" کے دل آزار اور فتنہ سامان اوراق ساری دنیا میں تلف کر دیئے جائیں کئی روز کی اس ایجی ٹیشن کے دوران پولیس نے بہت سارے نوجوان اور طلبہ گرفتار کر دیئے۔

زنانہ کالج کے نام پر شورش

مرکز اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان مجوزہ پیکٹ کی تیاریوں پر نئی پود کے سینے میں جولاوا پک رہا تھا۔ مولانا آزاد کالج سرینگر کے واقعات نے اس کو اور زیادہ ہولناک بنا دیا۔ یہ لاوا موسم خزاں میں پھٹ گیا' اس خبر کے ساتھ کہ حکومت نے مولانا آزاد روڈ پر واقع زنانہ کالج کا نام نہرو میموریل زنانہ کالج سے بدل دینے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اس مبینہ فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے آس پاس کے کالج طلبہ نے زنانہ کالج پر ہلہ بول دیا' جہاں کالج کا نام بدلانے کے سلسلے میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا اور شیخ محمد عبداللہ تقریب کی صدارت کرنے کے لئے اپنے قصر سے نکل چکے تھے۔ طلبہ و طالبات کے مشترکہ احتجاج سے تقریب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پولیس نے طلبہ وطالبات پر بے رحمی سے ڈنڈے برسائے اور اشک آور گیس کے گولے پھینکے۔ اس تشدد میں طلبہ اور طالبات کی ایک نامعلوم تعداد زخمی ہوئی اور بہت سارے زخمی صدر ہسپتال سری نگر میں داخل کر دیئے گئے۔ تصادم میں ایک طالبہ اپنی آنکھ سے محروم ہو گئی۔ مظاہرین کا مطالبہ یہ تھا کہ کالج کا اپنا قدیم نام برقرار رکھا جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مرکزی حکومت ریاستی حکومت اور شیخ محمد عبداللہ کے خلاف یکساں قسم کے نعرے بلند کرکے اپنے غصے کو ظاہر کر دیا۔ ۸ نومبر ۷۳ء کو یہ ایجی ٹیشن سوپور اور اسلام آباد تک پھیل گئی' بازار بند ہو گئے اور ٹریفک جام ہو گیا۔ اسلام آباد میں ایس پی اور پولیس کے کئی سپاہی بھی زخمی ہو گئے اور وزیر تعلیم کی کار پر مشتعل مظاہرین نے پتھراؤ کیا۔ یہاں بھی مظاہرین مرکزی اور ریاستی سرکاروں کے

علاوہ کشمیری لیڈروں کے خلاف نعرے بلند کر رہے تھے۔ طلبہ کے مخالفانہ نعروں کا
خصوصی نشانہ شیخ محمد عبداللہ بن گئے تھے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وزیراعظم پاکستان کا اعلان

ان دنوں وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو آزاد کشمیر کے چار روزہ دورے پر تھے۔ اور یہ بھید سب پر کھل چکا تھا کہ شیخ محمد عبداللہ حق خودارادیت کی مانگ سے دست بردار ہو کر ہند کے ساتھ ایک ناقابل قبول اور بے قدر وقیمت سودا طے کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ پاکستان کو ساری صورتحال پر نظر تھی۔ خود وزیراعظم پاکستان کو پاکستان اور آزاد کشمیر دونوں جگہ کشمیر کے سوال پر دباؤ کا سامنا تھا۔چنانچہ وزیراعظم بھٹو نے آزاد کشمیر میں ایک سنسنی خیز اور سحر انگیز اعلان میں کہا کہ میں فی الحال کشمیر میں رائے شماری کرانے کے لئے ایک طریقہ تجویز کرتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ میں تمام کشمیریوں اور پاکستانیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسی جمعہ کو مکمل ہڑتال کریں' جس کا اعلان میں اس جمعہ سے دو روز پہلے کروں گا۔ آپ نے اپیل کی کہ اس جمعہ پر تمام دکانوں کو بند رہنا چاہیے۔ کوئی مدرسہ اور کالج بھی نہ کھلے اور لوگ گھروں سے باہر بھی نہ نکلیں۔ مجوزہ ہڑتال کے ذریعے دنیا کو بتا دیا جائے گا کہ کشمیری اپنی قسمت کس ملک کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے واضح کر دیا کہ مجوزہ ہڑتال امن' نظم اور ضبط سے ہو۔ اور کسی قسم کا جلسہ ہو نہ جلوس نکلے۔ پاکستان کے اس تازہ ترین اعلان نے کشمیری عوام کی شریانوں میں زندگی کا خون جاری کر دیا۔ اور حکومت ہند' ریاستی حکومت اور شیخ محمد عبداللہ کی پریشانیوں کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ اس لئے احتیاطی طور پر ریاستی حکام نے بہت سارے طلباء اور نوجوان نظر بند کر دیئے۔ دوسری طرف سے شیخ عبداللہ نے کھلم کھلا ہند کے ساتھ الحاق کے حق میں اپنی آواز اٹھائی۔ جموں میں پریس کلب سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا:۔

" وزیراعظم پاکستان نے حال ہی میں جو بیانات دیئے ہیں' ان سے کشمیر کی موجودہ سیاسی صورتحال اور اس کے ڈھانچہ میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ کوئی بھی نعرہ خواہ وہ کسی بھی طرف سے بلند کیا جائے' ریاست جموں وکشمیر کی صورتحال کو تبدیل نہیں کر سکتا' یہ غلط ہے کہ میں نے کبھی ہند سے الگ ہونے کی مانگ کی تھی' ۵۳ء میں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جو کچھ ہوا۔ وہ غلط فہمیوں کا نتیجہ تھا۔ اور ان غلط فہمیوں کو دور کیا جانا چاہیے۔ ۱۹۴۷ء میں ہم نے ہند کے ساتھ الحاق کیا ہمارا یہ فیصلہ کافی سوچ بچار کے بعد ہوا۔ میں وزیراعظم گاندھی کی مشکلات کو سمجھتا ہوں۔ ان مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے"۔

شہید گنج کا حادثہ

۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو شہید گنج سری نگر میں ایک دکان پر شیخ محمد عبداللہ اور پاکستان کے حامیوں کے درمیان سیاسی بحثا بحثی میں ایک پاکستان نواز اپنے مخالف کی مار پیٹ سے ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات روزنامہ " اذان" مورخہ ۱۳ نومبر نے اس طرح شائع کیں:۔

" کل (۱۱ نومبر) یہاں شہید گنج میں ادھیڑ عمر کے ایک شخص کو مبینہ طور پر قتل کرنے کے الزام میں پولیس نے ۹ افراد کو پوچھ گچھ کے لئے حراست میں لے لیا۔ ہمارے رپورٹر کی اطلاع کے مطابق ایک درزی کی دکان کے سامنے سیاسی بحث کے دوران چند اشخاص کے درمیان معمولی جھگڑے نے خطرناک صورت اختیار کی۔ یہ بحث شیخ عبداللہ کی حالیہ تقریر پر ہوئی جو انہوں نے جموں میں پریس کلب کے سامنے کی تھی۔ تھوڑے ہی وقت میں چند آدمی ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ اس تصادم کے دوران ایک گروہ جس میں محاذ رائے شماری حلقہ شہید گنج کے عہدیدار بھی شامل تھے' سے ایک شخص نے اٹھ کر چالیس سالہ غلام قادر بٹ کی مار پیٹ کی اور لات مار کر اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر وہ فوراً" دم توڑ بیٹھا..... اب بیشتر لوگ گھروں سے باہر نکل کر سڑکوں پر جمع ہو گئے۔ لیکن پولیس نے ان کو منتشر کر کے لاش پر قبضہ کر لیا۔ اس حادثہ کے بعد رات گئے تک شہر کے مختلف علاقوں میں کشیدگی جاری رہی۔ کئی لوگ خاص کر خواتین نے جلوس نکالے اور سیاسی نعرے بلند کئے۔ پولیس نے اس واردات کے سلسلہ میں جن افراد کو دھر لیا ان میں حلقہ محاذ رائے شماری کے ایک عہدہ دار کے علاوہ ایک ڈرائیور مسمی عبدالعزیز بھی شامل ہے۔ جس نے مبینہ طور پر مقتول کے پیٹ پر لات ماری"۔

انجینئرنگ کالج کا احتجاج

۱۲ نومبر کو سری نگر کے زنانہ کالج کے واقعات کے بعد شہر کے سرکاری

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مدرسے اور انجینئرنگ کالج دوبارہ کھل گئے۔ تو طلبہ اور نوجوانوں نے تشدد آمیز مظاہرے کئے اور پولیس نے ان کو منتشر کرنے کے لئے اشک آور گیس کے گولے پھینکے۔ یہ صورتحال صبح گیارہ بجے سے رات گئے تک جاری رہی۔ ریذیڈنسی روڈ' ایکچینج روڈ' بڈ شاہ چوک' لال چوک اور گاؤ کدل میں پولیس اور طلبہ کے درمیان جھڑپیں جاری رہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب انجینئرنگ کالج کے طلبہ کالج کی بسوں میں سوار ہو کر لال چوک اور ریذیڈنسی روڈ پر اترے۔ ان طلبہ نے پاکستان کے حق میں نعرے بلند کئے' ایک راہ چلتی فوجی گاڑی پر پتھراؤ کیا' مرکزی حکومت کے پریس انفارمیشن بیورو کے کمروں سے سامان نکال کر باہر سڑک پر پھینک دیا' اور چند ایک سرکاری عمارتوں پر پتھراؤ کیا۔ جھڑپوں میں دونوں طرف کے افراد زخمی ہوگئے اور بھی کئی طلبہ حراست میں لئے گئے۔ جب کہ مظاہرین کا مطالبہ یہ تھا کہ گزشتہ چند روز کے دوران جو طلبہ گرفتار کرلئے گئے ہیں ان کو رہا کردیا جائے۔ اس کے بعد سری نگر کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی گئی۔ اور انجینئرنگ کالج کو پھر سے بند کر دیا گیا۔ لیکن طلباء کی ایجی ٹیشن نے سوپور' اسلام آباد اور بارہ مولہ کے اہم قصبوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس پر حکومت نے تینوں ضلعوں کے طلبہ گرفتار کئے۔ اور جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد کیں۔

جموں کا جوابی حملہ

کشمیر کی سٹوڈنٹ ایجی ٹیشن نے جموں کے بعض عناصر کو بے چین کیا چنانچہ جموں کے طلبہ نے کشمیر کی سٹوڈنٹ ایجی ٹیشن کے خلاف جوابی مظاہرے کئے اور ان مظاہروں میں پاکستان کے خلاف نعرے بلند کئے گئے۔ جموں میں طلبہ نے مولانا آزاد کالج جموں کا بورڈ احتجاج کے طور پر نیچے اتار دیا۔ اور مرحوم مولانا آزاد کے نام پر اپنا نزلہ اتارا۔ حالانکہ مرحوم آزاد نے عمر بھر متحدہ قومیت کی بنیاد پر ہندوستان کی جنگ آزادی لڑی اور پہلی صف میں انڈین نیشنل کانگریس کی رہنمائی کی۔ وہ کشمیری بھی نہ تھے۔ لیکن اندھے فرقہ پرستوں کی نظر میں ان کا جرم صرف اسلام تھا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عبداللہ کی یورش

مئی میں "بک آف نالج" ایجی ٹیشن سے لے کر زنانہ کالج امیراکدل کی ایجی ٹیشن تک کشمیر میں جتنے سیاسی واقعات رونما ہوئے ان سب نے وادی کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ کے خلاف نفرت اوربیزاری کا عام ماحول پیدا کر دیا۔ اور کشمیر میں مختلف سٹوڈنٹ تنظیموں نے شیخ کی تازہ ترین روش کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں زیر تعلیم کشمیری طلبہ نے شیخ عبداللہ کے خلاف بیانات جاری کیئے اور ان کی قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کردیا۔ شیخ نے قوم کی باغیانہ روش دیکھی، تو وہ درگاہ حضرت بل کے منبر پر چڑھے اور اعلان کر دیا کہ" میں کشمیریوں کے حق خودارادیت پر کوئی بھی سودا بازی نہیں کروں گا"لیکن چند روز بعد جموں اورپٹنہ کی تقریروں میں انہوں نے پھر سے کشمیر کو ہندوستان کا جزو لاینفک قرار دیا۔

جب دہلی کے کانگریسی حکمرانوں نے دیکھ لیا کہ کشمیر میں حق خود ارادیت کی تحریک زور پکڑ رہی ہے، اور شیخ عبداللہ کی مدد حاصل کرنے کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کو کانگریس کے ہم رنگ زمین جال میں پھنسانے کی تمام تر کوششیں بے اثر ثابت ہو رہی ہیں، تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ شیخ عبداللہ کو کشمیر کے اندر ہی حصول حق خود ارادیت کی تحریک کا توڑ کرنے کے لئے کچھ وقت دیا جائے۔ پریس ایشیا انٹرنیشنل نے اپنے ایک ہفتہ وار فیچر میں لکھا:۔

" یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ ابھی کچھ اور وقت تک شیخ عبداللہ کو صوبے کے اندر رہ کر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ ہند اور پاکستان کے درمیان اچھے تعلقات قائم کرنے کے لئے شیخ عبداللہ کے اثرورسوخ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پاکستان کے موجودہ رویہ کے پیش نظر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ شیخ عبداللہ، ہند اور پاکستان کے مابین تعلقات استوار کروانے کی کوششوں میں مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں کشمیر میں پاکستان کے چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے پوری طرح تیار کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی متعدد سیاستدانوں خاص کر مسلم سیاست دانوں نے ہند کی مسلم سیاسیات میں شیخ عبداللہ کی شمولیت کے امکانات پر جو متضاد رد عمل ظاہر کیا ہے، اس سے ملک میں شیخ عبداللہ کی سرگرمیوں پر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کافی اثر پڑا ہے۔ برسراقتدار پارٹی کے کچھ مسلم لیڈروں نے بھی ذاتی طور پر یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ شیخ عبداللہ مسلم سیاست میں کوئی اہم رول ادا نہیں کر سکیں گے۔"

اس صورت حال کو دیکھ کر شیخ عبد اللہ حق خود ارادیت کی آواز کے خلاف اپنی مہم چلانے کے لئے کشمیر کے محاذ پر واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے فوراً ہی نوجوانوں اور طلبہ پر اپنی شعلہ مزاج یلغار کر دی۔ ۲ دسمبر ۷۳ء کو انہوں نے مجاہد منزل میں محاذ رائے شماری کے ورکروں سے خطاب کیا اور آزادی کشمیر کا مطالبہ غیر حقیقی اور ناقابل عمل قرار دیا۔ وزیراعظم پاکستان کی تجویز کردہ ہڑتال پر نکتہ چینی کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گذشتہ ۲۵ برس میں پاکستانی لیڈروں نے آزاد کشمیر کے لئے کیا کچھ کیا کہ اب وہ اس کشمیر کے لئے کچھ کر سکیں گے۔ شیخ عبداللہ نے مولوی محمد فاروق، جماعت اسلامی کشمیر اور بخشی غلام محمد کے حامیوں کو خوب کوسا اور کہا کہ آزادی کا نعرہ دینا ایک خطرناک غار میں گرنے کے برابر ہے۔ مرکز کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا کہ اس بات چیت کی بنیاد ۱۹۴۷ء ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات میں نے وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کو بھی بتائی ہے۔ زنانہ کالج امیراکدل سری نگر کو نئے سرے سے موسوم کرنے کی تجویز پر طلبہ کی ایجی ٹیشن اور انجینئرنگ کالج کی حدود سے طلبہ کا لال چوک پہنچ کر مظاہرہ کرنے کی حرکتوں پر پولیس کو کوستے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر پولیس اس گڑبڑ کو ناپسند کرتی تو وہ پہلے ہی انجینئرنگ کالج میں سی، آئی ڈی کو تعینات کر دیتی، اور جوں ہی طلبہ بسوں میں سوار ہو کر لال چوک کی طرف رخ کرتے تو پولیس راستے میں ہی ان کو لال چوک کے بجائے خواجہ یار بل (سنٹرل جیل) پہنچا سکتی"۔

۶ دسمبر ۷۳ء کو شیخ عبداللہ اسلام آباد تشریف لے گئے۔ اور اسلام آباد چوک میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ انہوں نے زنانہ کالج امیراکدل کو از سر نو موسوم کرنے کی تجویز کے خلاف پیدا شدہ ایجی ٹیشن کا ذکر کرتے ہوئے الزام لگایا کہ فساد کرنے والے طلباء منسٹروں اور پولیس کے ایجنٹ ہیں۔ شیخ عبد اللہ نے جماعت اسلامی کشمیر پر بھی زبردست حملے کئے۔ ۹ دسمبر ۷۳ء کو شیخ محمد عبداللہ سوپور چلے گئے سوپور میں ان کی آمد پر مقامی طلباء اور نوجوانوں نے زبردست مظاہرے کئے۔ ان مظاہروں سے پہلے اور ان کے دوران پولیس نے کئی طلباء بھی گرفتار کر لئے۔ مظاہروں کے دوران بازار جزوی طور پر بند ہو گیا۔ بڑے بازار میں صرف چند ایک دکان کھلے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نظر آئے۔ محاذ رائے شماری کی طرف سے آراستہ کیے گئے ماٹوز اور ڈیوڑھیاں پھاڑ ڈالی گئیں۔ بڑے پل کو پار کرنے کے بعد شیخ عبد اللہ کے حفاظتی گارڈ اور طلبہ میں جھڑپ ہوئی' اور ان کے خلاف نعرے بلند ہوئے لاؤڈ اسپیکر والی جیپ کے شیشے سنگ باری سے ٹوٹ گئے۔ سی' آر' پی نے طلبہ کو منتشر کر دیا اور بعد میں سینٹرل ریزرو پولیس اور کشمیر پولیس کے کڑے پہرے میں شیخ محمد عبداللہ نے سول اڈے میں تقریر کی' انہوں نے طالب علموں کو متنبہ کیا کہ اگر مظاہرہ کرنے والے یہاں سے نہ بھاگے تو میں ان کو پل سے پھینک کر جہلم کے ذریعے پاکستان بھیجوں گا۔ شیخ عبداللہ نے جماعت اسلامی کشمیر اور میرواعظ مولانا محمد یوسف شاہ مرحوم پر سخت تنقید کی۔ شیخ عبد اللہ نے کولگام کا دورہ بھی کیا اور وہاں بھی آپ کی تقریر کا لب و لہجہ شعلہ سامان ہی رہا' اور پانپور کے دورے سے پہلے ہی وہاں کے چند نوجوانوں کو پولیس تھانوں میں بند کر دیا گیا۔

وادی کا دورہ مکمل کر لینے کے بعد شیخ عبداللہ جموں کے سہ روزہ دورے پر روانہ ہو گئے۔ اس موقعہ پر یو' این' آئی کے ساتھ سری نگر میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے مرکز کے ساتھ اپنے مذاکرات امید افزا قرار دیئے لیکن آپ نے یہ بھی کہا کہ بات چیت کی رفتار سست ہے۔ کٹھوعہ پہنچنے پر قاسم وزارت کے وزیر مال وجنگلات خواجہ مبارک شاہ اور کانگریس کے صوبائی جنرل سیکرٹری منگت رام نے شیخ عبداللہ کا خیر مقدم کیا۔ خیر مقدم کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

" پاکستانی مقبوضہ کشمیر ہند کا ایک حصہ ہے' اور ہمیں اسے بھی آزاد کرنا ہے ۔ ہندوستان میرا وطن ہے اور میں ہندوستان اور کشمیر کے درمیان دستاویز الحاق پر دستخط کرنے والوں میں سے ہوں"۔

کٹھوعہ' سانبہ اور اودھم پور میں شیخ عبداللہ نے اور باتوں کے علاوہ کہا کہ " ہند کے ساتھ ہماری نظریاتی ہم آہنگی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمارا الحاق ان ہی بنیادوں پر قائم ہے۔

اقتدار کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبد اللہ نے کہا:

" میں اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے ریاست کا پرائم منسٹر بننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں نہ مرکز میں کوئی منسٹری اور نہ کوئی دوسرا سرکاری عہدہ لینے کا خواہش مند ہوں"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ترال میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

" میں نے مرکزی حکومت پر صاف طور پر واضح کیا ہے کہ ۵۳ء کے بعد جو قوانین ریاست پر نافذ کئے گئے ہیں۔ ان سب کو کالعدم کیا جانا ہو گا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بات چیت ہو گی' اور بات چیت کے دوران ہندوستان کو یہ ضمانت دینا ہو گی کہ آئندہ اس قسم کی کوئی کوشش نہیں ہوگی۔"

آپ نے جماعت اسلامی کشمیر اور مولانا محمد یوسف شاہ پر بھی کڑی نکتہ چینی کی۔ مرزا محمد افضل بیگ نے اپنی تقریر میں اس عجیب انکشاف کا اضافہ بھی کیا کہ " کشمیر کے متعلق ہند نے اپنا موقف تو بدل دیا ہے جب کہ محاذ اپنے موقف پر قائم ہے۔ اب جب کہ کشمیر میں نیا باب کھولا گیا ہے۔ انٹرو گیشن سینٹروں کے دروازے کھلے رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے"۔

۳ اپریل ۱۹۷۴ء کو مجاہد منزل سرینگر میں محاذ کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا:

" میں نے ہندوستان کے ساتھ اپنا رشتہ سوچ سمجھ کر جوڑا ہے نہ کہ جذبات میں آ کر۔ لیکن ہم دونوں پر کچھ پابندیاں عائد ہیں۔ جنہیں ہم کو پورا کرنا ہے۔ میں ہند کے ساتھ کئے گئے اپنے وعدوں پر قائم ہوں۔ ہند کی وزیراعظم سے میں نے کہا ہے کہ ۱۹۵۳ء کی بنیاد پر اندرونی خود مختاری کا جو نقشہ بنتا ہے وہ ۳۷۰ کی شکل میں آئین میں درج ہے۔ اگرچہ مجھے پوری امید ہے کہ وزیراعظم ضرور کچھ نہ کچھ کریں گی۔ لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا ہے۔ ہندوستان کے ساتھ جب کوئی سمجھوتہ ہو گا تو وہ لوگوں کے سامنے رکھا جائے گا اور فیصلہ بھی لوگوں کو ہی کرنا ہے"۔

۱۹۷۳ء کی سٹوڈنٹ اتھل پتھل نے نہ صرف محاذ کو اپنی اوقات یاد دلائی بلکہ بھارت کے کئی دانشوروں کو بھی یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ شیخ کی زندگی میں ہی کشمیر کے سوال پر ان کے ساتھ کسی معاہدے پر پہنچ جانا از بس ضروری ہے۔ مشہور کالم نویس کلدیپ نیئر نے بڑی بے قراری کے ساتھ روز نامہ انڈین ایکسپریس نئی دہلی میں یہ رائے ظاہر کی:۔

پہلے سری نگر اور بعد میں بارہ مولہ کے مظاہروں کی وجہ سے شیخ محمد عبداللہ بے ہمت ہو گئے تھے۔ لیکن ان کے پیرو کاروں نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ باہر آ کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مقابلہ کریں..... وقت تیزی کے ساتھ حرکت کر رہا ہے شیخ عبداللہ پر بوڑھا پا چھا چکا ہے' اور ان کا اثر کم ہو رہا ہے ..... ایک ایسی نسل بلوغت کو پہنچ چکی ہے جس کے ساتھ شیخ محمد عبداللہ کے وہ تعلقات نہیں ہیں۔ ریاست میں ایک ایسا پاکستان نواز گروہ موجود ہے۔ جو ہندوستان کے ساتھ ہرگز مصالحت نہیں کرے گا' اور انتشار پیدا کرنے کا عمل جاری رکھے گا ایسا نظر آرہا ہے کہ نئی دہلی نے شیخ عبداللہ کے ساتھ معاملہ طے کرنے کے لئے کم و بیش ارادہ کر لیا ہے۔ اور وہ مناسب وقت کے انتظار میں ہے۔ حال میں ہی جب کچھ لوگ شیخ عبداللہ کی بعض ابتدائی تقریروں سے ناخوش تھے' تو مسز گاندھی نے انہیں جواباً" کہا:" تم شیخ صاحب کو میرے ذمے چھوڑ دو"۔

۱۹۷۴ء میں بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات کبھی اہم' کبھی مضحکہ خیز اور کبھی ڈرامائی بن گئے۔ سال بھر کے مذاکرات کے بارے میں طرفین کے تاثرات متضاد رہے۔ کبھی کہا جاتا کہ بات چیت ناکام ہو گئی کبھی اسے کامیاب قرار دیا جاتا رہا۔ اور کبھی اسے تعطل کا شکار قرار دیا جاتا' اور کبھی اس بات چیت کے مستقبل کے بارے میں مایوسی پیدا کرنے والے سوانگ رچائے جاتے۔

۱۰ اپریل کو چشمہ شاہی گیسٹ ہاؤس میں شیخ محمد عبداللہ اور مرکزی وزیر منصوبہ بندی مسٹر ڈی' پی در کے درمیان صبح نو بجے سے دن کے دو بجے تک ایک خفیہ میٹنگ ہوئی' اور شیخ عبد اللہ کو ایک بند کار میں یہاں پہنچایا گیا۔ اس دوران نہرو گیسٹ ہاؤس میں انتظامات کے لئے حکومت کشمیر کے چیف سیکرٹری مقرر کئے گئے تھے۔

ان دنوں مذاکرات میں کچھ ست روی محسوس کی جاتی رہی۔ جس کی وجہ سے شیخ محمد عبداللہ' مرزا محمد افضل بیگ اور محاذ کے خاص و عام پریشان ہو گئے۔ یہ نفسیاتی کیفیت وزیراعظم مسز گاندھی کی نوٹس میں لائی گئی چنانچہ انہوں نے مذاکرات میں تیز روی اور حوصلہ افزائی کا ایک نفسیاتی تاثر پیدا کرنے کے لئے چند نئے اقدامات کئے۔ مسز اندرا گاندھی کے حکم سے پارتھا سارتھی پیرس سے واپس طلب کئے گئے' اور ۲ جولائی ۷۴ء کو شیخ عبد اللہ سے ملنے کے لئے سری نگر روانہ کئے گئے۔ سری نگر پہنچنے کے بعد پارتھاسارتھی نے شیخ اور بیگ کے ساتھ آئین کی دفعہ ۳۷۰ اور دہلی ایگریمنٹ ۱۹۵۲ء پر الگ الگ بات چیت کی۔ دوسرے روز مجاہد منزل میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مرزا محمد افضل بیگ نے کہا:

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

"نئی دہلی کے ساتھ ہماری بات چیت میں بڑی حد تک پیش رفت ہوئی ہے۔ اگرچہ ابھی تک کوئی ٹھوس حل یا فارمولا نہیں ابھرا ہے اور سیاسی سوالات شیخ صاحب نے اپنے ذمے لئے ہیں۔ ۵۳ء کے بعد جو قوانین کشمیر پر لاگو کر دیئے گئے ہیں۔ ہم ان کا جائزہ لے رہے ہیں کہ ان میں سے کون سے قابل قبول ہیں اور کون ناقابل قبول ہو گا"۔

محاذ کا نام تبدیل کرنے کے سوال کے بارے میں مرزا افضل بیگ نے کہا کہ اس قسم کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

سری نگر میں طویل مذاکرات کے بعد مسٹر بیگ نئی دہلی چلے گئے اور اخبارات نے بتایا کہ دونوں فریق سمجھوتہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

محاذ کا سالانہ کنونشن

برطانیہ کے آزاد کشمیریوں کی آمد

۲ جولائی ۷۴ء کو ایک طیارہ کے ذریعے برطانیہ میں بسنے والے چند آزاد کشمیری افراد کا ایک قافلہ' محاذ کے سالانہ کنونشن میں شرکت کرنے کے لئے سری نگر پہنچ گیا۔ اس وفد کی رہنمائی ڈاکٹر فاروق عبداللہ کر رہے تھے۔ مرزا محمد افضل بیگ نے مہمانوں کو ہوائی اڈے سے سیدھا مجاہد منزل پہنچایا' جہاں شیخ محمد عبداللہ ان سے بغل گیر ہوگئے۔ مجاہد منزل میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ان مہمانوں نے کہا کہ کشمیر' کشمیریوں کا ہے اور اس کا فیصلہ نہ اندرا نہ بھٹو' نہ پاکستان اور نہ ہندوستان کر سکتے ہیں"۔ اس موقعہ پر فاروق عبداللہ نے کہا کہ میں آزاد کشمیر کے عوام کی طرف سے ایک تحفہ آپ کی خدمت میں لے کر آیا ہوں:

"چون دیش' میون دیش' سون دیش' کو شر دیش

ترجمہ: تمہارا وطن' میرا وطن اور ہمارا وطن کشمیر ہے

کہتے ہیں کہ یہ نعرہ این' ایل' ایف کے ایک لیڈر نے دیا تھا۔ این' ایل ایف ایک خود مختار کشمیر کے قیام پر اصرار کرتا ہے' اور آج کل برطانیہ میں اس کا سیاسی بازو "محاذ آزادی" کے نام سے موسوم ہے۔ پہلے یہ لوگ آزاد کشمیر اور برطانیہ دونوں جگہ محاذ رائے شماری کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ حیرت ہے کہ برطانیہ کے وہ آزاد کشمیری افراد' جو جموں و کشمیر کی خود مختار مملکت قائم کرنے کے تصور کے علمبردار ہیں' ایک ایسی لیڈر شپ کی دعوت پر مہمان بن کر کشمیر آئے' جو خود مختاری اور آزادی کا تصور بیچ چکی تھی۔ اور ہندوستان کی سرداری کے سائے میں اور اسی کے چوکھٹے میں رہ کر چند بے قیمت مراعات پر قناعت کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں کہ خود مختار کشمیر کے قیام کی آرزو رکھنے والوں نے شیخ محمد عبداللہ یا ان کے قانونی صلاح کار سے کبھی یہ دریافت بھی کیا کہ اگر کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ تو مسز گاندھی کے ساتھ آئین ہند کے دائرے میں ان کی بات چیت کیا معنی رکھتی ہے کیا کشمیر ہندوستان کا کوئی داخلی اور دستوری تنازعہ ہے یا آزادی اور مستقبل کے تعین کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سوال ؟ نہ معلوم خود مختار کشمیر کے برطانوی حامیوں کو اتنی کیا بے قراری تھی کہ وہ بھارت سے اٹانومی کی ادنیٰ سی بھیک مانگنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کشمیر آگئے' اور اس سارے معاملے کا غور طلب پہلو یہ ہے کہ حکومت ہند نے پہلی بار کچھ ایسے لوگوں کو فاروق عبداللہ کے ساتھ سرینگر آنے کی اجازت دی' جن کے بارے میں یہ یقین تھا کہ وہ برطانیہ کی ایک ایسی کشمیری تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو کشمیر کی ایک خود مختار مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

محاذ کا کنونشن

۵ جولائی ۷۴ء کو مجاہد منزل میں محاذ رائے شماری کا سہ روزہ کنونشن شروع ہو گیا۔ اس روز دریائے جہلم سے محاذ کا ایک دریائی جلوس بھی گذرا' جس کے نعرے یہ تھے:

کشمیر کا فیصلہ کون کرے گا؟ ---- شیر کرے گا' شیر کرے گا
چون دیش' میون دیش ----- کوشر دیش' زندہ باد
جس کشمیر کو خون سے سینچا ----- وہ کشمیر ہمارا ہے
شیر کشمیر ہمارا ہے

کنونشن کی کارروائی صدر مرزا محمد افضل بیگ کے خطبہ صدارت سے شروع ہوئی۔ آپ نے خطبہ صدارت میں علی الاعلان رائے شماری کے مطالبے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ نئی دہلی کے ساتھ اپنے مذاکرات کا ذکر کرتے ہوئے خطبے میں کہا گیا کہ

" مرکز کے ساتھ بات چیت کے نتائج لوگوں کے سامنے رکھ کر ان کی تائید حاصل کی جائے گی۔ اس بات چیت میں ابتداء سے ہی فریقین کے ذہن میں یہ بات صاف تھی کہ اس مسئلہ کا ایک ایسا حل تلاش کیا جائے۔ جس کی تائید عوام کی اکثریت کرے۔ یہ بات درست ہے کہ وزیراعظم کی خواہش یہ ہے کہ کوئی قابل قبول حل نظر آئے۔ بلاشبہ انہیں کچھ دقتیں پیش آئیں گی' لیکن شیخ صاحب کی مشکلات بھی کچھ کم نہیں۔ اس لئے حل تلاش کرنے کے دوران ریاستی عوام کی طرف توازن رہے' تو انصاف اور انسانیت کے اصولوں کی قدردانی ہو گی۔ علاوہ اس کے ہر ایک مرحلے پر پاکستان کی رائے معلوم کرنا بھی لازمی ہے' تاکہ کوئی بھی تنازعہ اور اختلاف

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

باقی نہ رہے' رائے شماری ایک ذریعہ ہے' میری رائے میں پیش آمدہ حالات کو سامنے رکھ کر ایک ہی طریق کار پر بہ ضد رہنا ٹھیک نہیں' لوگوں کی رائے کسی اور منصفانہ طریقے سے بھی دریافت کی جا سکتی ہے ..... آزاد کشمیر ہماری ریاست کا ایک جزو لاینفک ہے' اس لئے ریاست کو سیاسی مصلحتوں کے تحت تقسیم کرنا مذموم ہے ..... پندرہ لاکھ بھائیوں کو بھی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا موقعہ دیا جانا چاہیے"۔

مسٹر بیگ نے اپنے خطبہ صدارت میں دوسرے جلا وطن کشمیری لیڈروں کی طرح مولانا محمد یوسف شاہ کو بھی آزادی کا مجاہد قرار دیا۔

اس روز اسلامیہ کالج سری نگر کے طلباء نے محاذ رائے شماری کے خلاف نعرے بازی کرتے ہوئے ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ ان طلباء نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کے حل کا واحد طریقہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں ایک آزاد اور بے ریا رائے شماری ہے۔ پولیس نے ان پر لاٹھی چارج کیا' اور ان کو زخمی کیا۔

میرپوریوں کی خود فریبی

رائے شماری کے نعرے سے علی الاعلان دست بردار ہونے کے باوصف اب بھی پارٹی کے قائدین نے پارٹی کا نام تبدیل نہیں کیا' انہوں نے آنے والے اندرا' عبداللہ معاہدے کے وجود میں آنے تک اس مقبول عام نام سے حاصل ہونے والے فوائد سے خود کو محروم کر دینا' ڈپلومیسی کے خلاف تصور کیا۔ ۷ جولائی کو لال چوک میں محاذ کی طرف سے ایک عوامی جلسہ ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ' مرزا محمد افضل بیگ اور برطانیہ میں رہنے والے میرپوری حضرات نے جلسے سے خطابات کئے۔ شیخ نے کہا:۔

" انٹرو گیشن کیمپوں اور قید خانوں میں بیٹھ کر کشمیر کے مسئلہ کا حل دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ وزیراعظم کے ساتھ ہماری بات چیت آگے بڑھ کر ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ اس بات چیت کے نتیجے میں جو بھی حل نکل آئے گا' وہ میں عوام کے سامنے رکھوں گا۔ آپ کو اختیار ہے کہ اسے قبول کریں یا مسترد۔ حل آپ کو منظور ہو تو ٹھیک ورنہ کوئی اور راستہ تلاش کیا جائیگا۔ اس سلسلے میں آزاد کشمیر کے عوام سے پوچھ کر انہیں بھی اعتماد میں لیا جائے گا۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں ان کا مفاد بھی دیکھنا ہے کیونکہ وہی حل پائیدار ہے جس سے سارے برصغیر میں امن و امان قائم رہے۔ نئی دہلی کے ساتھ اصولوں پر کوئی سمجھوتہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نہیں ہو سکتا' اور نہ ہی یہ بات چیت اقتدار کے حصول کے لئے ہو رہی ہے"۔

شیخ عبداللہ کے صاحبزادے ڈاکٹر فاروق نے کہا کہ آزاد کشمیر کے حالیہ دورے میں' میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ نئی دہلی کے ساتھ شیخ عبد اللہ جو بات چیت کر رہے ہیں اس میں ان کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ برطانیہ سے آئے ہوئے میرپوری حضرات نے دھمکی دی کہ اگر شیخ عبد اللہ اور دہلی کی بات چیت ناکام ہو گئی تو وہ گوریلا جنگ لڑیں گے۔ دوسرے مہمان نے وارننگ دی کہ اس صورت میں بغاوت برپا کرکے ہم ساری دنیا میں ہند اور پاکستان کو نقصان پہنچائیں گے۔ تیسرے میرپوری صاحب نے وارننگ دی کہ مذاکرات میں ناکامی کی صورت میں ہم تلوار اٹھانے پر مجبور ہوں گے پتہ نہیں ان معصوم میرپوری بھائیوں کو کیسے یقین آیا تھا کہ مرکز اور شیخ عبد اللہ کی بات چیت کا نتیجہ کشمیر کی آزادی کی صورت میں ظاہر ہوگا آخر میں اس ساری شعر وشاعری کا مقطع مرزا افضل بیگ نے یہ جملہ ادا کرکے لکھا کہ "ان نوجوانوں کی تقریروں کا سنجیدہ نوٹس نہ لیا جائے' کیونکہ یہ جذباتی نوجوان ہیں"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رد عمل

پاکستان کا بیان

اب جبکہ دنیا اس حقیقت سے باخبر ہو گئی کہ محاذ رائے شماری کی اعلیٰ سطح کی قیادت نے اپنے نصب العین کو بدل ڈالا ہے۔ تو ۱۰ جولائی ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم پاکستان اور وزیر خارجہ پاکستان دونوں نے مجوزہ اندرا' عبداللہ پیکٹ کے خلاف اپنے اپنے بیانات جاری کر دیئے اور اکیس برس کے بعد پہلی بار پاکستان میں سرکاری سطح پر پروپیگنڈا مہم کا آغاز ہو گیا۔ ۱۲ جولائی کو ریڈیو پاکستان نے بھی شیخ عبد اللہ کے خلاف اپنا تبصرہ پڑھا۔اس طرح محاذ کے سیاست کاروں کی طرف سے پھیلائی گئی یہ باتیں کہ سری نگر اور دہلی کے درمیان جو بات چیت چل رہی ہے' اس میں پاکستان کا مشورہ بھی شامل ہے۔ آخر کار غلط اور بے بنیاد ثابت ہو گئیں' اور لوگوں کا شک و شبہ رفع ہو گیا۔

جلسے اور جوابی جلسے

مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے حق خودارادیت پر مبنی آزاد اور بے ریا رائے شماری کے موقف سے دستبردار ہو جانے کے بعد شیخ محمد عبداللہ کے فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ۱۲ جولائی کو عوامی مجلس عمل کے سربراہ میر واعظ مولوی محمد فاروق نے نوہٹہ سے خانیار اور ڈل گیٹ کے راستے گول باغ تک ایک بہت بڑے جلوس کی رہنمائی کی۔ جس میں تقریباً" ایک لاکھ عوام نے حصہ لیا۔ گول باغ میں بھاری جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد فاروق نے شیخ عبد اللہ پر کڑی تنقید کی' اور رائے شماری کو مسئلہ کشمیر کا مسلمہ بین الاقوامی حل قرار دیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ جب تک وکیل کو مختنانہ ملتا رہا۔ وہ مقدمے کی وکالت بھی کرتا رہا۔ لیکن جب یہ مختنانہ بند ہو گیا اس نے مسئلے کی وکالت کرنا بھی چھوڑ دی۔

اس تقریر کے بعد رات ڈھلنے پر شہر کے اندرونی علاقوں میں محاذ رائے شماری اور عوامی ایکشن کمیٹی کے حامیوں میں جھڑپیں ہوئیں۔ جن میں تقریباً" ۲۵ افراد زخمی ہو گئے۔ دونوں پارٹیوں کے درمیان جھڑپوں اور پتھراؤ کے واقعات دو دن تک جاری رہے۔ جس سے شہر کا ماحول سخت کشیدہ ہو گیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

۱۳ جولائی کو یوم الشہداء کشمیر پر محاذ رائے شماری کے اہتمام سے مرزا افضل بیگ اور شیخ غلام محمد بھدر واہی کی قیادت میں مجاہد منزل سے مزار شہداء تک ایک زبردست جلوس نکلا۔ شیخ عبد اللہ نے مزار پر جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

" یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہم نے رائے شماری کا موقف ترک کر دیا ہے۔ البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رائے شماری نہیں ہو سکتی ہے تو کوئی دوسرا باعزت تصفیہ ہونا چاہئے اور اگر اس سلسلہ میں کوئی متبادل حل نکل سکتا ہے تو ہم اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ کہنا کہ پاکستان یا کوئی دوسرا کشمیر کے سوال کا فریق ہے غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے کشمیر ہمارا ہے اور ہم ہی اس کے فریق ہیں "۔

آپ نے مرحوم مولانا محمد یوسف شاہ پر سخت تنقید کی۔ سری نگر میں دو پارٹیوں کے درمیان اکا دکا تصادم جاری تھا رائے شماری کا مطالبہ کرنے والے بارہ مولہ کالج کے طلباء اور پولیس کے درمیان جھڑپیں ہوئی تھیں۔ اسی اثناء میں مرزا محمد افضل بیگ نے پارتھا سارتھی کے ساتھ ایک اور طویل ملاقات میں آئینی نکات پر گفت و شنید کرنے کے بعد اخبار نویسوں کو بتایا:

" بات چیت کٹھن مرحلے میں داخل ہوئی ہے' اگر رائے شماری کرنے میں مشکلات ہیں تو ہمیں قابل قبول متبادل حل نکالنا چاہئے' اور محاذ اس پر راضی ہو گا"۔

مرزا افضل بیگ نے عوامی ایکشن کمیٹی کے اس الزام کی تردید کی کہ محاذ اپنے موقف سے منحرف ہو گیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ کوئی انحراف نہیں ہوا ہے۔ بلکہ خود عوامی ایکشن کمیٹی ہی منحرف ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ شیخ عبد اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ پہلے ۵۳ء کی پوزیشن بحال کی جائے' اور پھر ان قوانین کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جو بعد میں ریاست پر لاگو کئے گئے ہیں۔ ایسے قوانین جو لوگوں کے لئے مفید ہوں ریاست کی نمائندہ اسمبلی کے ذریعے پاس ہونے کے بعد ہی نافذ کئے جا سکتے ہیں آخری تصفیہ ہونے سے پہلے پاکستان کی رائے دریافت کی جانی چاہئے بیگ نے کہا کہ عوامی ایکشن کمیٹی اور جماعت اسلامی مفاد خصوصی جماعتیں ہیں۔ کشمیر پولیس ہمارے مخالفوں کی حمایت کرتی ہے۔ اور شہر کے فسادات روکنے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کرتی۔"

دریں اثناء پاک افغان سرحد کے قریب ایک مقام پر ایک اخباری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے خبردار کیا:

" اگر کشمیر کے بارے میں ہندوستان اور شیخ عبداللہ کے درمیان کوئی ناپسندیدہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

فیصلہ ہوا تو پاکستان اس کا پابند نہیں ہو گا اور ایسے کسی فیصلے سے ریاست کی متنازعہ حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور نہ ہی اس سے پاکستان اپنا وہ موقف ترک کر دے گا کہ کشمیر کا سوال آزاد اور غیر جانبدار رائے شماری سے طے ہو سکتا ہے"۔

مظاہرے اور گرفتاریاں

۲۹ جولائی کو بھی شہر کے اندرونی علاقوں میں محاذ اور عوامی ایکشن کمیٹی کے حامیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں اور طلبہ نے شیخ عبداللہ کے خلاف مظاہرے کئے۔ حالانکہ کالجوں کے پرنسپلوں اور پولیس والوں کے ذریعے طلباء کے والدین پر دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ وہ اپنے اپنے بچوں کو روز روز کے مظاہروں کی سیاست سے باز رہنے پر مجبور کریں۔ ورنہ نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔ بہت سارے طلبہ گرفتار کر لئے گئے۔ ان گرفتاریوں کے خلاف اسلامیہ کالج سری نگر اور گاندھی کالج سری نگر کے طلبہ نے احتجاجی مظاہرے کئے۔

ادھر دہلی میں کشمیر کے مذاکرات پسند لیڈروں کی طرف سے مرزا بیگ نے پارتھا سارتھی اور بعد میں مسز گاندھی کے ساتھ طویل بات چیت کی۔ بعد میں مرزا بیگ نے اس بات کا انکشاف کیا کہ بات چیت آگے بڑھی ہے اور اس کی کامیابی بھی متوقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی روزنامہ "آفتاب" نے لکھا کہ نئی دہلی میں بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات ختم ہو کر آئینی مسائل طے ہو گئے ہیں اور اب وزیراعظم اور شیخ عبد اللہ کے درمیان سیاسی سوالات پر براہ راست بات چیت ہو گی۔ دوسری طرف سے ریاست کے کانگریسی وزیراعلیٰ میر قاسم نے ایک بیان میں کہا کہ مرکز اور شیخ عبد اللہ کے درمیان جو بات چیت ہو رہی ہے اس میں کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اور اب کشمیر میں غیر یقینی صورت حال ختم ہونے کا امکان ہے۔ نیز شیخ صاحب کے ساتھ مفاہمت سود مند ثابت ہو گی۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

گاندربل میں مولانا مسعودی پر ہوٹنگ

۸ اگست کو گاندربل میں نماز جمعہ کے موقعہ پر محاذ رائے شماری کی طرف سے ایک جلسہ ہوا' شیخ محمد عبداللہ' شیخ غلام محمد بھدر واہی جنرل سیکرٹری محاذ رائے شماری 'اور شمیم احمد شمیم ممبر پارلیمنٹ نے جلسے میں تقریریں کیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ نئی دہلی کے ساتھ ہماری بات چیت جاری ہے ہم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے' اور نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان مذاکرات کا انجام کیا ہو گا۔ البتہ آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ ہمیں کامیابی ہو گی۔ محاذ کے جنرل سیکرٹری نے کہا کہ محاذ اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ کشمیری عوام ہی اس ریاست کی قسمت کے مالک ہیں اور وہی اس کی تقدیر کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بعد میں شمیم احمد شمیم ایم پی اٹھے' انہوں نے مولانا مسعودی پر طنزیہ فقرے کسے اور مولانا کا موازنہ ایک ایسے شخص سے کیا جو خود تو کرکٹ کا کھلاڑی نہ ہو۔ لیکن گھر بیٹھے ریڈیو پر انگلینڈ اور جاپان میں کھیلے جانے والے میچ کی کمنٹری سن کر مختلف کھلاڑیوں کے کھیل پر تنقید کرتا ہو۔ مسٹر شمیم نے کہا کہ یہ لوگ ساحل پر بیٹھ کر خیر و شر کی رزم آرائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مولانا مسعودی بھی نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے قریب ہی بیٹھے تھے۔ وہ یہ سب کچھ سن کر سٹیج پر آ گئے اور شیخ عبداللہ سے مسٹر شمیم کے فقروں کا جواب دینے کے لئے وقت مانگا جلسے میں محاذ کے حامیوں کی اکثریت تھی۔ انہوں نے مولانا مسعودی کے خلاف ہوٹنگ کی۔ اور شیخ عبداللہ نے مولانا کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اس ہنگامے کے بعد مولانا مسعودی نے اپنی رہائش گاہ پر صحافیوں کے ساتھ بات چیت کی' وہ یہ ہے:۔

"میرا موقف یہ ہے کہ سب سے پہلے ۵۳ء کی پوزیشن بحال کی جائے' جب ان سے اس پوزیشن کی وضاحت کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ ۵۳ء میں تینوں پارٹیاں انڈیا پاکستان اور کشمیر اس بات پر متفق تھیں کہ رائے شماری کے ذریعے کشمیر کا فیصلہ کیا جائے اور جب تک یہ تینوں پارٹیاں کسی متبادل حل پر متفق نہیں ہو جاتی ہیں' تب تک یہ موقف برقرار رہنا چاہئے۔ اگر تینوں پارٹیوں میں صرف دو آپس میں اتفاق کر بھی لیں تب بھی یہ تنازعہ ختم نہیں ہو سکتا۔ مولانا مسعودی نے بتایا کہ شملہ معاہدہ کے تحت ہند اور پاکستان پہلے دوسرے مسائل حل کریں۔ اس کے بعد آخر کار

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کشمیر پر بھی بات چیت ہو گی۔ اس میں کشمیر کے نمائندوں کو بھی شامل کیا جانا چاہئے ایک اخباری نمائندے نے مولانا سے کہا کہ شیخ صاحب کا کہنا ہے کہ مرکز کے ساتھ بات چیت کے بعد جو بھی حل نکل آئے گا اسے لوگوں کے سامنے رکھا جائے گا اور ان کی منظوری حاصل کی جائے گی۔ اس پر مولانا نے طنزاً" کہا کہ ہاں وہ حل اسی طرح لوگوں کے سامنے نہیں رکھا جانا چاہئے جس طرح آج جلسے میں میرے ساتھ بدسلوکی کی گئی"۔

جماعت اسلامی جموں وکشمیر نے بھی اندرا' عبداللہ مجوزہ معاہدے پر اپنا عندیہ پیش کیا۔ جماعت کی مجلس شوریٰ نے چار روز ریاست کی تازہ ترین سیاسی صورتحال پر بحث و مباحثہ کرنے کے بعد پریس کے نام ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری عوام کی نمائندگی کرنے کا حق کوئی فرد واحد ادا نہیں کر سکتا۔ جماعت نے مناسب نمائندگی کو نظر میں رکھنے کا مطالبہ کیا مرکزی مجلس شوریٰ نے ہندوستان اور پاکستان پر زور دیا کہ وہ ستمبر میں منعقد ہونے والی دو طرفہ بات چیت میں مسئلہ کشمیر عوام کے جذبات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔

معاہدے کا اشارہ

۱۳ اگست کو شیخ محمد عبداللہ نے لداخ اور جموں کے نمائندوں کے ایک سہ روزہ کنونشن کے اختتام پر ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ مرکز کے ساتھ ہماری بات چیت آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے اور بیگ پارتھاسارتھی مذاکرات بھی قریب الاختتام ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ستمبر کے آخر یا اکتوبر کے شروع میں تصفیہ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ سیاسی تبدیلیاں کئی طرح سے لائی جا سکتی ہیں۔ درمیانی مدت کا انتخاب ہو یا صدر راج کا نفاذ' یہ ضروری نہیں کہ پارٹی بنیادوں پر ہی حکومت بنائی جائے' بلکہ انفرادی طور پر یا مل جل کر ہر شخص' ہر طبقے اور ہر حلقے کے تعاون سے حکومت بنائی جا سکتی ہے"۔

اسی دن نوہٹہ چوک میں "شیر کشمیر چوک" کے نام سے ایک بورڈ آویزاں کرنے کی کوشش کرنے کے دوران محاذ رائے شماری اور عوامی ایکشن کمیٹی کے حامیوں کے درمیان ایک تصادم ہوا۔ یہ کشیدگی سارے اندرونی علاقے میں پھیل گئی' اور ایک سو افراد زخمی اور لگ بھگ ۵۰ افراد گرفتار کرلئے گئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پاکستان سے مذاکرات کا وعدہ

۱۹ اگست کو شیخ عبداللہ نے اسلام آباد چوک میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

"نئی دہلی کے ساتھ بات چیت کے بعد پاکستان سے بھی بات چیت کی جائے گی، تاکہ آزاد کشمیر کے مستقبل کا سوال بھی طے کر دیا جائے۔ ہر بات مرحلہ وار ہو گی۔ لیکن ہم کسی قسم کی سودا بازی نہیں کریں گے۔ ہم ہر ایک معاملہ اور فیصلہ عوام کے سامنے رکھیں گے۔ اگر انہیں منظور ہو تو ہم آگے بڑھیں گے۔ عوام کی مرضی کے خلاف یا ان کی منظوری حاصل کئے بغیر کچھ نہیں ہو گا"۔

اسلام آباد میں طلباء کے مظاہرے

سیر کانلی گنڈ میں شیخ محمد عبداللہ نے اس بات کو پھر دہرایا کہ نئی دہلی سے بات چیت کا حاصل اور حل عوام کے سامنے پیش کیا جائے گا، پھر عوام ہی اس کو منظور یا مسترد کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اسلام آباد پہنچنے پر ڈگری کالج کے طلباء نے شیخ عبداللہ کے خلاف زبردست مظاہرے کئے۔ جن میں "پاکستان زندہ باد" کے نعرے بلند کئے گئے۔ پولیس نے ان طلبہ کے خلاف ڈنڈے اور اشک آور گیس کے گولے پھینکے اور طلباء نے پتھراؤ کے ساتھ جوابی حملہ کیا۔ فریقین زخمی ہو گئے اور ۲۵ نوجوان گرفتار کر لئے گئے۔

عوام سے رائے لی جائے گی

۳۱ اگست کو ایک اخباری اطلاع میں بتایا گیا کہ شیخ مرکز مذاکرات ایک نازک اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ گورنر جہا اور وزیر اعلیٰ میر قاسم دونوں کو مسز گاندھی نے نئی دہلی طلب کیا، اور بدھ وار کو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں ریاستی گورنر مسٹر جہا اور میر قاسم شریک ہوئے روزنامہ "اسٹیٹسمین" کی روایت کے مطابق ابھی بیگ پارتھا سارتھی بات چیت کے تصفیہ طلب امور میں ریاست کے لئے گورنر کی تقرری کا طریقہ کار اور گورنر اور وزیر اعلیٰ کو صدر ریاست اور وزیر اعظم ریاست سے دوبارہ موسوم کرنے اور مالی ادغام کے مسائل شامل تھے۔ نیز ۵۳ء کی پوزیشن بحال کرنے پر مرکز آمادہ نہیں ہے۔ دریں اثناء ۲۴ اگست کو شیخ عبداللہ نے ایک اخباری انٹرویو میں مدیر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

روزنامہ " آفتاب" کو بتایا کہ ۸ اگست ۵۳ء کی پوزیشن بحال کرنے کے بعد ہی ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ پھر ہم ایک عبوری حکومت قائم کرکے سب سے پہلے آزادانہ انتخابات کرائیں گے"۔

ادھر کرگل میں ایک جلسہ عام میں شیخ محمد عبداللہ نے اپنا وہ عہد پھر دہرایا کہ نئی دہلی کے ساتھ مذاکرات کی کامیابی کے بعد لوگوں سے رائے لی جائے گی' اور عوام کی منظوری حاصل کرنے کے بعد ہی ہم اسے منظور کریں گے۔ اسی اثناء میں شیخ اندرا مذاکرات میں تعطل پیدا ہو جانے کی خبریں گشت کرنے لگیں کہ وزیراعلیٰ میر قاسم نے ۴ ستمبر کو اپنی قیام گاہ پر ایک اخباری کانفرنس میں ان خبروں کو غلط اور بے بنیاد قرار دیا اور کہا کہ مستقبل میں ضرورت پڑی تو محاذ اور کانگریس کی ملی جلی وزارت کا قیام خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مرزا بیگ کا الہام

۱۳ ستمبر کو شیخ محمد عبداللہ نے بانڈی پورہ جا کر ایک جلسہ عام کو بتایا کہ ہم اپنے موقف پر قائم ہیں۔ اس وقت بات چیت ہو رہی ہے۔ اور ہم نے واضح کر دیا ہے کہ ۱۹۵۳ء کی پوزیشن بحال کی گئی تو ایک بنیاد قائم ہو سکتی ہے۔ اسی روز مرزا افضل بیگ پر مجاہد منزل میں محاذ رائے شماری کے کارکنوں کے ایک اجلاس میں یہ الہام ہوا:

" اب راولپنڈی کا راستہ سالوں میں نہیں' مہینوں میں کھلے گا۔ میں نے وزیراعظم بھٹو اور وزیر خارجہ عزیز احمد کی تقریریں سنی ہیں۔ وقت آنے پر ان کے ساتھ دوبدو بات چیت کروں گا"۔

پریس کلب آف انڈیا سے خطاب

دوسرے روز شیخ عبداللہ اور مرزا افضل بیگ دونوں نئی دہلی چلے گئے۔ جہاں شیخ عبداللہ نے وزیراعظم مسز گاندھی اور صدر فخرالدین علی احمد سے ملاقاتیں کیں' اور مرزا بیگ نے چار مرتبہ مسٹر پارتھا سارتھی سے گفت و شنید کی۔ ۱۸ ستمبر کو نئی دہلی میں پریس کلب آف انڈیا سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا:

" مرکز کے ساتھ اس وقت تک کوئی بھی سمجھوتہ خارج از امکان ہے جب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تک وہ اس ریاست میں ایک نئی اسمبلی کے قیام کے لئے چناؤ نہیں کرواتا۔ کشمیر میں نئے انتخابات عمل میں لانے کی صورت میں ہی مرکز اور ریاست کے درمیان اس اعتماد کو بحال کیا جا سکتا ہے' جو ۱۹۵۳ء سے پہلے موجود تھا۔ مذاکرات کا موجودہ دور ابھی تک اس مرحلہ پر نہیں آ پہنچا ہے جہاں پہنچ کر فریقین میں سمجھوتہ ہو سکتا ہو۔ جموں و کشمیر کی نئی اسمبلی ہی' جب اسے منتخب کر لیا جائے گا' ان قوانین کی چھان بین کرے گی' جو ۱۹۵۳ء کے بعد ریاست پر نافذ کئے گئے تھے۔ میرے نمائندے مرزا افضل بیگ اور وزیراعظم کے نمائندے مسٹر پارتھا سارتھی کے درمیان ۵۳ء کے بعد ریاست پر نافذ کئے گئے قوانین کے بارے میں جو تبادلہ خیال ہو رہا ہے۔ وہ پرائیویٹ نوعیت کا ہے' اس سلسلہ میں جو بھی کوئی سمجھوتہ ہو گا اس کی توثیق ریاست کی نئی منتخب شدہ اسمبلی کے ذریعے کرانی ہو گی۔ اسمبلی کے لئے آزادانہ اور منصفانہ چناؤ کئے جائیں۔ ہر اس شخص کو جو چناؤ لڑنے کا خواہش مند ہو' امیدوار بن کر لڑنے کی آزادی ہونی چاہئے' اور ان انتخابات کی نگرانی کرنے کے لئے ایسے غیر جانب دار مبصر تعینات کئے جا سکتے ہیں' جن کی شخصیت بے داغ اور ایمانداری مسلمہ ہو۔ ۵۳ء کی پوزیشن سب سے پہلے بحال ہونی چاہئے (جملے پر زور ڈالا) تب جا کر میں ایڈمنسٹریشن کی قیادت اپنے ہاتھ میں لینے کی بات سوچوں گا۔ اگر میں وزیراعلیٰ بنا تو پہلا کام جو انجام دونگا وہ یہ ہو گا کہ ان لوگوں سے جنہوں نے اس مدت میں (میری غیر حاضری میں) بڑے پیمانے پر دولت حاصل کی ہے' پوچھا جائے گا کہ وہ اپنی آمدنی کے ذرائع کی وضاحت کریں۔ وہ یہ بتائیں کہ انہوں نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے۔ اگر ایڈمنسٹریشن پر لوگوں کے اعتماد کو بحال کرنا ہے تو ایسے لوگوں کو پھانسی ملنی چاہئے' جنہوں نے لوٹ کھسوٹ کر کے غریب عوام کا حق مارا ہے"۔

شیخ عبداللہ نے آگے چل کر کہا:

" الحاق ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ کشمیر میں جو نئی اسمبلی بنے گی۔ وہ اس سوال کو نہیں اٹھائے گی۔ میں نے اپنے آپ کو ہندوستان کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ کیونکہ میں اس کی جمہوریت اور سیکولرازم کے عقیدوں کی قدر کرتا ہوں"۔

آپ نے مرکز (ہندوستان) سے کہا کہ:

" ہم آپ تک خون کے دریا پار کر کے پہنچے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ہم پر اعتبار نہ کریں"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

انہوں نے کہا:

" مرکز کے ساتھ مفاہمت ہو جانے کے بعد آزاد کشمیر کا مسئلہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ ایک متحدہ محاذ بنا کر ان کا مستقبل متعین کیا جا سکتا ہے ۔ میرے ذہن میں اس وقت آزاد کشمیر کے بارے میں کئی حل ہیں۔ لیکن اس وقت یہ کہنا قبل از وقت ہے۔ "

اس پریس کانفرنس میں شیخ صاحب نے نیشنل کانفرنس کے احیائے نو کی طرف بھی اشارہ کیا۔

شیخ محمد عبداللہ نے کلکتہ کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

" حکومت ہند کے ساتھ میری بات چیت مکمل ہو چکی ہے میرے اور حکومت کے درمیان جو سمجھوتہ ہو گا' اس پر ایک ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے لی جا سکتی ہے۔ اگر لوگوں کو مجوزہ حل قبول ہو تو وہ اس کے حق میں رائے دے کر اپنی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے انتخابات بھی ہو سکتے ہیں۔ رائے شماری واحد حل نہیں ہے۔ اسی طرح خود مختار کشمیر کے تصور پر ہمیں پہلے سوچنا ہو گا کہ آیا ہم آزاد رہ سکتے ہیں ؟ "

دہلی میں پانچ روز تک قیام کرنے کے بعد شیخ محمد عبداللہ واپس سری نگر لوٹ آئے۔ دوسرے روز یہاں ایک اخبار کے ساتھ ملاقات میں انہوں نے بتایا کہ مسائل اس قدر آسان نہیں کہ انہیں ایک یا دو ملاقاتوں مین حل کیا جائے۔ ہمیں اقتدار کی ہوس نہیں ہم اپنے اصولوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

دوسری طرف سے مرزا افضل بیگ نے مذاکرات پر ایک محتاط تبصرہ کیا اور کہا کہ نئی دہلی میں ہماری بات چیت جاری ہے' اس میں تعطل نہیں ہے۔ صرف میری صحت کی خرابی تعطل کا سبب ہے"۔

مذاکرات میں بہ ظاہر ستمبر ۱۹۷۴ء سے جو تعطل پیدا ہوگیا تھا۔ محاذ رائے شماری کے حلقے اس صورت حال سے سخت تشویش میں مبتلا تھے لیکن شیخ محمد عبداللہ یا مرزا محمد افضل بیگ میں سے کسی نے اس قسم کے تعطل کا کوئی تاثر نہیں دیا۔ اندازہ ہے کہ مذاکرات میں نئی روح پھونکنے کے لئے اور کشمیری لیڈروں کی دل تسلی کے لئے وزیراعظم مسزاندرا گاندھی ۲۹ اکتوبر کو کشمیر کے دو روزہ دورے پر نئی دہلی سے سری نگر اسی جہاز میں پہنچ گئیں' جس جہاز میں خود شیخ محمد عبداللہ بھی سوار تھے۔ دونوں

رہنماؤں نے اس مشترکہ ہوائی سفر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کی۔ بعد میں مسز گاندھی نے مسٹر پارتھا سارتھی کو پیرس سے طلب کرلیا' اور وہ مرزا بیگ کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے ۲۷ نومبر ۷۴ء کو سری نگر پہنچ گئے۔ اسی روز آپ نے اوبیرائے پیلس ہوٹل میں مسٹر بیگ کے ساتھ دو گھنٹے تک بات چیت کی جسے اخبارات نے اہم قرار دیا بلکہ اس بات چیت کو کشمیر کے لئے داخلی خود مختاری کے حصول کی بات چیت قرار دے کر محاذ والوں میں خوشی کی لہر پیدا کر دی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاہدہ ہو گیا!

اگر ایک طرف سے نوجوان فکر مند تھے کہ اندرا' عبداللہ معاہدہ کی پیدائش قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے تو دوسری طرف سے پاکستان بھی نئی صورتحال کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وزیراعظم پاکستان نے ٦ نومبر ۷۴ء کو احمد پور شرقیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"حکومت ہند اور شیخ عبداللہ کے درمیان کشمیر کے بارے میں جو فارمولا تیار ہو رہا ہے' وہ اس وقت تک کارگر نہیں ہوگا' جب تک نہ پاکستان کو منظور ہو۔ شیخ محمد عبداللہ نے جلد از جلد کشمیر کا تصفیہ نہ ہونے کی صورت میں انقلاب برپا کرنے کی جو دھمکی دی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق مسئلہ کشمیر کو حل کرانا چاہتے ہیں"۔

(بحوالہ ریڈیو پاکستان)

۱۰ نومبر کو پارتھا سارتھی کے ساتھ اہم مذاکرات کرنے کے لئے نئی دہلی روانہ ہونے سے قبل مرزا محمد افضل بیگ نے بتایا:

"مسٹر پارتھا سارتھی سے میری بات چیت کا یہ نازک ترین اور آخری دور ہو گا۔ میرے خیال میں اس بات چیت میں سمجھوتے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا"۔

۱۴ نومبر ۱۹۷۴ء کو مرزا بیگ نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ وہ:

"گذشتہ ڈیڑھ دو برس سے مسٹر پارتھا سارتھی کے ساتھ میری جو بات چیت چل رہی تھی' وہ اب ختم ہو گئی ہے نتائج سے وزیراعظم اور شیخ صاحب کو آگاہ کیا جا رہا ہے۔"

اسی روز مجاہد منزل سری نگر کے ایک اعلانیہ میں بتایا گیا ہے کہ بیگ صاحب نے نئی دہلی میں مسٹر پارتھا سارتھی کے ساتھ بات چیت پایۂ تکمیل تک پہنچادی ہے۔ اس دورے میں بیگ صاحب نے مسز اندرا گاندھی کے ساتھ بھی ملاقات کی۔ اگرچہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ابھی معاہدے کا باقاعدہ رسمی طور پر اعلان نہیں کیا گیا۔ تاہم سرینگر کے روزنامے "آفتاب" نے ۱۵ نومبر کے شمارے میں یہ اطلاع دی کہ بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

اسی روز مجاہد منزل سے شیخ محمد عبداللہ کے ٹیٹوال اور منگہ ڈار کے جلسوں کے بارے میں محاذ رائے شماری کا ایک پریس نوٹ منظرِ عام پر آگیا انہوں نے کہا تھا:۔

"اگر کشمیر کے پیچیدہ مسئلے کا حل نکل آیا' تو وہ منظوری کے لئے لوگوں کے سامنے رکھا جائے گا' جب کوئی راستہ نکل آئے گا۔ تو ہم پاکستان کے ساتھ بھی بات چیت کریں گے۔ کوئی بھی فیصلہ اس وقت تک دائمی نہیں ہو سکتا جب تک نہ پاکستان بھی اس پر راضی ہو"۔

۱۵ نومبر کو شیخ محمد عبداللہ نے چرار شریف میں شیخ نورالدینؒ کی زیارت گاہ پر تقریر کرتے ہوئے پھر دہرایا کہ:۔

"کشمیر کے بارے میں ہند کے ساتھ باعزت سمجھوتہ ہو جانے سے ہمارا کام ختم نہیں ہو گا بلکہ ہم وزیراعظم پاکستان مسٹر بھٹو کے ساتھ بھی بات چیت کریں گے۔ کیونکہ جب تک پاکستان بھی ان سارے معاملات میں شریک نہیں ہو گا کشمیر کا مسئلہ حتمی صورت میں حل نہیں ہو گا"۔

شیخ محمد عبداللہ نے یہ بیانات کشمیر کے خاص حالات اور کشمیریوں کے مزاج کو سامنے رکھ کر ہی دیئے تھے۔ لیکن نئی دہلی کو ان کے یہ بیانات پسند نہ تھے۔ چنانچہ محاذ کے جنرل سیکرٹری شیخ غلام محمد بھدرواہی نے مجاہد منزل سے اخبارات کے لئے مندرجہ ذیل پریس نوٹ جاری کیا:

"شیخ صاحب کی طرف سے حالیہ دورہ میں کی گئی تقریروں کو بعض اخبارات نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے' کہیں ان سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ کشمیر کے تصفیہ میں پاکستان کی تائید شرط اول ہے اور کہیں یہ کہا گیا ہے کہ شیخ صاحب پاکستان کی منظوری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ جب ہند کے ساتھ سیاسی مذاکرات خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہونگے۔ اور فیصلہ قابل قبول ہو گا تو اس فیصلہ سے پاکستان کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ کشمیر کا تنازعہ پرامن طریقے سے حل ہو جائے امن کی تلاش کا تقاضہ ہے کہ ہم صدق دلانہ کوشش کریں تاکہ پاکستان مطمئن ہو جائے کہ موجودہ حالات میں مشکلات کے پیش نظر ہند کے ساتھ کیا ہوا فیصلہ ممکن

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

العمل ہے۔ اس بارے میں پاکستان کی رائے حاصل کرنا ضروری ہے"۔

معاہدہ دہلی پر ۱۴ نومبر ۱۹۷۴ء کو مرزا افضل بیگ اور مسٹر پارتھا سارتھی کی طرف سے دستخط ہو جانے کے باوجود کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اسی میں بہت ساری مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ اسی لئے محاذ کے لیڈر اب بھی زبان سے "مسئلہ کشمیر" کے نام کو ایکسپلائنٹ کرتے تھے۔ مثلاً ۲۹ نومبر کو مرزا محمد افضل بیگ نے اوڑی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"کشمیر کا مسئلہ اب بھی زندہ ہے۔ بلکہ اب حل ہونے کو ہے اس کی بڑی وجہ شیر کشمیر کی آواز ہے۔ شیخ صاحب نے کہا ہے کہ ہند کے ساتھ ہونے والی بات چیت کا جو بھی حل نکل آئے گا اسے لوگوں کے سامنے رکھا جائے گا۔ اسے منظور کرنا یا مسترد کرنا لوگوں کا کام ہے"۔

پتھر مسجد سری نگر میں عید الاضحیٰ کی مقدس تقریب پر شیخ محمد عبداللہ نے پاکستان کو مسئلہ کشمیر کا فریق قرار دیتے ہوئے جو کچھ کہا اسے غور سے پڑھیے، حالانکہ معاہدہ دہلی ہوا تھا:۔

"وزیراعظم پاکستان نے تو ٹھیک ہی کہا ہے کہ کشمیر کرسمس کا کوئی کیک نہیں ہے، جسے ہند اور پاکستان بانٹ کر کھائیں بلکہ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ اس مسئلے کا دائمی حل وہی ہو گا، جو تینوں فریقوں کے لئے قابل قبول ہو گا۔ نئی دہلی سے بات چیت جاری ہے۔ اس بات چیت کا مقصد اقتدار حاصل کرنا نہیں اور نہ مجھے اقتدار کی خواہش ہے۔ میرے سامنے کچھ اصول اور مقاصد ہیں جن کے لئے میں جدوجہد کرتا ہوں"۔

خود مختار کشمیر پر ڈاکٹر فاروق کے خیالات

ان دنوں کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبداللہ کے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ آزاد کشمیر کے دورے سے لوٹے، جہاں انہوں نے پاکستانی اور آزاد کشمیری لیڈروں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ شیخ صاحب اپنی قوم سے غداری کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر فاروق کے بارے میں بتایا گیا کہ انہوں نے اپنے دورہ پاکستان میں خود مختار کشمیر کے تصور کی پرزور وکالت کی۔ اور اخبار "جہاں" کو ایک انٹرویو دیا۔ ڈاکٹر فاروق سے پوچھا گیا کہ کچھ مدت سے اس قسم کی خبریں آ رہی ہیں کہ شیخ محمد عبداللہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نے بھارت کی بالادستی تسلیم کر لی ہے۔ اور اب وہ بھارتی آئین کے تحت کشمیر کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ محض الزام ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ۵۳ء میں شیخ محمد عبد اللہ وزیراعظم تھے جب انہیں پتہ چلا کہ بھارت کشمیر کے عوام کے حق خودارادیت سے منحرف ہو رہا ہے اور کشمیر کی مخصوص حیثیت ختم کرنے کے درپے ہے تو انہوں نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس کی مخالفت کی جس کی پاداش میں انہیں نہ صرف اقتدار سے الگ ہونا پڑا بلکہ طویل قید و بند کی صعوبتیں بھی ان کا مقدر بن گئیں۔ اور ہر قسم کے مصائب و مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ لیکن مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ ریاست کی آزادی اور حق خودارادیت کے مطالبے سے دست بر دار ہونے پر تیار نہ ہوئے اب جبکہ ان کی عمر کا پیمانہ لبریز ہے اور وہ جانتے ہیں کہ زندگی کی چند ساعتوں کے بعد انہیں سب سے بڑی حقیقت کا سامنا کرنا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ساری عمر کی جدوجہد پر پانی پھیر کر اپنی قوم سے غداری کے مرتکب ہوں گے۔ ایک خود مختار کشمیر کے تصور کا ذکر کرتے ہوئے فاروق عبداللہ نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا یہ بھی ایک آبرو مندانہ حل ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کو جو کہ ۸۴ ہزار مربع میل پر مشتمل ہے تقریباً ۷۰ لاکھ نفوس کی آبادی کا ملک ہے۔ آزاد اور خود مختار قرار دیا جائے۔ دوسری جنگ عظیم میں جب نازی جرمنی نے دنیا کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا تھا' تو سوئٹزر لینڈ تب بھی آزاد رہا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس زمانہ میں سوئٹزر لینڈ عالمی سازشوں کا اکھاڑہ بن گیا تھا لیکن وہ وقتی کیفیت تھی۔ سوئٹزر لینڈ آج بھی آزاد اور خود مختار ریاست ہے۔ یہی نہیں بلکہ آج دنیا میں قیام امن کے لئے اہم فیصلے جنیوا میں ہوتے ہیں۔ اگر کشمیر بھی ایک دوسرا سوئٹزر لینڈ بن جائے تو اس میں نقصان کا کون سا پہلو ہے؟ بلکہ یہ علاقہ پڑوسی ممالک پاکستان' بھارت چین اور روس کے درمیان غلط فہمیاں دور کرانے اور طاقت کا توازن قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے خوب صورت قدرتی مناظر اور شفاف پانی سے لبریز جھیلیں دلوں کی کدورتیں دھو ڈالیں گی۔ اگر ریاست جموں و کشمیر کی آزادانہ اور خود مختارانہ حیثیت پر اتفاق رائے ہو جائے۔ تو اس کو اقوام متحدہ کا رکن بن جانے کی وجہ سے تحفظ میسر آ سکتا ہے اور اس کی سالمیت کی ضمانت ادارہ اقوام متحدہ اور اس کے رکن ممالک دیں گے۔"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عوامی انقلابی محاذ

محاذ رائے شماری کی اعلیٰ سطحی قیادت کو مرکزی حکمرانوں کی سرد مہری نے سخت مایوس کر دیا تھا۔ ساتھ ہی انہیں یہ خدشہ بھی تھا کہ معاہدے کے بعد نوجوانوں کا ردعمل بڑا ہی ڈراؤنا ہو گا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ الفتح کیس میں ملوث بعض نوجوانوں کے ذریعے ایک طفیلی تنظیم وجود میں لائیں۔ اس امید کے ساتھ کہ مرکزی حکمران یہ محسوس کر لیں کہ محاذ کی قیادت میں اس قدر طاقت ہے کہ وہ کشمیر کے تشدد پسند نوجوانوں کو عدم تشدد کے مسلک پر گامزن کرا سکتی ہے اور محاذ کے ساتھ جلد از جلد کوئی معاہدہ طے نہ کیا گیا تو وہ اپنے "دہشت پسند" متاثرین کی پیٹھ ٹھونک کر مرکز کے لئے مصیبت اور بدنامی بھی لا سکتا ہے۔ دوم اس فائدے کی امید میں کہ مرکز کے ساتھ معاہدہ طے ہو جانے کے بعد نوجوانوں کا یہ گروہ "الفتح" کی لیبل کے باعث اور بھی کئی طالب علموں اور نوجوانوں کو اپنے ساتھ باندھ سکے گا۔ اس طرح معاہدے کے مخالفین پر دہشت بھی طاری ہو گی مرزا محمد افضل بیگ پہلے ہی مکڑ مکڑی کا جالا کھینچنے کے عادی ہیں چنانچہ انہوں نے ۶۸ء سے نوجوانوں اور طالب علموں کے ساتھ راہ و رسم بڑھا کر کئی قسم کے ناپائدار گوشے تعمیر کئے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں جب میں احتیاطی نظربندی ایکٹ کی رو سے سری نگر کے سنٹرل جیل میں اپنی نظربندی کے طویل شب و روز گذار رہا تھا، مرزا افضل بیگ ہماری رٹ درخواستوں میں وکیل استغاثہ تھے، اور وہ اس دور میں سنٹرل جیل آ کر ہمارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ایک روز سنٹرل جیل کے دفتر میں انہوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ طلبہ کی مختلف تنظیموں کو اپنے مشترکہ مسائل کے لئے متحد ہو جانا چاہیے۔ اور میں مشورہ کے لئے اپنی خدمات وقف رکھوں گا۔ لیکن آپ اپنے معاملات کے فیصلوں میں خود مختار ہوں گے۔ پھر بیگ صاحب کے ساتھ میرے کئی سوالات و جوابات ہوئے جو میں نے اسی روز اپنی جیل ڈائری میں ریکارڈ کر ڈالے ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک بیگ صاحب کئی سٹوڈنٹ تنظیموں کو بناتے، پالتے اور بگاڑتے آئے ہیں۔ الفتح کیس میں ماخوذ بعض

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نوجوانوں پر مرزا محمد افضل بیگ کا ذاتی اثر و نفوذ قائم ہو گیا تھا' کیونکہ وہ مقدمہ میں ان کی طرف سے وکیل صفائی تھے۔ بہرکیف ۱۹۷۴ء میں اندرا عبداللہ معاہدے کے لئے اسٹیج کی تیاریوں کا آخری اور نازک مرحلہ قریب تر آ گیا۔ مرزا افضل بیگ نے الفتح کیس کے ایک دھڑے کو الگ کر کے عوامی انقلابی محاذ کے قیام کا اعلان کرایا اور غلام رسول زہگیر کو اس کا صدر بنایا۔ انہوں نے مرزا محمد افضل بیگ کی موجودگی میں لال چوک میں اپنے دفتر پر نئی پارٹی کی تشکیل کا اعلان کیا' اور ایک اخباری کانفرنس میں ۱۹۴۷ء کی پوزیشن بحال کرنے اور سری نگر راولپنڈی شاہراہ کھولنے کے مطالبات کئے۔ آپ کے اخباری بیان کا خلاصہ اور تتمہ مرکز اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان ہونے والے مذاکرات کی حمایت اور نیک تمناؤں میں ظاہر ہو گیا۔ عوامی انقلابی محاذ کے قیام سے محاذ رائے شماری کو اندرا' عبداللہ مجوزہ معاہدے کی تبلیغ اور ترجمانی کے لئے نوجوانوں کا ایک بازو مل گیا۔ عوامی انقلابی محاذ۔۔۔۔ اپنے نام کی کشش کی وجہ سے کچھ عرصہ تک کشمیر کے نوجوانوں کو متاثر کرنے میں کامیاب رہا لیکن اس پارٹی کے سرکردہ نوجوان ایک بہت بڑے تضاد کا شکار بھی رہے۔ جو اس تنظیم کے لئے آخر کار جان لیوا ثابت ہو گیا۔ ایک طرف سے ان کا کہنا تھا کہ وہ ریاست جموں و کشمیر کی ایک خود مختار مملکت قائم کرنے کے حق میں ہیں' دوسری طرف سے یہ لوگ عملاً" ہندوستان کے ساتھ اس کے آئینی دائرے کے اندر اندر ہونے والے مذاکرات اور مجوزہ معاہدے کی کامیابی کی کوششوں میں نوجوانوں کی صف بندی میں بھی مصروف تھے۔ ایک طرف سے آزاد کشمیر کو پاکستان سے الگ کرنے کی دھمکیاں بھی دی جاتی تھیں۔ دوسری طرف سے کشمیر کے ایک حصہ پر مملکت ہند کی بالادستی بھی تسلیم کی گئی تھی۔ افسوس کہ محاذ کی قیادت نے حصول اقتدار کی خاطر بھولے بھالے نوجوانوں کو بھٹکا کر غلط منزل کی طرف لیا اور ان کی صلاحیتیں اور توانائیاں ضائع کر دیں فارسی زبان کے ایک نکتہ رس کا یہ شعر ان ہی لوگوں پر صادق آتا ہے:

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

جوں جوں اندرا' عبداللہ معاہدہ کی تیاری اور اقتدار کی بحالی کے دن قریب تر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

آتے گئے عوامی انقلابی محاذ میں بھی بہت سارے لوگوں کا داخلہ نوکریوں اور روپے پیسے کے حصول کی خاطر تیز تر ہوتا گیا اندرا' عبداللہ معاہدہ کے اعلان کے بعد اور شیخ عبداللہ کے اقتدار کی بحالی کے کچھ عرصہ بعد محاذ رائے شماری کے لیڈروں نے اپنے نوجوان بازو عوامی انقلابی محاذ کی طرف سرد مہری اور بے رخی برتنی شروع کی۔ کیونکہ محاذ کے لیڈروں اور دیرینہ کارکنوں کو ڈر تھا کہ اگر اس نوجوان بازو کی طرف پیار اور محبت کا وہی پرانا مظاہرہ برقرار رکھا گیا تو یہ بچے کرسیوں کی تقسیم میں شریک ہو کر ان میں سے بہتوں کی " حق ماری" کا سبب بن جائیں گے۔ ان نوجوانوں کو جن اغراض کے لئے استعمال کرنا مقصود تھا' اب تو وہ حاصل ہو گئے تھے۔ اس لئے اب اس تنظیم کو ٹھوکریں مار کر یوتھ نیشنل کانفرنس کے نام سے ایک اور تماشہ اور کھلونا پارٹی کے چس بورڈ پر نمائش کے لئے لایا گیا' لیکن یہ نمائش بھی زیادہ دیر تک چل نہ سکی' اور بہت جلد ٹوٹ کر اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ اب یوتھ فیڈریشن نے نیشنل کانفرنس کے نوجوان بازو کی سرداری سنبھالی۔ لیکن یہ تنظیم اپنے اور اپنے بزرگوں کے سوداگرانہ اور الیکشن اغراض کے بغیر اور کسی بلند تر اور ایمان دارانہ مقصد حیات کے لئے کام کرنے کے جذبہ سے محروم ہے۔ کیونکہ خود اس کی آبائی تنظیم نیشنل کانفرنس حکمرانی کا کوئی شستہ اور ایمان دارانہ نمونہ پیش نہیں کر سکی ہے۔ بلکہ فاسد اور غلیظ نالیوں میں خطرناک اضافہ کر چکی ہے۔ ڈاکٹر فاروق نے پارٹی کی صدارت سنبھالنے کے بعد اسی سال فیڈریشن کو واپس تنظیم میں مدغم کرکے یوتھ ونگ نیشنل کانفرنس کے نام سے ایک اکائی بنائی جس کا کنٹرول پارٹی کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پیپلز لیگ کا قیام

۱۹۷۴ء میں شیخ محمد عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کی طرف سے روز روز کے بیانات ' کہ کشمیر فقط ایک گھریلو آئینی سوال ہے پاکستان اس کا کوئی فریق نہیں ہے' اور اصل مسئلہ کا حل یہ ہے کہ مرکز اور ریاست کے درمیان وہ اعتماد دوبارہ بحال کیا جائے جس کو ۱۹۵۳ء میں گرایا گیا تھا' سے ایک چیلنج آور صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ اب محاذ کے لیڈروں کی نظر میں کشمیر یکایک آزاد ہو گیا تھا۔ صرف آزاد کشمیر کا سوال باقی تھا 'جس کو " آزاد" کرانے کے لئے محاذ رائے شماری والے مانگ کر رہے تھے۔ اہل کشمیر محاذ رائے شماری کے انحراف کو دیکھ کر سخت مایوس ہو رہے تھے۔ لیکن حریت پسندی کا سیاسی شعور رکھنے والے لوگ نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان عمل میں آنے کے لئے بے قرار تھے۔ ٹھیک ان ہی حالات میں طلباء اور نوجوانوں کی چند تنظیمیں یوتھ لیگ' ینگ مینیز لیگ' سٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن اور الفتح کے چند وابستگاں سری نگر میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ یہ سب ہی گروپ اس بات پر آپس میں متفق تھے کہ رائے شماری کے بارے میں اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں اور ہندوپاکستان کی حکومتوں کے مواعید کی بنیاد پر کشمیری عوام کے لئے حق خود ارادیت کے حصول کی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم بالجزم کیا جائے۔ ان مذاکرات کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء کو جموں وکشمیر پیپلز لیگ کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

پیپلز لیگ نے اسی موقف کو برقرار رکھا' جس سے شیخ محمد عبداللہ اور ان کے حواری منحرف ہو گئے تھے۔ اور پاکستان کے بارے میں اس امر کا اعادہ کیا کہ وہ کشمیر کے سوال کا ایک فریق ہے۔ لیگ نے نوجوانوں اور طالب علموں سے اپیل کی کہ وہ حق خودارادیت کے حصول کی جدوجہد کو بامعنی' موثر اور پرسوز بنانے کے لئے روح اسلامی سے فیضان حاصل کرتے رہیں' اور پرچم لیگ کے سائے میں ان سب درد مندوں کی صف بندی کریں جو اہل کشمیر کے حق خودارادیت اور دین وسیاست کے ایک ہونے پر ایمان رکھتے ہوں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جناب فضل حق قریشی لیگ کے بانی چیئرمین منتخب ہو گئے لیکن جلد ہی جناب نذیر احمد وانی اس عہدے پر فائز ہو گئے۔ جن دوسرے نوجوانوں نے اس تنظیم کی بنا استوار کرنے میں مرکزی و بنیادی رول ادا کیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: جناب محمد مصدق عادل، جناب اسلم وانی، ڈاکٹر فاروق احمد بٹ، جناب عبدالمجید پٹھان، جناب محمد اعظم انقلابی۔ جناب ایس حمید اور جناب حمید اللہ بٹ۔۔۔۔۔ طالبات کے ایک گروپ نے بھی اس کی آواز پر لبیک کہی تھی۔

لیکن اسلامی نظریاتی حصار کی بنیاد پر پارٹی کی تعمیر و تشکیل کا جو فیصلہ ابتدا میں کیا گیا تھا وہ عمل میں نہ لایا گیا اس طرح پارٹی کی پہلی صفوں میں غیر نظریاتی، غیر پختہ اور نا تجربہ کار عناصر بھی آسانی سے داخل ہو گئے، جو کام کے بجائے مقام کی تلاش میں فکر مند رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تنظیم میں منافقوں اور اسلام و حق خود ارادیت کے دشمنوں نے اپنا جال پھیلا دیا اور تنظیم بحران میں گرفتار ہو گئی۔ اس وقت تنظیم سازی کا جو ڈھنگ اختیار کیا گیا، یہ اسی کے کانٹے ہیں۔ جو ابھی تک پیپلز لیگ کے پاؤں میں پیوست ہیں۔ اس کے علاوہ انہی ایام میں پیپلز لیگ نے معروف و مسلّم جمہوری سرگرمیوں اور زیر زمین سرگرمیوں کو خلط ملط کر دیا اور وہ اپنے وسائل و مسائل اور صلاحیتوں کے دائرے میں ان دونوں کا میدان، مقام و محل ٹھیک ٹھیک متعین کرنے میں ناکام رہی۔ اس نے سیاسی اور تحریکی داؤ پیچ کے استعمال کی اہمیت سے بھی ناواقفیت کا ثبوت دیا۔ اچھے، قابل اعتماد اور مخلص کارکن، غیر یقینیت کے شکار ہو گئے۔ اور طالع آزماؤں اور منافقوں نے اس کے خلاف اپنی یورشوں میں اضافہ کر دیا۔ تنظیم کے داخلی بحران اور خارجی سازشوں کا بہت جلد یہ نتیجہ نکلتا کہ اب اس کا ڈھانچہ ختم ہو جاتا یا اس کی باگ ڈور مکمل طور پر اسلام اور حق خود ارادیت کے دشمنوں یا طالع آزماؤں کے ہاتھوں میں چلی جاتی اور دشمنان دین و ملت اسے آسانی کے ساتھ اپنے ناپاک مقاصد کے لئے استعمال میں لاتے۔ اس صورت حال میں تنظیم کے مخلص، ہوشمند اور سرکردہ اصحاب نے بڑی پھرتی سے جولائی ۱۹۷۸ء میں مجھے پیپلز لیگ کا چیئرمین منتخب کر لیا۔ حقیقت میں یہ تجویز پہلی بار ۱۹۷۴ء میں ہی میرے سامنے رکھی گئی تھی۔ ۱۹۷۵ء کے ہنگامی حالات کے اعلان اور میرے زمانہ نظر بندی میں ان کا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اصرار بڑھ گیا تھا۔ لیکن میں ۱۹۷۸ء تک تنظیم کی سربراہی سنبھالنے سے برابر انکار کرتا رہا آخر جب میں نے پیپلز لیگ کی دعوت قبول کرکے اس کی صدارت سنبھالی تو مجھ پر اس کے اور کئی پہلو اور گوشے آشکارا ہوگئے۔ جن کا مجھے پہلے سے پورا علم نہ تھا اور اسلام اور حق خود ارادیت کے دشمنوں کی تازہ یورشوں سے اندازہ ہونے لگا کہ ان کو نئی تبدیلیوں نے کس طرح سٹپٹایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تنظیم کے پھیلاؤ اور اس کی نئی صف بندی کے کام میں زیر زمین حربوں سے رکاوٹیں پیدا کیں۔ میں نے اپنا کام جاری رکھا اور مسلسل محنت کرکے تنظیم کو طویل دستوری خلاء سے نکالا اور ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کو لیگ کے ایک غیر معمولی اور نمائندہ اجلاس میں اس کا آئین منظور کرایا۔ جو اس کی انقلابی اور نظریاتی دعوت کا آئینہ دار ہے۔ بعد ازاں انتھک جدوجہد اور عملی پروگرام کے ذریعے کارکنوں اور متاثروں میں پیپلز لیگ کی تحریک کے نظریاتی اور انقلابی پہلوؤں اور گوشوں کی اہمیت و افادیت کا شعور جگانے کی بھرپور کوشش جاری رکھی۔ جس کو منافقوں نے عیاری کے ساتھ سبوتاج کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن ان کی سازشیں طشت از بام کر دی گئیں۔ اور تنظیم عزم و حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا ہے کہ تنظیم کا قیام ہمارا اصل مقصد نہ تھا۔ اصل مقصد زندگانی کے وہ نقوش اور خدوخال تھے' جو اسلام نے ہمارے سامنے لائے ہیں۔ اور اگر کوئی نظام جماعت ہمارے مقصد حیات قومی مقاصد یعنی آزادی اور سرداری کی جدوجہد کے لئے تنگ و تاریک بنا دیا جاتا ہے۔ تو ضروری نہیں کہ ہم بھی اپنے آپ کو قیدی بنائیں۔ ہمیں اپنی جدوجہد کے دریا میں تلاطم برپا کرکے پیش قدمی کی خاطر نئی راہوں کو دریافت کر لینا چاہئے۔ اور چٹانوں' درختوں اور بندھوں کو اپنے ساتھ بہا لینا چاہیے

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

بہرحال پیپلز لیگ نے کمال ہمت' جرات اور سرفروشی کے ساتھ نہایت ہی نامساعد حالات میں حق خودارادیت کے حصول کی مشعل روشن رکھی ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاہدہ دہلی کی توثیق

۱۹۷۵ء ایک افسوسناک سال ثابت ہو گیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ بائیس برس کے لمبے عرصے کے بعد شیخ محمد عبداللہ کی طرف اقتدار منتقل کر دیا گیا۔ لیکن معاہدہ دہلی کا متن منظر عام پر آنے کے بعد اس کرسی میں وقار' جلال اور تمکنت کسی کو محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ خود شیخ عبداللہ اس سے پہلے اور اس کے بعد سخت ذہنی الجھن میں گرفتار تھے۔ کیونکہ وہ آپ اپنے ہاتھ سے ایک ادنیٰ سی شئے کے عوض ایک بیش قیمت متاع کو چھوڑ رہے تھے۔ جس کے حصوں کی کوششوں میں انہوں نے اور دوسرے لوگوں نے ایک لمبے عرصے سے زندگی کے بہترین لمحات جیل خانوں میں بسر کئے تھے اور نوجوانوں نے اپنے گرم گرم خون کا نذرانہ دے کر اپنے مقدس اور آبرو مندانہ نصب العین کی کھیتی میں ہریالی لائی تھی۔ ان کے بیانات کا حرف حرف تضادات اور ذہنی کشمکش کی غمازی کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے ان کے کئی ساتھی مذاکرات کی مزید گردشوں کو لاحاصل سمجھ رہے تھے۔ وہ بے قرار تھے اور ان کی آخری خواہش اب یہی تھی کہ اب جو کچھ ملے۔ اسے قبول کیا ہی جانا چاہئے اگرچہ وہ کتنا ہی بے قدر اور قلیل کیوں نہ ہو۔ کیونکہ گذشتہ کئی برسوں کے انداز سیاست نے ان کی نظر تنگ اور محدود بنائی تھی۔ شیخ محمد عبداللہ کے لئے اپنوں کے مزاج کی یہ افسوسناک کیفیت ذہنی عذاب کا باعث بن گئی تھی۔ اسی لئے ان کے بیانات صبح و شام بدلتے رہتے تھے۔ اور ان کی تگ و تاز کا ماسوائے حصول اقتدار کوئی محور دکھائی نہ دیتا تھا۔ جنوری ۷۵ء کے پہلے ہفتہ میں وہ نئی دہلی چلے گئے اور جموں میں انہوں نے کہا:

"مسئلہ کشمیر کا حل آئین کی دفعہ ۳۷۰ کے تحت نکالا جانا چاہئے۔ میں اس وقت کچھ لینا چاہتا ہوں' اور شریمتی اندرا گاندھی کا کام ہے اب کچھ دینا۔ مسئلہ کشمیر کو حتمی طور پر حل کرنے کے لئے پہل کرنا اب ہندوستان کی وزیراعظم کا کام ہے۔ مرزا محمد افضل بیگ اور مسٹر پارتھا سارتھی کے درمیان آئینی معاملات پر جو طویل مذاکرات ہوئے۔ ان کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے شریمتی اندرا گاندھی ایک

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اہم رول ادا کر سکتی ہیں۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات کے نتائج کو آخری شکل نہیں دے سکی ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس بات کے لئے وہ موزوں وقت خود مقرر کریں گی۔ میں ہند کے ساتھ الحاق کی تنسیخ کے حق میں نہیں ہوں"۔

لیکن روزنامہ "آفتاب" مورخہ ۱۰ جنوری نے لکھا کہ شیخ صاحب اپنے اس موقف پر بڑی سختی کے ساتھ قائم ہیں کہ کشمیر اسمبلی کو توڑ کر ایک نئی اسمبلی کے لئے انتخابات کرائے جائیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنے موقف سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔

کچھ عرصہ بعد ماہ فروری میں کالی کٹ میں شیخ عبداللہ نے اپنا یہ وعدہ پھر دھرایا کہ میں مرکز کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کو عوام کے سامنے رکھوں گا اگر انہوں نے اس کی توثیق کی تو میں آگے بڑھوں گا۔ اگر انہوں نے اسے مسترد کیا تو اقتدار سے الگ ہو جاؤں گا۔

آپ نے کہا کہ کشمیر کے نئے آئینی ڈھانچہ میں میری حیثیت وزیراعلیٰ کے عہدہ سے اونچی ہو گی"۔

۱۹ فروری کو ٹرویندرم پریس کلب میں اخبار نویسوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے شیخ عبداللہ نے بتایا کہ نئی کشمیر اسمبلی ہی ریاست اور مرکز کے درمیان تعلقات کے بارے میں آئین کی دفعہ ۳۷۰ کے تحت کی گئی تبدیلیوں کا جائزہ لے گی۔ اور اگر نئی کشمیر اسمبلی نے ان میں سے بعض کو ٹھیک قرار دیا۔ تو وہ ان کی توثیق کرے گی۔ اگر اس نے یہ محسوس کیا کہ ان میں سے بعض تبدیلیاں ریاستی عوام کے مفاد میں نہیں ہیں۔ تو انہیں مسترد کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ۱۹۵۳ء کی اس پوزیشن پر قائم رہیں گے جس کے مطابق ہم نے مرکز کو دفاع امور خارجہ اور مواصلات دیئے تھے۔

ایک اور اخباری ملاقات میں شیخ محمد عبداللہ نے پھر کہا:

"نئی دہلی میں حکومت ہند کے ساتھ کشمیر پر بات چیت کے جو بھی نتائج نکلیں گے میں انہیں عوام کے سامنے رکھوں گا۔ نتائج قبول کرنے یا مسترد کرنے کے مجاز صرف عوام ہیں"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اس کے فوراً" بعد یہ خبر آئی کہ شیخ محمد عبداللہ فروری کے تیسرے ہفتے میں حکومت کی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں۔ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے ریاست کے وزیراعلیٰ مسٹر میر قاسم نے کانگریسی کارکنوں سے کہا۔

" اب ہم سب کو چاہئے کہ شیخ صاحب کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اور اس نئے تجربے کو کامیابی سے ہم کنار کریں۔ جو کشمیر کے خوشحال مستقبل کی ضمانت بن سکتا ہے۔ ہم پچھلے چودہ برس سے یہ کوشش کرتے آئے ہیں کہ شیخ محمد عبداللہ سے مفاہمت ہو جائے' اور وہ اسی طرح ہماری قومی تحریک کی رہنمائی کریں جس طرح وہ ۱۹۵۳ء تک کرتے رہے"۔

۲۶ جنوری ۱۹۷۵ء کو روزنامہ "آفتاب" نے شیخ محمد عبداللہ کی "کامیابی" پر مندرجہ ذیل شہ سرخیاں جمائیں۔

" شیخ صاحب کے بیشتر مطالبات تسلیم کر لئے گئے۔ صدر ریاست اور وزیراعظم کے عہدے بحال ہو رہے ہیں۔ کشمیر کو داخلی خود مختاری دی جا رہی ہے' اور ۵۳ء کی پوزیشن بھی بحال ہو گی"۔

اس اعلان کے بعد محاذ رائے شماری کے کارکن تمام وادی میں متحرک ہو گئے۔

وزیراعظم بھٹو کی کال

معاہدہ دہلی کے متوقع اعلان پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے وزیراعظم پاکستان نے ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء کو کیمبل پور کے جلسہ عام میں کہا:

" شیخ محمد عبداللہ اب تک دو بار غلطی کر چکے ہیں۔ اگر انہوں نے تیسری غلطی کی تو یہ ان کی آخری غلطی ہو گی۔ اور ۲۹ جنوری کو وزیراعظم بھٹو نے گجرات کے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ پاکستان شیخ اندرا معاہدہ کے خلاف احتجاج کرے گا۔ انہوں نے ساری دنیا اور جموں وکشمیر کے دونوں طرف رہنے والے عوام اور پاکستان کے عوام سے اپیل کی کہ وہ اندرا عبداللہ معاہدہ کا اعلان ہوجانے کے بعد آنے والے پہلے جمعہ کو ایک دن کا احتجاجی ہڑتال کریں۔ پاکستان اپنے اس موقف سے دست بردار

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نہیں ہوگا کہ مسئلہ کشمیر حق خودارادیت کی بنیاد پر اقوام متحدہ کی پاس شدہ قراردادوں کے مطابق حل ہونا چاہیئے۔ اندرا' عبداللہ معاہدہ سے بین الاقوامی عہدو پیمان اور فیصلے متاثر نہیں ہوں گے انہوں نے کہا کہ یہ ایک گٹھ جوڑ ہے۔ شیخ عبداللہ نے اب تک دو بار غلطیاں کی ہیں' یہ ان کی تیسری' آخری اور سب سے بڑی غلطی ہے۔ شیخ عبداللہ قدرتی راستہ کھولنے کی باتیں کر رہے ہیں' اور خود غیر قدرتی راستے پر جا رہے ہیں۔ وہ قدرتی راستہ پر آ جائیں تو قدرتی راستہ بھی کھل سکتا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ہڑتال کرانے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو یہ تاثر دیا جائے کہ یہ معاہدہ ہمیں منظور نہیں ہے۔

وزیراعظم پاکستان کے خطاب عام کا ٹیپ ریکارڈ ریڈیو پاکستان سے بجایا گیا' اور اسے سارے کشمیر میں بہ غور سنا گیا۔

مختلف پارٹیوں کے تاثرات

شیخ محمد عبداللہ نے وزیراعظم پاکستان کے اعلان عام کو افسوسناک قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بیان فضا کو زہر آلود بنانے کی ایک کوشش ہے اور اس سے نئی تلخیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ میرواعظ مولوی محمد فاروق نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے حق خودارادیت اور سہ فریقی نظریئے کو پھر دہرایا انہوں نے اپنی پارٹی کی مجلس عاملہ کو بتایا کہ حکومت ہند اور شیخ عبداللہ کے درمیان ہوئے کسی بھی یکطرفہ' پس پردہ اور غیر جمہوری معاہدہ کے خلاف احتجاج کیا جائے گا۔ ۱۴ فروری کو جامع مسجد کے عوامی اجتماع میں انہوں نے پھر کہا کہ لوگ حالات بدلنے' کسی جماعت یا لیڈر کے موقف تبدیل کرنے یا رائے شماری کے نصب العین سے دستبردار ہونے سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔ نہ کسی متوقع سیاسی تبدیلی سے مرعوب یا مشتعل ہوں۔ ہم کسی صاحب کا وزارت کی کرسی پر بیٹھنے کے ذاتی طور پر دشمن نہیں ہیں۔ تاہم وزارتی تبدیلیاں مسئلہ کشمیر کا کوئی حل نہیں ہیں"۔

جموں و کشمیر پیپلز لیگ نے بھی اندرا' عبداللہ معاہدہ کے خلاف ایک

زور دار احتجاجی ہڑتال کرنے کی اپیل کی۔ جماعت اسلامی جموں و کشمیر نے اعلان کیا کہ "اگر ہند نے اس مسئلہ کو سلامتی کونسل کی قراردادوں اور شملہ سمجھوتہ کے تحت متنازعہ مان لیا ہے۔ تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی فرد واحد کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اسے دفنانے کی کوشش کرے' اس مسئلہ کو ہند' پاکستان اور کشمیری عوام کے باہمی مشورے سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ کشمیری عوام سے پوچھے بغیر ان کے بنیادی مسئلہ کو ختم کرنے کا سلسلہ سری نگر اور دہلی کے درمیان اب اپنے آخری انجام کو پہنچنے والا ہے۔ اس سے نہ کشمیری عوام مطمئن ہونگے' اور نہ ہند پاک تعلقات معمول پر آئیں گے"

تصفیے کی توثیق

۶ فروری کو سری نگر میں اخبار نویسوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے مرزا محمد افضل بیگ نے کہا کہ شیخ صاحب اور حکومت ہند کے درمیان مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہو گئے ہیں' اور ریاست اور مرکز کے درمیان دیرپا تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک اچھی بنیاد فراہم ہو گئی ہے۔ نئی دہلی اور شیخ صاحب کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا ہے' اسے عوام کے سامنے پیش کرنے کے لئے شیخ صاحب آئندہ ہفتے یہاں آ رہے ہیں"۔

۱۱ فروری کو مجاہد منزل میں ضلع سری نگر کے محاذی ورکروں کے سامنے معاہدہ دہلی پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا محمد افضل بیگ نے کہا:

"شیخ صاحب اپنے اس وعدے پر قائم ہیں کہ مذاکرات کے نتائج سے عوام کو آگاہ کیا جائے گا۔ موزوں وقت پر اس معاہدہ کے تمام امور لوگوں کی تصدیق کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ آج سے تین سال پہلے میں نے ایک بیان میں دہلی میں کہا تھا کہ برصغیر کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر حقیقت پسند رویہ اختیار کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ حکومت ہند کے ساتھ طویل مذاکرات کے بعد آخر کار ایک ایسا مرحلہ آ ہی گیا۔ جب ہمیں محسوس ہوا کہ ان مذاکرات سے ایک ایسی بنیاد پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارے ورکروں کو مفاد خصوصی عناصر کے پروپیگنڈا کا کوئی اثر نہیں لینا چاہئے"۔

آخر ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء کو مجاہد منزل میں محاذ رائے شماری کی مجلس عاملہ نے معاہدہ دہلی کی توثیق کر دی۔

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نوجوان بلہ کی شہادت

اب معاہدہ دہلی کا رسمی اعلان ہونے والا تھا' اس سلسلے میں متوقع عوامی مخالفت کے تند و تیز ریلے سے بچنے کے لئے حکومت نے نوجوانوں اور طالب علموں کی گرفتاریاں شروع کیں' اور جموں و کشمیر پیپلز لیگ کے سرکردہ کارکنوں کو داخلی سلامتی ایکٹ کے تحت حراست میں لیا گیا اسی اثناء میں خبر ملی کہ سنٹرل جیل سری نگر میں سوپور کے ایک نوجوان غلام محمد بلہ کی پراسرار حالات میں موت واقع ہو گئی ہے۔ جنہیں پولیس نے سوپور میں ایک مظاہرے کے دوران گرفتار کرلیا تھا۔ کہتے ہیں کہ غلام محمد بلہ گیارہ فروری کو سوپور چوک میں ایک بینر لگاتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے' اور انہیں زبردست ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا تھا' نیز پولیس نے ان کے ساتھ حوالات میں ناشائستہ سلوک کیا تھا۔ ایک قیدی کا چشم دید بیان ہے کہ پولیس کی وحشیانہ مارپیٹ کی وجہ سے ان کے گھٹنے بیٹھ چکے تھے' اور وہ سینٹرل جیل کی سب سے بڑی ڈیوڑھی کے اندر داخل کئے جانے کے وقت شدید اذیت میں مبتلا تھے۔ اور کھڑے ہو کر چلنا ان کے لئے دوبھر تھا۔ اس المناک خبر سے سارے ضلع میں تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ سوپور کے ایم' ایل اے سید علی گیلانی نے ایک بیان میں کہا کہ مرحوم غلام محمد بلہ کی نعش کا نہایت ہی مشتبہ حالت میں پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے اور ان کی میت رات کے اندھیرے میں سری نگر سینٹرل جیل سے سوپور لا کر چپکے سے دفنائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مرحوم کو میری اطلاعات کے مطابق حراست میں لینے کے بعد بری طرح مارا پیٹا گیا تھا' انہوں نے ان سارے واقعات کی غیر جانب دار عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ جموں و کشمیر پیپلز لیگ نے قیدیوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والے بین الاقوامی ادارے کے ذریعے تحقیقات کی مانگ کی۔ عوامی ایکشن کمیٹی نے مرحوم بلہ کی موت کو ایک پراسرار قتل قرار دیا اور سٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن نے بھی اس دردناک واقعہ کے خلاف اپنے جذبات غم و غصہ ظاہر کئے سوپور کے عوامی حلقوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نے مقامی ڈی ایس پی مسٹر پانڈے کو اس بہادر نوجوان کا قاتل قرار دیا۔ افسوس ہے کہ کشمیر کے ڈویژنل کمشنر نے اس سانحہ سے پیدا ہونے والے عوامی غیض و غضب کو سطحی اہمیت دے کر سب ڈویژنل میجسٹریٹ بارہ مولہ کو تحقیقات کرنے اور پندرہ روز تک اپنی رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔ لیکن سنٹرل جیل سری نگر کے کسی ایسے نظر بند کو چشم دید شہادت دینے کا موقعہ نہ دیا گیا' جو اس سانحہ کا عینی گواہ تھا۔ چند ماہ گذرنے کے بعد ۲۱ مئی کو مرزا محمد افضل بیگ سوپور کے دورے پر آئے اب وہ ایک ایسی حکومت کے نائب وزیراعلیٰ تھے جس کی بنیاد فروری ۱۹۷۵ء میں نوجوان غلام محمد بلہ کی نعش پر رکھی جا چکی تھی۔

ابتداء میں مرزا محمد افضل بیگ نے یقین دلایا تھا کہ وہ اس پراسرار موت کی تحقیقات کرائیں گے۔ چنانچہ سوپور پہنچ کر لوگوں نے ان سے یہی سوال کرنا چاہا' اور یہی مطالبہ کیا کہ آپ کے وعدے اور اعلان کے باوجود نوجوان بلہ کے قتل میں ملوث ڈی' ایس' پی ابھی تک سوپور میں کیوں ہے ؟ اور تحقیقات کا عمل کیوں شروع نہیں ہوتا؟ اس طرح سوپور میں ایک زبردست پروٹسٹ جلوس نکلا۔ پولیس نے جلوس پر لاٹھی چارج کیا اور گرفتاریاں عمل میں لائیں۔ اس کے بعد سوپور اور بانڈی پور میں بھی پروٹسٹ ہوا۔ جناب غلام قادر وانی بھی گرفتار کر لئے گئے اور ان کے ساتھ گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے بعد نہایت ہی وحشیانہ اور انسانیت سوز برتاؤ کیا گیا۔ ہوصوف اور سوپور کے دوسرے معزز شہری' خواجہ عنایت اللہ حاجی' ہلال فارمیسی خواجہ غلام حسن صوفی' خواجہ عبدالرحیم لنگو' خواجہ عبدالرزاق زکی' اور محمد شفیع دازہ وغیرہ چوری کے ایک بناوٹی اور جھوٹے مقدمے میں پھنسائے گئے۔ یوں نئی حکومت نے اپنا سب سے پہلا کام یہ انجام دیا کہ ایک ایسی ایجی ٹیشن کو نوجوانوں اور طالب علموں کی مار دھاڑ' گرفتاریوں اور جھوٹے مقدمات کے ذریعے کچل ڈالا جو بہادر بلہ کے گرم گرم خون حریت کا قصاص لینے کے لئے شروع کی گئی تھی اس سانحہ کی برائے نام تحقیقات کا جو اعلان کیا گیا تھا' اس کی رپورٹ آج تک نامکمل رکھی گئی اور اس قتل میں ملوث افراد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کرائی گئی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پارلیمنٹ میں اعلان

ہندوستان کے صدر مسٹر فخر الدین علی احمد نے ۱۷ فروری ۷۵ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ مرکزی حکومت اور جموں و کشمیر کے نمائندوں کے درمیان تفصیلی گفت و شنید کے مثبت نتائج نکلے ہیں۔ اور مرکزی حکومت جلد ہی اس کے بارے میں ایک بیان جاری کرے گی۔

جموں میں ۲۲ فروری کو وزیراعلیٰ سید میر قاسم نے کانگریس کی لیجسلیچر پارٹی میں اپنے عہدے کا استعفیٰ پیش کیا جو منظور کر لیا گیا۔

اس کے بعد ۲۴ فروری کو وزیراعظم ہندوستان مسز اندرا گاندھی نے پارلیمنٹ میں معاہدہ دہلی کا باقاعدہ اعلان کر دیا' مسز گاندھی نے بتایا کہ یونین اور ریاست جموں و کشمیر کے آئینی تعلقات بدستور دفعہ ۳۷۰ کے تحت قائم رہیں گے۔ اور دونوں کے درمیان موجودہ تعلقات میں کوئی کمزوری نہیں آئے گی۔ جب لوک سبھا میں جن سنگھ کے مسٹر اٹل بہاری باجپائی اور راجیہ سبھا میں مسٹر پرکاش ویر شاستری نے مسز گاندھی سے کچھ وضاحتیں طلب کیں تو وزیراعظم نے جواب دیا۔

"دفعہ ۳۷۰ آئین کا ایک مستقل جز بن گئی ہے"

وزیراعظم نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ

"اب چونکہ رائے شماری کا تصور ایک غیر متعلقہ چیز بن گئی ہے اس لئے محاذ رائے شماری کا نام اور اس کے اغراض و مقاصد تبدیل کئے جائیں"

وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے بیان کے بعد جن سنگھ کے ممبروں نے وزیراعظم سے مرزا افضل بیگ کے اس بیان کی وضاحت مانگی جس میں مؤخر الذکر نے کہا تھا کہ اب دفعہ ۳۷۰ ایک مستقل جز ہے۔ ان ممبروں نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ پہلے سے یہ تصور تھا کہ ۳۷۰ آئین کی ایک عارضی خصوصیت ہے' اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ دفعہ ختم کر دی جائے گی۔ ماضی میں اسی تاثر کی تصدیق جواہر لال نہرو نے ایوان میں اپنے بیانات کے ذریعے کی تھی' ان ممبروں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسز گاندھی نے الگ الگ دونوں ایوانوں میں کہا کہ جموں و کشمیر وہ واحد ریاست ہے جس نے اپنا آئین بنانے کے لئے ایک آئین ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا تھا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

یہ اختیار اسی اسمبلی کو دیا گیا تھا کہ وہ اس امر کا فیصلہ کرے کہ کیا ۳۷۰ کو قائم رہنا چاہئے یا اس میں ترمیم کی جانی چاہئے یا اسے ختم ہی کر دینا چاہئے۔ وزیراعظم نے کہا کہ اس وجہ سے دفعہ ۳۷۰ کو عارضی قرار دیا گیا تھا۔ لیکن ریاست کی آئین ساز اسمبلی نے اس دفعہ میں کوئی ترمیم تجویز کئے بغیر ہی ۱۹۵۶ء میں اپنا کام مکمل کر دیا۔ اس طرح ۱۹۵۶ء سے یہ دفعہ آئین کا ایک مستقل حصہ بن گئی ہے۔

وزیراعظم نے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں کشمیر کے سوال پر مرکز اور شیخ عبداللہ مذاکرات کا پس منظر بیان کیا۔ مسز گاندھی نے مسٹر پارتھا سارتھی اور مرزا محمد افضل بیگ کے درمیان مذاکرات کے متعلقہ نتائج کی کاپیاں' ان کی خط و کتاب کی نقول اور مسز گاندھی اور شیخ عبداللہ کی طرف سے معاہدے کی تصدیق کرنے والی آخری خط و کتاب کی نقول بھی ایوان کی میز پر رکھیں۔

معاہدہ دہلی میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر ریاستی حکومت ۵۳ء کے بعد نافذ شدہ متفقہ فہرست میں شامل بعض قوانین مثلاً سوشل ویلفیئر اقدامات' کلچرل معاملات' سوشل سیکورٹی پروسیجرل قوانین اور ان سے ملتے جلتے دوسرے قوانین کو تبدیل کرنا چاہئے۔ تو مرکز اس خواہش پر ہمدردانہ غور کرے گا۔ الیکشن کمیشن کے کنٹرول اور ریاستی گورنر کے اختیارات جیسے معاملات میں اس معاہدے میں اقرار کیا گیا ہے کہ ریاستی آئین میں لائی گئی کوئی تبدیلی' اسی صورت میں نافذ العمل ہو گی' جب ایسے مسودہ قانون پر صدر ہند کے دستخط ثبت ہوں گے۔

وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اس بات کا انکشاف بھی کیا کہ مرکزی حکومت نے مرزا محمد افضل بیگ کی یہ تجویزیں مسترد کر دی ہیں کہ ریاست جموں و کشمیر پر سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار گھٹایا جائے۔ بنیادی حقوق سے متعلق دفعات کو ریاستی آئین کی طرف منتقل کیا جائے۔ ریاستی قانون سازیہ کے انتخابات پر مرکزی الیکشن کمیشن کی نگرانی اور کنٹرول اٹھایا جائے اور دفعہ ۳۵۶ میں ترمیم کر کے ریاست پر صدر راج نافذ کرنے سے پہلے ریاستی حکومت کی منظوری حاصل کرنا ضروری قرار دیا جائے۔

وزیراعظم نے کہا کہ ریاست میں "وزیراعظم" کا لقب اختیار کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے اگر ریاستی قانون سازیہ اپنے دستور میں اس نوعیت کی ترمیم پاس کرے۔ تاہم راجیہ سبھا میں اس استثناء کی صراحت پیش کرتے ہوئے مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ "وزیراعظم" کا لقب صرف ریاست جموں و کشمیر کی حدود میں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

استعمال کرنے کی اجازت ہو گی۔ اور مرکز کشمیر کے وزیراعلیٰ سمیت سب ہی بڑے وزرائے ریاست کو وزیراعلیٰ کے نام سے پکارتا رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ کم از کم ایک اور ریاست تامل ناڈو کو یہ رعایت حاصل ہے کہ وہ بڑے وزیر کے لئے اپنا ایک نام استعمال کر سکتی ہے۔

معاہدہ میں یہ قول و قرار بھی موجود ہے کہ مرکز کے پاس ریاست میں قوم دشمن اور علیحدگی پسند عناصر کی سرگرمیوں کی روک تھام کرنے کے لئے اختیارات بدستور موجود رہیں گے۔

بہرحال اندرا عبداللہ معاہدہ کے ذریعے نئی دہلی کے اس موقف کہ مملکت ہند' جموں وکشمیر کے بارے میں اپنے اختیارات سے انحراف نہیں کرے گی اور شیخ محمد عبداللہ کے اس اصرار کے درمیان کہ اسے اپنے پیروکاروں کے سامنے کوئی حاصل پیش کرنے کے لائق رکھا جائے ایک راستہ دریافت کرنا ہی تھا۔ یہ معاہدہ اسی بات کی تکمیل کی غرض پوری کر رہا ہے۔ لیکن واضح کیا گیا کہ ریاست اگست ۱۹۵۳ء کی اس پوزیشن پر واپس نہیں جا سکے گی۔ جس پوزیشن میں شیخ محمد عبداللہ کو وزارت عظمیٰ سے معزول کر دیا گیا تھا۔ لیکن ریاستی قانون سازیہ کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ ایسے قوانین پر نظر ثانی کرے' جن کے بارے میں قانون سازی کے اختیارات مرکز اور ریاست دونوں کو حاصل ہیں۔ گورنر کے اختیارات و مراعات' الیکشن کمیشن کا حد اختیار اور الیکٹورل رولز کی ضابطہ بندی کے بارے میں ریاستی آئین میں کوئی ترمیم اس وقت تک موثر اور نافذ العمل نہیں ہو سکے گی' جب تک نہ صدر کی منظوری حاصل کی جائے۔ اس کو (شیخ عبداللہ) تسلیم کرایا گیا کہ ایسا ریاست کے مفاد میں نہیں ہو گا۔۔۔ اسی طرح وہ ریاست کی طرف سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار کی توسیع کے بھی زبردست مخالف تھے۔ اور ان میں انقلابی ترمیمات چاہتے تھے۔ یہ ناممکن دکھائی دیا۔ تاہم شیخ محمد عبداللہ سپریم کورٹ کی مرافعت سے متعلق حدود Appellate Jurisdicition ان مقدامات تک محدود کرنے میں کامیاب ہو گئے جن میں ہائی کورٹ کی طرف سے خصوصی اجازت Special Leave دی جاتی ہے۔

ریاست کے اندر آئینی مشینری کے ناکام ہونے کی صورت میں ریاست پر مرکزی حکمرانی کا نفاذ عمل میں لانے کے لئے آئین میں جو ایمرجنسی دفعات خاص کر دفعہ ۳۵۶ شامل ہیں' ان میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی ہے۔ شیخ محمد عبداللہ چاہتے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تھے۔ کہ اس سوال کو ایک ناگہانی ضرورت تصور کرتے ہوئے ریاستی حکومت کی پیشگی منظوری پر منحصر رکھا جائے۔۔ مرکز نے یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ شیخ محمد عبداللہ اس بات پر بھی اصرار کرتے رہے کہ جموں و کشمیر میں مملکت کے سربراہ اور انتظامیہ کے سربراہ کے لئے قبل ۵۳ء کی اصطلاحات Nomen clature بحال کر دی جائیں۔ اپنی پوزیشن کے جواز کی جدوجہد میں اسے ان اصطلاحات میں علامتی قیمت Symbolic Value نظر آ رہی تھی۔ لیکن یہ مانگ بھی تسلیم نہیں کی گئی اس طرح ریاست کے سربراہ کا پرانام نام بھی بحال نہیں ہوگا۔ اسے صدر ریاست کے نام سے نہیں بلکہ بدستور گورنر کے نام سے پکارا جاتا رہے گا۔ اسی طرح انتظامیہ کے سربراہ کے موجودہ نام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اسے چیف منسٹر (وزیراعلیٰ) کے نام سے پکارا جاتا رہے گا۔ ہاں البتہ ریاستی اسمبلی یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہو گی کہ وہ جموں و کشمیر کے داخلی استعمال کے لئے چیف منسٹر یا وزیراعلیٰ) کا اردو ہم معنی لفظ۔۔ وزیراعظم۔۔ چن لے"۔

وزیراعظم مسزاندراگاندھی کی طرف سے مرکز شیخ معاہدے کا اعلان ہونے کے بعد چند منٹ کے اندر اندر شیخ عبداللہ نے نئی دہلی سے ایک بیان جاری کیا' جس میں آپ نے کہا کہ " قانونی اور آئینی انتظامات بنیادی افہام و تفہیم کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔ گاندھی جی' مولانا آزاد' پنڈت نہرو' اور خان عبدالغفار خان کے ساتھ اپنی رفاقت یاد دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو جمہوریت' سیکولرازم' اور مساوات و سماجی انصاف پر مبنی سوسائٹی کے ساتھ عقیدت نے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لیا۔ یہ ان ہی مشترکہ اصولوں پر ایمان کا نتیجہ تھا کہ جس نے ہمیں ہندیونین کے ساتھ شامل ہونے میں رہبری کی۔ اور ان کے ایک خادم کی حیثیت سے میں نے الحاق کی تصدیق کی۔ بعد میں بھارتی دستور ساز اسمبلی کے ایک رکن کی حیثیت سے میں نے ہندوستانی آئین کے بنانے میں اپنی خدمات ادا کیں' اور میں بھی اس آئین پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھا' ۵۳ء میں اپنی گرفتاری' معزولی اور نظربندی کے لمبے سلسلہ کا تذکرہ کرنے کے بعد شیخ عبداللہ نے مرکز کے ساتھ اپنے مذاکرات کے آغاز کا سراغ دکھاتے ہوئے کہا کہ ابتدا" جواہر لعل نہرو تھے جنہوں نے مکالمہ شروع کرانے میں پہل کی تھی۔ بدقسمتی سے ان کی موت نے اس میں رکاوٹ ڈالی' لیکن پھر دوبارہ اس مکالمے کو جاری کرنے پر سوچ بچار کرنے اور مجھے ایک بار پھر بلکہ زیادہ بھرپور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

طریقے پر ملک اور ریاست کی سیاسی زندگی میں شامل کرنے کا سہرا پنڈت نہرو کی صاحبزادی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے سر ہے میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں اپنی خدمات وقف کرنے پر تیار ہوں۔ میں نے ان پر واضح کیا کہ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے میں اسی وقت موثر بن سکتا ہوں' جب ۱۹۵۳ء کی وہ صورت حال بحال کر دی جائے جب میں اپنے عہدے پر فائز تھا۔

انہوں نے کہا کہ میرے رفیق کی حیثیت سے اور محاذ رائے شماری کے صدر کی حیثیت سے بیگ صاحب نے پہلے ہی کہا ہے کہ وزیراعظم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرات کے اختتام پر جو خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ان کی بدولت وہ بدلا ہوا منظر سامنے آتا ہے جس میں پارٹی کا نصب العین حاصل کرنے کے لئے رائے شماری کا راستہ بے محل اور غیر متعلقہ بن گیا ہے۔ انہوں نے (بیگ صاحب) یہ بھی کہا ہے کہ اب مناسب عمل کا آغاز کیا جائے گا۔ میں اپنی طرف سے پارٹی امتیازات سے بالاتر رہ کر ریاست کی سیکولر اور جمہوری قوتوں کی تنظیم نو کرنے کی کوششوں میں ہاتھ بٹاؤں گا"۔

معاہدہ دہلی پر صاد کرتے وقت شیخ عبداللہ اپنا سب کچھ بھول گئے۔ تاریخ کے محافظ خانے میں درج اپنے تمام بیانات۔ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ ۹ اگست ۱۹۷۰ء کو پتھر مسجد سری نگر کے ایک بھاری عوامی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

"۹ اگست کے واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا ہے کہ بڑی طاقت اور چھوٹی طاقت' طاقت ور انسان اور کمزور انسان کے درمیان جو عہد و پیمان یا معاہدہ طے پاتا ہے وہ قائم نہیں رہتا۔ ہم نے ہند کے ساتھ جو معاہدے طے کئے تھے' اندازے کی غلطی کی وجہ سے کئے تھے۔ ۹ اگست کے واقعہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ دو غیر متوازن جماعتوں میں جن میں ایک طاقت ور دوسری کمزور ہو کوئی معاہدہ قائم نہیں رہ سکتا۔ شری نہرو نے بار بار یہ وعدہ دہرایا کہ کشمیر میں حالات ٹھیک ہوتے ہی وہاں کے لوگوں کو اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ شری نہرو نے یہ وعدہ کشمیر' ہندوستان' ہند کے ایوانوں اور بین الاقوامی اداروں میں دہرایا۔ یہ بات وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ وہ طاقت اور دولت کے بل بوتے پر اپنے وعدے سے انحراف کریں گے"

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ کا نیا عہدہ

ہند پارلیمنٹ میں معاہدہ دہلی کا اعلان ہونے کے بعد ہی اسمبلی میں کانگریس کی پارلیمانی پارٹی نے وزیر اعلیٰ مسٹر میر قاسم کو بدل کر شیخ محمد عبداللہ کو اپنا قائد ایوان چن لیا۔ شیخ محمد عبداللہ کا نام خود قائد ایوان سید قاسم میر نے پیش کیا' اور مسٹر گردھاری لال ڈوگرہ نے تجویز کی تائید کی۔ وزیراعلیٰ کے عہدہ پر بیٹھنے کے لئے تمام رسمی کارروائیوں کو پورا کرنے کے لئے جب ۲۶ فروری کو شیخ محمد عبداللہ اور ان کی کابینہ کے ۳ اراکین کو جموں کے راج بھون میں حلف برداری کی رسم انجام دینے کے لئے حاضر ہونا تھا تو خود شیخ عبداللہ آدھا گھنٹہ تاخیر سے محفل حلف میں پہنچ گئے۔ کیونکہ پارلیمنٹ میں وزیراعظم کی طرف سے معاہدہ دہلی اور متعلقہ تفصیلات کا اعلان سننے کے بعد شیخ عبداللہ کے عقیدت مند بھی مایوس اور شرمسار ہو گئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ جواہر لال نہرو کے وقت سے لیکر آج تک مرکز اور شیخ صاحب کے درمیان جو مکالمہ جاری رہا' آخر اس کا حل شیخ صاحب کے لئے چیف منسٹری کے حصول کے بغیر اور کچھ نہیں نکلا۔ شیخ عبداللہ جانتے تھے کہ معاہدے کا متن کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو پڑھ کر محاذ والوں کا سر اونچا ہو جائے گا۔ لہٰذا ان کی خواہش تھی کہ معاہدے کا متن فی الفور منظر عام پر نہ لایا جائے۔ جب اس پیکٹ کا متن پارلیمنٹ کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے آگیا تو شیخ عبداللہ مسز گاندھی سے برہم و بیزار ہو گئے' وہ روٹھ گئے اور اپنے ساتھیوں سے بھی بددل ہو گئے۔ کیونکہ پارلیمنٹ کا اعلان ان کے قد کو اور زیادہ اونچا کرنے کے بجائے پست بنا رہا تھا۔ اسی ذہنی کشمکش کے عالم میں انہوں نے حلف اٹھانے کے لئے راج بھون جانے سے انکار کر دیا۔ آخری بار کہتے ہیں کہ مرزا محمد افضل بیگ اور مسٹر میر قاسم نے انہیں منوا لیا۔ اور انہوں نے راج بھون جا کر حلف وفاداری اٹھا ہی لیا۔ اسی روز نئے وزیراعلیٰ کی حیثیت سے شیخ محمد عبداللہ نے ایک اخباری کانفرنس میں اپنی بے زاری کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کیا۔

"معاہدہ کی اشاعت اور اس کی کچھ تشریحات بے محل اور غلط ہیں۔ میں اس ضمن میں کوئی نامناسب بحث نہیں چھیڑنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھوتے کے حقائق جلد عوام کے سامنے رکھوں گا۔ صدر ریاست اور وزیراعظم کے ناموں کے بارے میں جو

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کچھ طے ہوا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو پارلیمنٹ میں بتایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حقائق جلد ہی منظر عام پر لائے جائیں گے۔"

(معلوم نہیں کہ وہ حقائق آج تک عوام کے سامنے کیوں نہ آئے)

شیخ عبداللہ نے وزیر اعلیٰ کا عہدہ تو ضرور سنبھال لیا' لیکن اس موقعہ پر ان کے حافظہ میں شاید ان ہی کی یہ باتیں موجود نہ تھیں۔ ان سے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا تھا کہ "کیا آپ دوبارہ کشمیر کا چیف منسٹر بننا پسند کریں گے۔۔۔۔؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ "نہیں! کیونکہ وہی شخص جس کو حکومت ہند کا اعتماد حاصل ہو' کشمیر کا چیف منسٹر بن سکتا ہے ..... آپ نے مجھے چیف منسٹری کی پیشکش کی' کچھ مجھے وزارت عظمیٰ پیش کر چکے ہیں۔ لیکن سی' ایم اور پی' ایم بجائے خود کوئی مقصد نہیں مسائل عہدے قبول کرنے سے حل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ عمل کرنے سے"۔

تاریخی ہڑتال

معاہدہ دہلی ۱۹۷۴ء تیسرا معاہدہ ہے۔ جو گذشتہ تیس برس میں ہندوستان اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان طے ہو کر وجود میں آیا ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ ہری سنگھ کا الحاق نامہ ہوا' اور ۱۹۵۲ء میں نہرو عبداللہ معاہدہ معرض وجود میں آگیا۔ اگر ان معاہدات کے ساتھ ۱۸۴۶ء کا بیعنامہ امرت سر بھی شمار کر لیا جائے تو پھر موجودہ معاہدہ ہماری شوم قسمتی کا چوتھا معاہدہ بن جاتا ہے۔

بہرکیف معاہدات جتنے بھی ہوتے ہیں برابری کی بنیاد پر نہیں ہوئے بلکہ ایک کی سینہ زوری اور دوسرے کی پامالی اور کم نظری کے غماز ہیں۔ دہلی سمجھوتے کی دفعات نے ۹ اگست ۵۳ء کے شہیدوں کی ارواح کو بھی بے حد اذیت پہنچائی جنہوں نے تسلیم ورضا کا پیغام دے کر حق خود ارادیت کے حصول کی تحریک میں ایک نئی جان ڈالی تھی۔

معاہدہ دہلی کے متن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرکز کے ساتھ کئی برس کے مذاکرات کے بعد بھی محاذ کی قیادت داخلی خود مختاری حاصل نہ کر سکی۔ جس کا تاثر اس نے دیا تھا۔ محاذ نے داخلی خود مختاری کو حق خود ارادیت کا نعم البدل ٹھہرایا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے اب جو لوگ کشمیر کی گدی پر بٹھائے جا رہے تھے' ان کی پوزیشن کو استعمال کرکے بھارت کا منشاء یہ تھا کہ بین الاقوامی سطح پر حق خود ارادیت کی تحریک کو سبو تاج کر دیا جائے۔ ورنہ حق تو یہ ہے کہ اہل کشمیر کسی خاص شخصیت کی طرف سے اقتدار سنبھالنے کے واقعہ کو اتنی زبردست اہمیت نہ دیتے۔

اس لئے معاہدہ دہلی کے خلاف کشمیر کے گوشے گوشے میں ناراضگی اور بیزاری کی لہر پھیل گئی اور حق خود ارادیت کی حامی جماعتوں نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان نے بھی محسوس کر لیا کہ معاہدہ دہلی کی شکل میں بھارت کے پاس جو ہتھیار آیا ہے وہ اس کے ذریعے کشمیر کے بارے میں عالمی موقف کو بے اثر بنانے کی کوشش کر سکتا ہے چنانچہ پارلیمنٹ میں وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی طرف سے معاہدے کا اعلان ہو جانے کے فوراً" بعد وزیراعظم پاکستان نے دنیا بھر میں رہنے والے کشمیری عوام اور پاکستانی عوام سے اپیل کی کہ وہ ۲۸ فروری ۷۵ء کو

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معاہدہ دہلی کے خلاف ایک پرامن ہڑتال کریں گے۔ ۲۱ فروری سوموار کو لاڑکانہ سے ایک بیان میں جناب بھٹو وزیراعظم پاکستان نے کہا

"ہم دنیا کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ کوئی بھی معاہدہ کشمیری عوام سے ان کا حق خود ارادیت چھین نہیں سکتا۔ یہ معاہدہ اہل کشمیر کو اپنے پیدائشی حق "خودارادیت سے محروم نہیں کر سکتا۔ کشمیر کی موجودہ متنازعہ حیثیت ہندوستان اور پاکستان نے اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں کے مطابق تسلیم کرلی ہے"۔

اعلان کے فوراً بعد کشمیر کے گوشے گوشے میں مجوزہ جمعہ ہڑتال کو کامیاب بنانے کے لئے زور دار خاموش و خفیہ تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اس ہڑتال کے حق میں کشمیر کے بوڑھوں اور نوجوانوں نے یکساں طور پر آپ اپنی خوشی سے اور اپنے اعتماد کے سہارے پر کسی قسم کے مادی فائدے کی لالچ کے بغیر ہی ایک خاموش مہم چلائی اس طرح ہر فرد نے اس سوال کو اپنا ذاتی سوال جان کر اس کے حق میں اپنا اپنا پارٹ ادا کر دیا

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اس موقعہ پر جموں و کشمیر پیپلز لیگ نے بے خوف و خطیر میدان میں کود کر یوم ہڑتال کی کامیابی کے لئے کشمیر کو مختلف زونوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ ادھر جموں میں وزیراعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد شیخ عبداللہ پہلی بار ۲ فروری ۷۵ء کو وارد سری نگر ہونے والے تھے۔ لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ کشمیر میں ہڑتال کو کامیاب بنانے کے لئے جوش و جنوں کی ایک زبردست لہر چل رہی ہے۔ سینہ بہ سینہ پروپیگنڈا زوروں پر ہے اور نفس نفس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں جنہیں بجھانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تو انہوں نے نزاکت وقت کو محسوس کرکے ۲ مارچ تک اپنا پروگرام ملتوی کردیا۔ ۲۷ فروری کو سارے کشمیر میں ایک عجیب و غریب دھماکہ خیز صورتحال تھی۔ طلبہ اور نوجوان گرفتار کئے جا رہے تھے۔ وارنٹیں ایشو ہو رہی تھیں اور خفیہ پولیس کے کارندے وادی میں مشتبہ نوجوانوں کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ اور محکمہ سراغ رساں کی تمام ایجنسیاں جگہ جگہ حرکت میں آگئی تھیں۔ حکومت اور عوام دونوں کو ۲۸ فروری کی صبح کا بے تابانہ انتظار تھا کہ آخر اس صبح سے کس قسم کے کشمیر کے طلوع کا اشارہ ملے گا۔ بے قراری کے اس عالم میں ۲۷ فروری کا دن ڈوب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

گیا۔ شام ہو گئی اور سات بجے کے قریب پرانے امیراکدل کے مشرق میں کپور اینڈ کو کے سامنے راہ گیروں' سائیکل سواروں' سکوٹر اور کاریں چلانے والوں کی چہل پہل اور بھیڑ بھاڑ میں ایک دستی بم کا دھماکہ ہوا' جس سے کئی آدمی اور پولیس والے زخمی ہو گئے۔ اور شہر سنسنی میں ڈوب گیا۔ امیراکدل کے تمام بازار وقت سے پہلے ہی آناً" فاناً" بند ہو گئے۔ سناٹا چھا گیا اور لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں میں داخل ہو کر ریڈیو خبروں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رات کے پونے دو بجے دھماکہ کی غیر معمولی خبر بی بی سی لندن نے برصغیر کے عوام کو سنائی بم کا دھماکہ کرنے کے الزام میں پولیس نے کئی نوجوانوں کو حراست میں لے لیا۔ اور غنیمت جان کر پولیس نے پیپلز لیگ کے کارکنوں کو بھی اس مخمصے میں ملوث کر دیا۔ یہ رات پولیس اور عوام دونوں کے لئے بے قراری کی رات تھی۔ دوسرے روز جب ۲۸ فروری کی صبح طلوع ہوئی۔ چائے نوشی کے فوراً" بعد عوام ہجوم در ہجوم دفعہ ۱۴۴ کے ضابطوں کو توڑتے ہوئے شہر اور قصبوں کے اہم چوکوں کی طرف بڑھے' لیکن بازار بند تھے' اور وادی بھر میں ٹرانسپورٹ ٹھپ تھا۔ سرینگر اور اہم قصبوں کے علاوہ ۲۸ فروری کی تاریخی ہڑتال کے اثرات وادی کے دور دراز دیہات کے معمولی معمولی گوشوں سے بھی عیاں تھے۔ اس ہڑتال کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ اسے کشمیر کی پرانی لیڈر شپ کی کوئی بھی مدد اور رہنمائی حاصل نہ تھی۔ بعض مقامات پر پولیس کے سپاہیوں اور محاذ رائے شماری کے کارکنوں نے جبراً" دکانوں کو کھلوانے کی کوشش کی اور بسوں کو چالو کروانے کے لئے مالکوں اور ڈرائیوروں کے خلاف طاقت استعمال کی۔ لیکن یہ تمام حربے ناکامی پر ختم ہو کر ایک مذاق بن گئے۔ سری نگر' سوپور اور بارہ مولہ میں جہاں کہیں انتظامیہ کی غیر مدبرانہ کارروائیوں سے ہجوم باقاعدہ جلوس میں تبدیل ہو گئے' وہاں پاکستان کے حق میں نعرے بھی بلند ہو گئے۔ محاذ رائے شماری کے سرکردہ لیڈروں اور پارٹی عہدہ داروں کی قیادت میں کئی جتھے دکان داروں' بس مالکوں اور ڈرائیوروں کے خلاف طاقت استعمال کرتے ہوئے لال چوک بھی آئے۔ لیکن مجاہد منزل کے سب ہی جتھے اور "نیشنل گارڈ" اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئے اور تاریخ نے ایک ایسا زور دار الارم بجایا' جو ہمیشہ کے لئے ٹیپ ہو گیا غرض ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء کی ہڑتال کشمیری عوام کا ایک ایسا فیصلہ ہے جس کو کبھی چیلنج نہ کیا جا سکے گا۔

شام کو لوگوں نے سری نگر ریڈیو کی خبریں سنیں اور سری نگر ٹیلی ویژن دیکھا'

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

لیکن ان دونوں نشر گاہوں سے سفید جھوٹ کے پلندے کے بغیر اور کچھ نشر نہ ہوا۔ اس طرح ان نشر گاہوں نے کذب گوئی کی قدیم روایت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ کتمان حق کے تمام گذشتہ ریکارڈ مات کر ڈالے۔ یہ حال دیکھ کر کشمیر کے وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ بھی شرمسار ہو گئے۔ ۲ مارچ کو وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے لال چوک کے جلسہ عام میں سری نگر ریڈیو اور ٹی وی کی کذب گوئی پر تنقید کی۔ لیکن وزیراعظم مسزاندرا گاندھی کی وزارت خرافات "کو کوئی شرمندگی نہ ہوئی۔ ۲۸ فروری کو ریاستی حکام نے خبروں پر زبردست سنسر بٹھا دیا تھا۔ لیکن کشمیریوں کو ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ بی بی سی لندن کشمیر ہڑتال کی صداقت کے خلاف خبریں نشر کرے گا کشمیریوں کو اس وقت زبردست مایوسی ہوئی جب انہوں نے رات کو بی بی سی لندن سے ہڑتال کے بارے میں غلط رپورٹنگ سنی اس طرح کشمیر میں بی بی سی کے نمائندے کے خلاف ناراضگی پھیل گئی۔

میں نے یوم ہڑتال کی حقیقی تصویر کشی کرکے بی بی سی لندن کو ایک مقالہ روانہ کیا لیکن اس کا حشر معلوم نہیں' البتہ اس کی نقل نئی دہلی کے ہفتہ وار "نئی دنیا" میں چھپ گئی۔ ہڑتال کے روز پولیس نے کشمیر میں سینکڑوں لوگوں کو گرفتار کرکے تھانوں میں بند کر دیا

نیویارک میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے مسٹر اقبال اخوند نے معاہدہ دہلی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اس کو شملہ معاہدہ کی خلاف ورزی قرار دیا اور خبردار کیا کہ اس سے ہندوستان و پاکستان کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کی کارروائیوں میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے پیکنگ سے روزنامہ پیپلز ڈیلی نے اس سمجھوتے کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے منافی قرار دے کر پھر سے حق خودارادیت کی حمایت کا اعلان کیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ کی سواری

شیخ عبداللہ ۲ مارچ کو پہلی بار وزیراعلیٰ کی حیثیت سے سرینگر پہنچ گئے۔ لال چوک میں نئے وزیراعلیٰ کا زبردست استقبال کیا گیا۔ گذشتہ ۲۲ برس میں یہ شیخ کا پہلا استقبال تھا۔ جس کے مناظر بڑے ہی ڈراؤنے اور وحشت ناک تھے۔ اس روز جس بھی راہ گیر پر پولیس یا خفیہ پولیس کے کارندوں کو شبہ ہو جاتا' اسے کسی وارنٹ کے بغیر اٹھا کر تھانے میں بند کیا جاتا تھا۔ اس طرح سرینگر کے تھانے گناہ گاروں اور بے گناہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئے تھے۔ ان میں سے بعض رات کے اندھیرے میں چھوڑ دیئے گئے اور بہت سارے سنٹرل جیل بھیج دیئے گئے۔ لال چوک کی طرف جانے والی تمام چھوٹی بڑی گذرگاہوں پر پولیس اور خفیہ پولیس کا کڑا پہرہ تھا۔ اور اس تاریخی چوک کی طرف دیکھنے والے تمام ہوٹلوں اور ریستورانوں میں سارے کشمیر کی خفیہ پولیس کے کارندے "مچھلیوں" کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لال چوک میں سارے کشمیر کی خفیہ پولیس کی علاقہ دار موجودگی کا یہ عالم تھا کہ وہ ریاست کے کسی بھی کونے سے آئے ہوئے آدمی کو پہچان سکتی تھی۔ اور مشتبہ آدمی پر چیل کی طرح چوزے پر جھپٹ کر پنجوں میں پھنسا کر اڑا لیتی تھی۔ چیل کسی اونچے درخت پر بیٹھ کر مظلوم چوزے کی جان لیتی ہے۔ اور اس کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتی ہے۔ لیکن پولیس کی چیلیں بند کمروں میں لے جا کر اپنے شکار کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کرتی رہیں۔ میں نے پہلی بار دیکھا کہ شیخ عبداللہ پولیس اور سیکورٹی کے سخت کڑے پہرے میں تقریر کر رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ انہوں نے معاہدہ دہلی کی بات تک نہ چھیڑی۔ انہوں نے کہا جو کچھ ہوا ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میں ابھی انتظار کروں گا' پھر اس پوزیشن میں ہوں گا کہ سب کچھ آپ کے سامنے رکھ سکوں۔ آپ کو بھی انتظار کرنا چاہئے۔ تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں عوام کے بنیادی حقوق کے بارے میں کوئی سودا بازی نہیں کروں گا۔ شیخ عبداللہ نے وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے تازہ ترین بیانات پر سخت نکتہ چینی کی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا پاکستان نے اس ریاست کے پندرہ لاکھ عوام کو جو آزاد کشمیر میں بس رہے ہیں' حق خودارادیت دیا ہے۔ انہوں نے پاکستانی عوام سے طنزاً" کہا کہ پہلے وہ اپنے گھر کی طرف

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دیکھیں' اپنا گھر سنبھالیں پھر ہماری بات کریں ۔ انہوں نے الزام لگایا کہ پاکستانیوں کے قول و فعل میں ہمیشہ ہی تضاد تھا۔ انہیں کشمیر کی فضاؤں' سبزہ زاروں اور اس کے چشموں سے دلچسپی ہے۔ کشمیریوں سے نہیں' وہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتے ہیں جو ماضی میں ہمارے ساتھ کیا گیا ہے۔

وزیراعلیٰ نے دوسرے روز سرینگر کے براڈوے ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا اور کہا کہ " اقتدار سنبھالنا ۵۳ء کی پوزیشن بحال کرنے کی طرف پہلا قدم ہے۔۔ کشمیر سے تمام کالے قوانین منسوخ کئے جا رہے ہیں' اور سیاسی مقدمات واپس لئے جائیں گے۔ اس سوال کے جواب میں کہ وہ رائے شماری کا نعرہ دینے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔ شیخ عبد اللہ نے کہا کہ میں سیاسی سطح پر ان کا مقابلہ کروں گا' اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب کشمیر میں ڈنڈا اور تلوار نہیں چلے گی۔ ڈنڈے اور تلوار کا زمانہ گذر گیا۔ نئی دہلی کے ساتھ حتمی طور پر جو کچھ ہو گا اسے باقاعدہ طور عوام کے سامنے رکھا جائے گا' اور انتخابات کے ذریعے اس کی منظوری یا نامنظوری حاصل کی جائے گی۔"

سری نگر میں ۲۷ مارچ کو مختلف محکموں کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے شیخ عبداللہ نے کہا کہ اگر اقتدار میرے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوا تو میں اسی طرح اسے ٹھکرا سکتا ہوں جس طرح میں نے ۱۹۵۳ء میں اقتدار کو ٹھکرایا تھا"۔

۱۹۷۵ء کے چند واقعات

فاقہ کشی جون ۱۹۷۵ء میں وادی میں زبردست غذائی بحران نے قحط نما صورتحال پیدا کی' ذخیرہ اندوزوں نے غلہ غائب کیا اور فاقہ کشی اور گرانی سے عوام میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ کئی علاقوں سے اطلاعات آئیں کہ غریب کنبے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے درختوں کے پتے کھا رہے ہیں۔ عوام میں حکومت کے خلاف سخت بے زاری پھیلی اور اسلام آباد' سرینگر' بارہ مولہ اور بانڈی پورہ کے مختلف دیہات میں حکومت مخالف مظاہرے ہوئے۔

گاندربل اور دیوسر میں الیکشن

وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اور وزیر مال مرزا افضل بیگ کو اسمبلی کی رکنیت دلانے کے لئے دو نشستوں پر ضمنی انتخابات کا فیصلہ کیا گیا۔ شیخ عبداللہ کے لئے گاندر بل کی محفوظ نشست خالی کی گئی اور وزیر مال کو دیوسر سے کھڑا کیا گیا۔ دونوں کے مقابلے میں جماعت اسلامی نے گاندر بل میں جناب اشرف صحرائی اور دیوسر میں مولانا حکیم غلام نبی کھڑے کئے۔ ۳ جولائی کو ہر دو نشستوں پر خوف و دہشت کے عالم میں ووٹ ڈالے گئے۔ اور ریکارڈ توڑ دھاندلیوں' مار دھاڑ اور پولنگ ایجنٹوں کے اغواء کے بعد وزیر اعلیٰ اور وزیر مال کامیاب قرار دیئے گئے۔ حالانکہ دھاندلیوں کے بغیر بھی وزیر اعلیٰ گاندر بل سے جیت جاتے' لیکن شیخ عبد اللہ کے پیروکاروں کو یہ گوارا نہ تھا کہ اللہ کا کوئی بندہ ان کے لیڈر کے خلاف میدان میں اتر کر ان کی توہین کا مرتکب ہو۔ ان کا بس چلتا تو وہ حریف کا لہو بھی پیتے۔

ایمرجنسی اور گرفتاریاں

۲۶ جون ۱۹۷۵ء کو وزیر اعظم مسز گاندھی نے سارے ہند پر ایمرجنسی لاگو کر دی اور ۲۷ جون کو شہریوں کے بنیادی حقوق کالعدم کرنے کے لئے صدر ہند نے ایک حکم جاری کر دیا اور ۲۹ جون کو صدر ہندوستان کا حکم ریاست جموں وکشمیر تک بھی بڑھادیا گیا۔ ہند میں گرفتاریوں کا ایک تند و تیز سائیکلون چلایا گیا۔ ۴ جولائی کو حکومت ہند نے جماعت اسلامی آر' ایس' ایس اور مارکسسٹوں کے سمیت ۲۶ تنظیمیں خلاف قانون قرار دیں ۴' ۵ جولائی کی درمیانی شب میں مجھے بھی پولیس نے اپنے گھراونہ گام

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سے گرفتار کیا۔ میری بیداری اور گرفتاری سے پہلے بانڈی پورہ کی پولیس پارٹی کے ایک آفیسر نے میرے گھریلو ملازم کو جگا کر صحن میں کھڑا کیا' اور بغیر کسی اشتعال یا جواز کے اس کی مار پیٹ کی۔ شوروغل کی آواز سے میں بیدار ہو گیا' اور میں نے دو پولیس افسروں کو اندر آنے کی اجازت دی جو مجھے کوئی وارنٹ دکھائے بغیر گرفتار کر کے ۴ بجے صبح پولیس اسٹیشن بانڈی پورہ لے گئے۔ گرفتاری کے دوران دو گھنٹے تک میرا مکان پولیس کی جمعیت کے محاصرے میں رکھا گیا اسی روز طلوع آفتاب کے بعد مجھے ڈسٹرکٹ پولیس لائنز بارہ مولا پہنچایا گیا جہاں سے میں اور دوسرے ساتھی رات کے گیارہ بجے تک سینٹرل جیل سری نگر پہنچا دیئے گئے۔ ۵ جولائی کو جماعت اسلامی کالعدم کر دی گئی۔ جناب سعد الدین امیر جماعت اسلامی کو عید الفطر کے روز گرفتار کیا گیا۔ اس کے تمام دفاتر اور ۱۲۳ درس گاہیں سربہ مہر کر دی گئیں۔ اس اقدام سے ریاست کے ۱۷ ہزار بچوں کا مستقبل بری طرح متاثر ہو گیا۔ ادھر قید میں ہماری گھریلو ملاقاتوں پر بھی پابندیاں عاید کی گئیں

نیشنل کانفرنس کا احیاء

مدت ہوئی کہ محاذ رائے شماری کے کام کی اصل بنیاد ڈھا دی گئی تھی۔ اب محاذ بس ایک لاشہ بے جان تھا۔ محض دم شماری کر رہا تھا۔ چنانچہ ۶ فروری ۷۵ء کو مرزا محمد افضل بیگ نے سری نگر میں اخبار نویسوں کو بتایا کہ بدلے ہوئے حالات اور تقاضوں کی روشنی میں اب میں اپنی پارٹی کے سامنے یہ تجویز رکھوں گا کہ محاذ کا نام بدل دیا جائے' اور اس کے اغراض ومقاصد میں بھی تبدیلی لائی جائے۔ لیکن ۹ مئی ۷۵ء کو انہوں نے مجاہد منزل میں اپنے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"محاذ رائے شماری کی جگہ نیشنل کانفرنس یا نیشنل کانگریس بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نئی پارٹی کا نام جمہوری محاذ یا عوامی محاذ ہو گا۔ اس کا فیصلہ ڈیلی گیٹ سیشن میں ہو گا۔"

۵ جولائی کو محاذ رائے شماری کی جنرل کونسل کا آخری اجلاس ہوا جس میں سخت ہنگامہ آرائیوں کے بعد محاذ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ بہت سارے اراکین نے تجویز کی مخالفت کی' اور اسے ۹ اگست کے شہیدوں سے غداری قرار دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ منظر بڑا ہی رقت آمیز تھا۔ کئی ممبروں کی آنکھوں میں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اشکوں کے جام بھرے ہوئے تھے۔ سرکردہ ممبروں میں صوفی محمد اکبر اور عبدالرشید شاہ ایڈووکیٹ وغیرہ کے جذبات بے قابو تھے۔ فریاد ہو رہی تھی کہ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ اور شہیدوں کو کیسے مطمئن کریں گے۔ کسی کو اس المیے پر بولنے کی خاطر چند منٹ بھی نہ ملے۔ اور بیگ نے کسی کی ایک بھی نہ سنی۔ انہوں نے یہ کہہ کر سب کا منہ بند کر دیا کہ شیخ صاحب کا فرمان تو یہی ہے۔ صوفی محمد اکبر اس اجلاس میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ وہ پہلے ہی مایوس ہو گئے تھے

صوفی محمد اکبر اور عبدالرشید شاہ ایڈووکیٹ اور دوسرے کئی محاذی ورکر نئی پارٹی میں شامل نہیں ہوئے اور وہ محاذ رائے شماری کی رسم فاتحہ خوانی پر ماتم کرتے رہے:۔

مرگ جگر پہ کیوں تیری آنکھیں ہیں اشک ریز
یہ سانحہ سہی مگر اتنا اہم نہیں

اس واقعہ کے کوئی دو برس بعد صوفی محمد اکبر نے برزلہ میں حق خود ارادیت کے حصول کے لئے " محاذ آزادی " قائم کیا اور ۲۰ مئی ۷۷ء کو اخباری نمائندوں کی ایک کانفرنس میں اس کا باضابطہ اعلان کیا اور کہا کہ نئی پارٹی بین الاقوامی طور پر منظور شدہ اصولوں کے تحت یا حق خود ارادیت یا اور کسی متبادل ذریعے سے حصول آزادی اور مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے جدوجہد کرے گی۔ رائے شماری مقصد نہیں بلکہ حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے

۲۹ جولائی ۷۷ء کو گول باغ میں محاذ آزادی کے تحت بلائے گئے پہلے عام جلسے سے خطاب کرتے ہوئے صوفی محمد اکبر نے کہا کہ ۳۷۰ ایک خالی تھیلا ہے۔ جس کے نام پر دونوں فریق نیشنل کانفرنس اور جنتا پارٹی عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے الیکشن کے بارے میں کہا کہ ہم ان سے لاتعلق رہیں گے ان کا بائیکاٹ نہیں کریں گے۔

جامع مسجد میں ڈاکٹر آدم ملک

۳۰ جولائی ۱۹۷۵ء کو انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک سری نگر پہنچ گئے۔ یکم اگست کو وہ وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کے ہمراہ سرینگر کی جامع مسجد دیکھنے گئے' ایمرجنسی کے دن تھے' لوگ شیخ عبداللہ سے بے زار تھے۔ چنانچہ وہ مشتعل ہو گئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور انہوں نے وزیر اعلیٰ کا گھیراؤ کیا' جس میں ڈاکٹر ملک بھی پھنس گئے۔ ہجوم نے رائے شماری اور پاکستان کے حق میں نعرے لگائے۔ اس واقعہ کے بعد شہر کے سینکڑوں لوگ حراست میں لئے گئے' اور مختلف قسم کے مقدمات میں پھنسا دیئے گئے۔

کانگریس اور نیشنل کانفرنس کی محاذ آرائی

کشمیر کانگریس کے لیڈر بادل ناخواستہ ہی شیخ محمد عبداللہ کے حق میں اقتدار سے دست بردار ہو گئے تھے لیکن ان کی نچلی صفوں اور انتہا پسندوں نے دل سے اس تبدیلی کو قبول نہ کیا تھا۔ وہ موقعہ کی تلاش میں بیٹھ کر شیخ عبد اللہ کے خلاف اپنی پروپیگنڈا مہم چالو کرانے کے لئے بے قرار تھے۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ وزراء کی کونسل میں ان کے وزیر برائے نام ہیں اور اصل پالیسی ساز کانفرنسی ہیں تو انہوں نے پہلے تو کانفرنس کے خلاف خفیہ اور پھر کھلم کھلا مہم شروع کر دی۔ وزیر اعلیٰ نے انہیں خبردار کیا کہ کانگریس کو سرکاری پالیسیوں کی مذمت زیب نہیں دیتی کیونکہ وہ خود بھی حکومت میں شریک کار ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کا علی الاعلان آغاز کر دیا۔ یہ سلسلہ بند کرنے کے لئے وزیر اعظم مسز اندارا گاندھی ۹ اکتوبر ۷۵ء کو سری نگر پہنچ گئیں۔ اس سے پہلے ۸ اکتوبر کو لال چوک میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ وزیر اعظم کا یادگار استقبال کریں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم کے ساتھ ہمارے تین قسم کے تعلقات ہیں۔ شریمتی گاندھی کشمیری نژاد ہیں۔ ان کے خاندان نے خود کو ہماری تحریک کے ساتھ وابستہ کیا تھا اور وہ ہندوستان کی وزیر اعظم ہیں لیکن ریاستی کانگریس پر سخت حملہ کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ یہ لوگ بہروپی بن کر ہماری عزت کا سودا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کروڑوں کی جائیدادیں بنائی ہیں اور شراب کے خم لنڈھائے ہیں۔ وزیر اعظم نے کانگریسیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ جنہوں نے سال ہا سال اپنی زندگی شراب نوشی میں گزاری کیا سمجھ رہے ہو کہ قوم تمہارے سامنے سجدہ کرے گی' ان کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ عوام کے سامنے اپنا حساب پیش کریں۔ اگر عوام انہیں چھوڑ دیں گے تو ہم بھی انہیں چھوڑ دیں گے کانگریس نے دس سال میں ریاست کو قرض میں ڈبو دیا' ریاست کی تمام آلودگی اور بد اخلاقی کانگریس کے دس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

برسوں کا ورثہ ہے۔ یہاں لڑکیوں کے لئے باہر نکلنا نہایت دشوار تھا۔ امتحانات میں نقل کرنا معمول بن گیا تھا۔ بہر حال مسز گاندھی کا استقبال کرنے کے لئے کانگریس اور کانفرنس دونوں نے ایک دوسرے پر بازی لینے کی کوشش کی۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو مجاہد منزل میں وزیراعلیٰ نے اپنے پارٹی ورکروں سے کہا۔

" میں شریمتی اندرا گاندھی کے زیادہ قریب ہوں۔ اندرا جی کی عزت ہماری عزت ہے۔ اس کے باوجود ان کا حق ہے کہ وہ ہم کو بھی وہی اعتماد دیں جس کا اظہار وہ کانگریسیوں سے کر رہی ہیں۔ یہ ان کا اپنا حق ہے"۔

شیخ عبد اللہ نے ریاست میں کانگریس کا وجود نیشنل کانفرنس کے لئے ایک چیلنج قرار دیا۔

کشمیر میں اپنے دو حلیفوں۔ کانگریس اور نیشنل کانفرنس کی باہمی چپقلش پر مسز گاندھی کو سخت تشویش تھی چنانچہ وہ ۲۷ مارچ ۱۹۷۶ء کو دو روزہ دورے پر جموں پہنچ گئیں۔ ۲۸ مارچ کو مسز اندارا گاندھی کے اعزاز میں دیئے گئے ایک استقبالیہ میں وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے کہا۔

" ہمیں راستہ بدلا نے میں ایک راہنما کی ضرورت تھی خوش قسمتی سے خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ رہنما مسز گاندھی کی شکل میں دے دیا"۔

مسز گاندھی کے اعزاز میں ایک الوداعی جلسے میں وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے کہا۔

" اے لوگو! میں تین نعرے دوں گا۔ تم ان کا جواب اس زور سے دو کہ جب مسز گاندھی پالم کے ہوائی اڈے پر اترے تو یہ نعرے وہاں بھی اس کے کانوں میں گونجتے رہیں"۔

اس کے بعد وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے مسز گاندھی کی ذات اور ہندوستان کے حق میں تین تین بار نعرے بلند کئے۔

۲۹ مئی ۱۹۷۶ء کو کوکر ناگ کے عوامی جلسے میں کانگریس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے کہا کہ یہ لوگ مداریوں کا روپ دھار کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہاں تک کہ اپنے جلسے کامیاب بنانے کے لئے اخلاق سوز طریقے استعمال کرتے ہیں اور میری حکومت کے خلاف ڈھٹائی سے زہر افشانی کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رہے ہیں۔ کشمیر اکارڈ کی عمل آوری ایک مشترک فرض ہے اور کسی ایک فریق کو زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے فریق کے خلاف زہر افشانی کرے۔

۲۴ ستمبر ۱۹۷۶ء کو شاہی مسجد میں ایک بھاری جلسے سے خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کانگریس پر زبردست تنقید کی اور کہا کہ اگر کانگریسیوں کا یہ خیال ہے کہ اقتدار سپرد کرنے سے ہماری ۱۹۳۱ کی تحریک ختم ہو گئی ہے تو وہ ان کی غلط فہمی اور خام خیالی ہے۔ وہ چاہیں تو اسمبلی میں عدم اعتماد کر کے اقتدار مجھ سے واپس لے سکتے ہیں"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پارلیمنٹ کے انتخابات

حزب اختلاف کو متحد کرنے کی ناکام کوشش

۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء کو وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے ایک غیر معمولی شبانہ نشریئے کے مطابق صدر فخر الدین علی احمد نے ہندوستان کے ایوان زیریں کو توڑ کر عام انتخابات کے لئے مارچ کا مہینہ مقرر کیا۔ اس اعلان کے بعد ریاست میں بھی مختلف سیاسی عناصر نے کھسر پھسر اور جوڑ توڑ کا آغاز کیا۔ اور نیشنل کانفرنس اور صوبائی کانگریس کمیٹی سرگرم ہو گئی

وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے دونوں کو آپسی مقابلہ آرائی سے باز رکھا' اور دونوں نے ریاست کی پارلیمانی نشستیں آپس میں تقسیم کر دیں۔ سری نگر اور بارہ مولہ نیشنل کانفرنس کو اور اسلام آباد کانگریس کو ملی۔ اس انتخابی گٹھ جوڑ کے باوجود دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے خلاف خفیہ طور پر مصروف عمل رہیں۔ نیشنل کانفرنس نے سری نگر کی پارلیمانی نشست سے وزیراعلیٰ کی اہلیہ بیگم اکبر جان اور بارہ مولا سے خواجہ عبدالاحد وکیل کو کھڑا کیا' اور اسلام آباد کی نشست سے کانگریس کے محمد شفیع قریشی کھڑے کئے گئے۔

نیشنل کانفرنس کی نامزدگیاں اس کے بیگ گروپ کو ناگوار گذریں اور بیگ نواز عناصر اپنی تنظیم کے امیدواروں کے خلاف درپردہ ایک مہم چلانے میں مصروف ہو گئے۔ کیونکہ کانفرنس کے غلام محمد شاہ گروپ کو نامزدگیوں کے وقت بیگ گروپ پر ترجیح دی گئی تھی عوام نے کانفرنس اور کانگریس کا گٹھ جوڑنا پسند کیا' اور وہ ان دونوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دوسری اپوزیشن پارٹیوں کی طرف دیکھتے رہے۔ دوسری طرف سے لوگ معاہدہ دہلی پر بھی کاری ضربیں مارنے کے لئے الیکشن مہم میں تیار کھڑے تھے۔ نیشنل کانفرنس اور اس کے قائد کے خلاف وادی بھر میں ناراضگی کی جو لہر پھیل چکی تھی' اس کا سود مند اور موزوں استعمال کرنے کے لئے وادی میں کوئی قابل ذکر تنظیم موجود ہی نہ تھی۔ اور اندرا عبداللہ اکارڈ کے مخالفین منتشر تھے۔ حزب اختلاف کے رہنماؤں کی کوئی متحدہ حکمت عملی نہ تھی۔ اور وہ سب اپنی اپنی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ والی مسجدوں میں بند تھے۔ بہرکیف میں نے وقت کی صورت حال کو محسوس کرکے ایک شام میر واعظ مولانا محمد فاروق سے ملاقات کی۔ جو اس وقت اپنے بیڈروم میں ایک

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس وقت لوگ ایک متحدہ آواز کی رہنمائی میں نیشنل کانفرنس اور صوبائی کانگریس دونوں کے خلاف لڑ کر معاہدہ دہلی اور لینڈ گرانٹس ترمیمی ایکٹ کو ایک انتخابی ایشوع بنانے کے حق میں ہیں۔ ان دونوں اقدامات سے عوام کے جذبات مجروح ہوئے ہیں' اور کشمیر کی رسوائی ہوئی ہے۔ مولوی صاحب نے میری تجویز کے فوائد' پس منظر' تہہ منظر اور پیش منظر سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ میں خود بھی اس بات کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ دوسرے یکساں خیالات رکھنے والے لوگ اور پارٹیاں اس قسم کے مجوزہ اتحاد میں شامل ہوں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر میں مولانا سعد الدین (امیر جماعت اسلامی ممنوعہ) مولانا عباس انصاری (شیعہ رہنما) صوفی محمد اکبر اور پیپلز لیگ کے لیڈروں سے الگ الگ ملاقی ہوا۔ مولانا سعد الدین نے تجویز کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ مولانا محمد عباس انصاری اس سوال پر غور کرنے کے لئے ایک ایسی مشترکہ میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے تیار تھے۔ جو میر واعظ منزل سے باہر کسی اور مقام پر منعقد کی جائے۔ کیونکہ ان کے خیال میں مولوی محمد فاروق ذاتی ساکھ کے لئے زیادہ فکر مند رہتے ہیں اور اپنے مفادات کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ دوسری طرف سے مولوی محمد فاروق کا خیال تھا کہ میر واعظ منزل کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ اور بقول ان کے حزب اختلاف کی تاریخی میٹنگیں اسی عمارت میں منعقد ہوئی ہیں۔ سری نگر میں انفرادی ملاقاتوں کے بعد راقم اور پیپلز لیگ کے فضل الحق قریشی' صوفی محمد اکبر سے ملاقات کرنے کے لئے سوپور چلے گئے۔ صوفی صاحب سے ہماری طویل ملاقات ہوئی۔ جس میں انہیں سرینگر آکر مخالف لیڈروں کی میٹنگ میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کشمیر اکارڈ اور محاذ رائے شماری کی نیشنل کانفرنس میں تبدیلی کے سوالات پر کافی باتیں کیں۔ اور ان اقدامات کی خوب مرثیہ خوانی کی۔ وہ حق خودارادیت کے حصول کی خاطر ایک نئی تنظیم کے قیام کی باتیں کرتے رہے۔ انہیں کسی قسم کے متحدہ اپوزیشن محاذ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ ایکشن کمیٹی برائے حصول موئے مقدس کے نو پارٹی محاذ کا انجام یاد دلا رہے تھے اور اصرار کر رہے تھے کہ میں خود ہی ایک نئی تنظیم کسی کے ساتھ اتحاد کئے بغیر قائم کروں گا۔ وہ اپنی منزل مقصود کو ہنگامہ انتخابات سے بہت بلند اور مختلف تصور کر رہے تھے۔ اور زور دے کر کہہ رہے تھے کہ ہمارا اصل مدعا الیکشن لڑ کر حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ الیکشن سے بائیکاٹ کروانے کی تجویز یا اس قسم کے بائیکاٹ کے لئے اپیل کرانے کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھی حامی نہ تھے۔ ان کو اعتراف تھا کہ الیکشن لڑنا اور ووٹ ڈالنا آج کل کشمیر کے عوام کا زور دار رجحان بن گیا ہے۔ اگر ہم بائیکاٹ کی اپیل کریں تو ہمیں اپنی بے عزتی کے بغیر اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ یوں وہ نہ تو الیکشن سے بائیکاٹ اور نہ الیکشن میں حصہ لینے کے حق میں تھے۔ وہ اس بات کے حق میں بھی نہ تھے کہ حکمران تنظیم کے امیدوار کسی مقابلہ کے بغیر ایوان اسمبلی میں جائیں' اور جب ان سے کہا گیا کہ وہ خود بھی کسی سیٹ پر میدان الیکشن میں اتریں' تو انہوں نے اتفاق نہیں کیا۔ البتہ وہ ضرور ان انتخابات میں کسی ایسے امیدوار کا کھڑا ہو جانا پسند کرتے تھے جس کو آگے لا کر معاہدہ دہلی کے خلاف رائے عامہ متحرک کر دی جائے۔ وہ عجیب قسم کے ذہنی تصادم میں گرفتار تھے۔ چونکہ دوسرے روز بارہ مولہ میں نیشنل کانفرنس کے عبدالاحد وکیل کی طرف سے کاغذات نامزدگی دائر کرنے کا پروگرام تھا۔ اس موقعہ پر کانفرنسیوں کا جلوس بھی نکلتا اور عین ممکن تھا کہ وہ اپنے پرانے معمر رفیق کی آشیرباد لینے کے لئے ان کی رہائش گاہ پر بھی آ جاتے۔ وہ اس قسم کے امکانی موقعہ پر گھر میں اپنی موجودگی کو مناسب تصور نہیں کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے سرینگر آ کر مولوی محمد فاروق سے ملنے کا پروگرام بنایا' وہ رات کو سری نگر آئے' اور کئی روز تک ان کا قیام سرینگر میں رہا۔ مولوی محمد فاروق سے ملاقات کی' اور حق خود ارادیت پر اصرار کرتے ہوئے اپنا نکتہ نگاہ پیش کیا۔

وقت تیزی کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ لوگ اپوزیشن کے امیدوار کا نام سننے کے لئے سخت بے تاب تھے۔ اور اخبارت بھی اپنی اپنی صحیح و غلط قیاس آرائیوں میں لگے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں مولوی فاروق صوفی محمد اکبر اور مولوی عباس انصاری کی الگ الگ میٹنگیں ہوئیں اور ایک الیکشن متحدہ محاذ قائم کرنے کے لئے مولوی محمد فاروق کے ہاں ممنوعہ جماعت اسلامی' پیپلز لیگ اور پولیٹکل کانفرنس کے لیڈروں کے درمیان کئی شبانہ میٹنگیں ہوئیں۔ میں بھی ان میٹنگوں میں شریک رہا۔ بڑی گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ وقت کے تقاضوں اور بنیادی ضرورت پر سب کا اتفاق تھا' لیکن فی الوقت کسی متحدہ محاذ کے قیام پر اتفاق نہ ہو سکا۔ اس بات پر سب متفق تھے۔ کہ الیکشن مہم کو حق خودارادیت کے حق میں اور معاہدہ دہلی کے خلاف استعمال میں لایا جائے۔ میٹنگ کے اختتام پر مجھ سے متفقہ طور پر سری نگر کی پارلیمانی نشست پر کاغذات نامزدگی دائر کرنے کے لئے کہا گیا' اور فضل الحق قریشی کو میرا کورنگ امیدوار

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

قرار دیا گیا اس فیصلے کی رو سے ہم دونوں آزاد امیدواروں کی حیثیت سے میدان میں آنے والے تھے۔ لیکن دوسرے روز مجھے یہ جان کر سخت حیرت ہوئی کہ میر واعظ مولوی محمد فاروق نے اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔ ان کے ساتھ کئی گھنٹے تک بات چیت ہوئی۔ انہوں نے اصرار کیا کہ میں میدان الیکشن کے لئے کاغذات نامزدگی دائر کرنے سے باز رہوں۔ انہوں نے ہمیں متاثر کرنے کے لئے عجیب قسم کے دلائل دیئے۔ مولوی محمد فاروق نے کہا کہ حق خودارادیت کا حصول نہ کہ انڈین پارلیمنٹ کی سیٹ ہمارا مقصود زندگانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انڈین پارلیمنٹ میں داخل ہو کر ہم جیسے لوگ ریاست کے مسائل سے دور ہو جائیں گے۔ اور ہندوستان کے قومی دھارے میں بہہ جائیں گے۔ ہمیں ریاست کے مسائل کی خاطر صرف ریاست کے اندر رہنا ہو گا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حلقہ انتخاب میں میں اپنے تمام ووٹروں کو ووٹ اندازی سے باز رکھوں گا۔ اس طرح آپ ایک خاصے بڑے حصے سے محروم ہوں گے۔ مولوی محمد فاروق نے کہا کہ شیعہ ووٹ بہرحال آپ کو نہیں ملیں گے' وہ مولوی افتخار انصاری کو چلے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں الیکشن سے بائیکاٹ کے حق میں بھی نہیں ہوں اور بیگم عبداللہ کی بلا مقابلہ کامیابی کے حق میں بھی نہیں۔ بیگم عبداللہ کا برائے نام مقابلہ ضرور ہونا چاہئے۔ اور اس قسم کے کئی لوگ بہرحال میدان میں موجود ہیں۔ دوسرے روز ریٹرننگ آفیسر کے احاطے میں لوگ ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ان پر ساری صورت حال واضح کی۔ لیکن وہ برابر اصرار کرتے رہے۔ آخر ان کے اصرار پر فضل الحق صاحب قریشی کے کاغذات نامزدگی دائر کئے گئے۔ اگرچہ وہ بھی تیار نہ تھے۔ ہم نے انہیں تیار کیا۔ ریٹرننگ آفیسر کے دفتر سے باہر آتے ہی خفیہ پولیس نے موصوف کو گرفتار کیا اور بعد میں ان کے کاغذات نامزدگی رد کئے گئے۔

نیشنل کانفرنس کی کامیابی کے اسباب

اب میدان میں بیگم عبداللہ کے مقابلے میں مولوی افتخار انصاری تھے۔ جو چند روز پہلے کانگریس سے مستعفی ہو کر ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے میدان میں آئے تھے' اور انہوں نے اپنی حمایت کے لئے مولوی محمد فاروق سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ابتداء میں سری نگر میں عبداللہ مخالف لہر تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا زور شور ٹوٹ گیا۔ انتخابی مہم نے شیعہ سنی اور شیر بکرا رنگ اختیار کیا۔ نیز مولوی افتخار انصاری کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کانگریسی ماضی نے بہت سارے ووٹرگوشہ نشین ہونے پر مجبور کئے نیشنل کانفرنس کی امیدوار بیگم عبداللہ کے حق میں سرکاری ایڈمنسٹریشن کا استعمال بھی ہو رہا تھا۔ سری نگر کے حلقہ انتخاب میں سخت دھاندلیاں ہوئیں۔ لیکن دھاندلیوں کے بغیر بھی کانفرنسی امیدوار کے جیتنے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ شیعہ سنی اور شیر بکرا رنگت نے پھر سے بہت سارے بددل نیشنل کانفرنسیوں کو بیگم عبداللہ کا ساتھ دینے کے لئے اکسایا تھا۔ ادھر بارہ مولہ کے حلقہ انتخاب کے سب ہی دیہات میں نیشنل کانفرنس زوروں پر تھی۔ ممنوعہ جماعت اسلامی کے نظر بند امیدوار سید علی گیلانی کے حامیوں کا سارا زور اہم قصبوں میں مظاہروں میں صرف ہو گیا۔ ارد گرد کے دیہات کی ان پڑھ آبادی پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس طرح سری نگر اور بارہ مولہ کی دونوں سیٹیں نیشنل کانفرنس نے حاصل کیں۔ اور اسلام آباد کی سیٹ کانگریس نے حاصل کی۔ جہاں کانگریس مخالف امیدواروں کے ووٹ بٹ گئے۔

ادھرہندوستان میں جنتا پارٹی نے حکمران کانگریس جماعت کو حیرت انگیز طور پر شکست دے کر اقتدار حاصل کرلیا۔ اس انتخاب میں خود وزیراعظم مسزاندرا گاندھی، ان کے صاحبزادے سنجے گاندھی اور بڑے بڑے کانگریسی وزیر وامیرہار گئے۔ ۲۲ مارچ کو ہاری ہوئی حکومت نے سارے ملک سے ایمرجنسی ہٹائی، اور تمام خلاف قانون تنظیموں کا وجود پھر سے بحال کیا۔ ۲۳ مارچ کوانڈین نیشنل کانگریس ۳۰ برس تک حکومت کرنے کے بعد اقتدار سے محروم ہو گئی اور جنتاپارٹی کے مسٹر مرار جی ڈیسائی نے ۲۴ مارچ کو وزیراعظم ہندوستان کی حیثیت سے حلف وفاداری اور رازداری اٹھایا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کشمیر اسمبلی کے انتخابات

ہندوستان میں کانگریس کی شکست فاش کے بعد کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ کے مخالفین کے حوصلے بلند ہو گئے۔ ۲۵ مارچ کو صوبائی کانگریس کمیٹی نے عبداللہ حکومت سے اپنی حمایت واپس لے کر اس کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس خبر پر کشمیر میں پٹاخے چھوڑے گئے' اور سری نگر میں چراغاں کیا گیا۔ پردیش کانگریس نے مفتی محمد سعید کو اپنی لیجسلیچر پارٹی کا نیا لیڈر چن لیا' اور انہوں نے گورنر جہا سے درخواست کی کہ انہیں ریاست کی نئی کابینہ تشکیل دینے کی دعوت دی جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ پردیش کانگریس اور نیشنل کانفرنس کا ملاپ کبھی بھی دلوں کا ملاپ نہیں تھا۔ بلکہ ہمیشہ اوپر سے ٹھونسا جاتا رہا۔ اب جب کہ پردیش باڈی نے دیکھ لیا کہ مرکز میں ان کا اقتدار ٹوٹ گیا اور یہ محسوس کر لیا کہ آنے والے ریاستی انتخابات میں وہ مکمل طور پر نیست ونابود ہو جائیں گے' اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ کیوں نہ وہ نئی وزارت خود تشکیل دے کر آنے والے انتخابات اپنی نگرانی میں کرائیں' اور اقتدار کے دوبارہ حصول کو اپنے لئے یقینی بنائیں۔

شیخ عبداللہ کے خلاف بحران پیدا کرنے کی کوششوں کے خلاف ۲۶ مارچ کو نیشنل کانفرنس والوں نے شہر میں جزوی ہڑتال کرائی' جو اب میں مخالفوں نے مظاہرے کئے اور مخالف گروپوں نے ایک دوسرے کے خلاف سنگباری کی۔ ان حملوں کے دوران شہر میں کاروبار معطل ہو گیا' اور حکومت نے تعلیمی اداروں کو بند کر دیا۔ اسی اثناء میں بعض عناصر نے شہر میں شیعہ' سنی فرقہ وارانہ فسادات بھڑکانے کی ناکام کوشش کی۔ صورت حال کے پیش نظر وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی سفارشات پر ۲۷ فروری کو گورنر جہا نے اسمبلی توڑنے' عام انتخابات کرانے اور گورنر راج کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ گورنر راج کے نفاذ کے بعد کشمیر میں نیشنل کانفرنس اور اس کے مخالفوں کے درمیان جھڑپوں کا سلسلہ تیز تر ہو گیا۔ اندرونی شہر میں مخالف گروہوں کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی۔ ۶ اپریل کو طلباء نے امیراکدل میں شیخ محمد عبداللہ کے خلاف مظاہروں کی رہنمائی کی۔ اور غنڈہ گردی کے واقعات کی مذمت کی۔ انہوں نے اسمبلی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے لئے آزاد اور دبے ریا انتخابات اور اوقاف اسلامیہ سری نگر کے محاسبے کا مطالبہ کیا۔

شیخ عبداللہ کی آمد

وزارت سے استعفیٰ دینے کے بعد شیخ محمد عبداللہ پہلی بار ۷ اپریل کو جموں سے سری نگر پہنچ گئے۔ لال چوک میں شیخ محمد عبداللہ کا زبردست استقبال ہوا۔ لیکن سیکورٹی کے زبردست بندوبست میں انہوں نے بیس منٹ تک عوام سے خطاب کیا' اور کشمیر میں جنتاپارٹی کے داعی خواجہ غلام محی الدین قرہ اور کانگریس پر کڑی تنقید کی۔ شیخ محمد عبداللہ نے اعلان کیا کہ وہ کشمیر کی تقدیر جنتا پارٹی کے سپرد کرنے کی اجازت نہیں دیں گے شیخ کی آمد سے پہلے رات کو پولیس نے بہت سارے طلبہ کو گرفتار کر لیا تھا۔ جموں سے سری نگر کا سفر کرتے ہوئے کھنہ بل میں طلبہ نے ان کی تقریر کے دوران مظاہرے کئے۔ جس سے نیشنل کانفرنس اور اس کے مخالفوں کے درمیان تصادم ہوا' اور پولیس نے اشک آور گیس کے گولے پھینکے نیشنل کانفرنس کے حامی مقامی کالج کیمپس میں داخل ہوئے' جہاں پولیس اور حملہ آوروں نے مبینہ طور پر کمروں میں گھس کر طلباء طالبات اور اساتذہ کی مار پیٹ کی ادھر سری نگر کے اندرونی علاقوں میں بھی مخالفین کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف پتھراؤ کے واقعات رونما ہوئے۔ اور ۱۱ اپریل کو امیراکدل میں طلباء طالبات نے شیخ محمد عبداللہ کے خلاف ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ جلوس نے بے قابو ہو کر نیشنل کانفرنسی دفتروں کے بورڈ اور جھنڈے اتار کر نذر آتش کردیئے۔ رات کے سات بجے نواب بازار میں مخالف گروپ ایک دوسرے سے لڑ پڑے' اور پتھروں کا استعمال کیا۔ لا اینڈ آرڈر کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو دیکھ کر حکومت نے ایک ماہ کے لئے سرینگر کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی

سری نگر میں جنتا یونٹ

کشمیر میں جنتاپارٹی کی لہر پھیل چکی تھی' اور لوگ سوچے سمجھے بغیر جنتائی بننے کا اعلان کر رہے تھے۔ اس لہر میں کشمیر کے چند کہنہ مشق سیاست کار اور اچھے نوجوان بھی بہہ گئے۔ سب سے پہلے کشمیر میں جنتاپارٹی کے پھیلانے میں کشمیر موٹر ڈرائیورس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ایسوسی ایشن نے منظم رول انجام دیا۔ خواجہ غلام محی الدین قرہ بھی جنتا پارٹی کی طرف دعوت دینے لگے۔ اور مولانا محمد سعید مسعودی بھی اپنی رہائش گاہ پر اس تنظیم کی ثناء خوانی میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اس زمانے میں گاندر بل میں مولانا مسعودی سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ لیکن وہ روز بروز جنتا پارٹی کی لہر پر خود بھی نثار ہوتے جا رہے تھے۔اور ہماری یہ تجویز ماننے سے انکار کرتے رہے کہ علاقائی پارٹیوں کا ایک متحدہ محاذ قائم کیا جائے جو انتخابات میں حصہ لے۔ وہ ایک ایسی پارٹی کی ایڈہاک کمیٹی بنانے پر اصرار کر رہے تھے' جو جنتا پارٹی کہلائے گی۔ اور جس میں جماعت اسلامی اور عوامی ایکشن کمیٹی والے بھی اپنے نمائندے بھیج دیں۔ اور ان میں سے جو کوئی بھی کشمیر اسمبلی کے انتخابات میں شریک ہو جائے۔ وہ جنتاپارٹی کے اقتدار کا سہارا لے کر کشمیر کے اسمبلی انتخابات میں حصہ لینے کے قائل تھے انہوں نے بہت سارے نوجوانوں کو اپنی بات کا قائل کر دیا تھا۔ عوامی ایکشن کمیٹی والوں میں بھی وہ اس تجویز کے حق میں حوصلہ افزا تاثرات پا رہے تھے۔ اور جماعت اسلامی کو بھی قائل کرنے کے لئے سر توڑ کوششیں جاری تھیں۔ دوسری طرف سے نیشنل کانفرنس بھی کشمیر کی مقامی جماعتوں کے اشتراک سے مرکزی تنظیم جنتا پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے یہاں کی مقامی تنظیموں مثلاً" جماعت اسلامی اور عوامی ایکشن کمیٹی کے ساتھ رابطہ قائم کر رہی تھی اور نیشنل کانفرنس کے ساتھ جماعت اسلامی کی کئی خفیہ میٹنگیں بھی ہوئیں۔

۲۶ اپریل کو نئی دہلی میں اشوک مہتہ نے ایک اعلان کے ذریعے مولانا مسعودی کو کشمیر میں جنتا پارٹی کا کنوینر نامزد کر دیا۔ اور ۲۷ اپریل کو ریاستی جنتا پارٹی کے یونٹ کی تشکیل کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ جس میں خواجہ غلام محی الدین قرہ' مولوی افتخار حسین انصاری' خواجہ غلام رسول کوچک شمیم احمد شمیم۔ خواجہ عبدالغنی لون' چوہدری محمد شفیع' غلام نبی اونتو۔ مسٹر اوم پرکاش صراف' سردار سنت سنگھ تیغ۔ محمد امین نحوی چمن لال وغیرہ لئے گئے۔ اس اعلان کے بعد جب میں نے گاندر بل میں مولانا مسعودی سے ملاقات کی اور جنتا پارٹی میں شمولیت کا سوال پوچھا تو انہوں نے اپنی عادت اور فطرت کے مطابق اس کا جواب پراسرار اور مبہم بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ مرکز کے جنتا لیڈر یہاں آگئے انہوں نے مجھے مجبور کر دیا' اور کہا کہ اگر آپ نے ہماری درخواست مسترد کر دی تو ہم یہاں دھرنا لگائیں گے۔ خیر انہوں نے خود ہی میرا نام فہرست میں شامل کرلیا ہوگا۔ میں ایک بیمار آدمی ہوں۔ صرف مشورہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دے سکتا ہوں الیکشن میں سرگرم حصہ نہیں لے سکوں گا۔

کئی ماہ کے بعد مولانا مسعودی اور مولانا فاروق کا رابطہ بحال ہو گیا مولوی محمد فاروق گاندر بل گئے۔ انہوں نے مولانا مسعودی سے ملاقات کی' اور بعد میں مولانا محمد فاروق کے گھر' مولانا مسعودی کا آنا جانا شروع ہو گیا' اور آخر کار وہ جنتا پارٹی کے لئے سرگرم ہو گئے۔ ۶ مئی ۷۷ء کو میرواعظ مولوی محمد فاروق نے شیر کشمیر میونسپل پارک جا کر پہلی انتخابی تقریر کی۔ انہوں نے جنتا پارٹی کی غیر مشروط حمایت کا اعلان کر دیا' اور دعویٰ کیا کہ کچھ بھی ہو اس الیکشن میں نیشنل کانفرنس کامیاب نہیں ہو گی۔ ان کی تقریر کے بعد رات کو نواب بازار میں عوامی مجلس عمل اور نیشنل کانفرنس کے حامیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ جن میں ایک دوسرے پر پتھر برسائے گئے۔

میرواعظ مولوی محمد فاروق کی تقریر اور جنتاپارٹی کے حق میں ان کے غیر مشروط اعلان کے بعد مولوی صاحب کے خلاف ناراضگی کی لہر پھیلنے لگی۔ شیخ محمد عبداللہ کے مخالفوں نے بھی ان کے اپروچ اوراعلان کو ناپسند کیا۔ کیونکہ لوگ نیشنل کانفرنس کا مقابلہ جنتا پارٹی کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے کرنے کے سخت خلاف تھے۔ اس صورت حال نے عوامی مجلس عمل اور جماعت اسلامی کے درمیان انتخابی اشتراک کی بات چیت بھی متاثر کر دی۔ جماعت اسلامی کے حلقوں میں بھی جنتا پارٹی کے ساتھ اشتراک عمل کے خلاف شورو شر پیدا ہوا۔ حالانکہ جماعت اسلامی میں بھی بعض لوگ جنتا پارٹی کے ساتھ انتخابی اشتراک کے لئے آمادہ نظر آرہے تھے۔ دوسری طرف سے سیٹوں کی تقسیم پر بھی جماعت اسلامی اور جنتا پارٹی کے درمیان اتفاق نہ ہو سکا' اور آخر کار جماعت نے آخری وقت پر اپنے امیدواروں کا اعلان کر دیا۔ تاہم اس نے نیشنل کانفرنس' کانگرس پارٹی اور جنتا پارٹی کے سرکردہ رہنماؤں کے خلاف اپنا کوئی امیدوار میدان میں نہیں جھونکا۔

میں نے اصولی طور پر اس بات کی زبردست کوشش کی کہ مولوی محمد فاروق جنتا پارٹی میں شامل نہ ہوں۔ اور نہ اپنی حق خود ارادیت نواز تنظیم کو اس پارٹی کا دم چھلہ بنائیں۔ لیکن مولانا مسعودی کی منطق نے ان کو صرف جنتا پارٹی کے اندر اپنے اقتدار و اختیار کی گارنٹی دلائی تھی۔ اب وہ شیخ عبداللہ کی دیکھا دیکھی کشمیری عوام کے لئے حق خودارادیت کے مطالبے کا رہا سہا لبادہ بھی پھاڑ دینا چاہتے تھے۔ اسی راہ پر گامزن ہونے کے لئے بے قرار تھے۔ جس پر محاذ رائے شماری کے لیڈر چل کر مسند

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اقتدار پر بیٹھ گئے تھے' اور حق خود ارادیت کے معاملے میں اپنے گذشتہ بیانات کو اسی طرح بھلا رہے تھے' جس طرح شیخ محمد عبداللہ اور مرزا محمد افضل بیگ بھول چکے تھے۔ لیکن انہوں نے حق خود ارادیت کے مطالبے کو دفن کرنے کے لئے ایک اور طریقہ نکالا۔ مولوی صاحب نے جامع مسجد میں اعلان کیا کہ وہ موجودہ حالات میں رائے شماری اور حق خودارادیت کے سوال کو تین ماہ کے لئے التواء میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کے کیلنڈر میں وہ تین ماہ ابھی تک ختم نہیں ہوئے ہیں۔ اس لئے حق خودارادیت کا مطالبہ بھی دوبارہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں یہ مطالبہ اب ان کی نگاہ میں زائد المعیاد بن چکا ہے اور ان کا اصل سوال اب یہ ہے کہ نئی دہلی کے ساتھ گہری وفاداریاں دائمی بنائی جائیں۔

اسمبلی کے لئے کاغذات نامزدگی دائر ہونے سے پہلے مولانا محمد فاروق نے مجھے جنتا پارٹی کے منڈیٹ پر بانڈی پورہ کی نشست سے انتخاب لڑنے کے لئے اصرار کیا۔ حالانکہ یہ میری آبائی جگہ تھی۔ اور یہاں مولوی صاحب کے حامی ووٹر نہیں تھے۔ میں کسی بھی قیمت پر کسی بھی ہندوستانی تنظیم کے مینڈیٹ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا اس کے برعکس میں ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے میدان میں اترنے کو ترجیح دے سکتا تھا۔ لیکن حزب اختلاف کی حماقتوں کو دیکھ کر میں نے الیکشن نہ لڑنے بلکہ اس مخمصے سے سرے سے ہی الگ رہنے کا فیصلہ کردیا۔

شیخ محمد عبداللہ کی علالت

۱۳ جون کو خبر آئی کہ شیخ محمد عبداللہ پر عارضہ قلب کا حملہ ہوا ہے۔ خبر وادی میں آگ بن کر پھیل گئی۔ آل انڈیا میڈیکل انسٹی چوٹ کے دو خاص ڈاکٹر شیخ کا طبی معائینہ کرنے کے لئے مولانا آزاد روڈ نمبر دس پہنچے۔ ڈاکٹروں نے مریض کو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ وادی میں ان کے چناؤ دورے کا پروگرام منسوخ ہوگیا اور الیکشن مہم کے سارے امور بیگم عبداللہ اور ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے سنبھال لئے۔ شیخ محمد عبداللہ کی علالت پر قیاس آرائیوں کے گھوڑے دوڑنے لگے اور یہ سوال الیکشن مہم کا سب سے بڑا افسانہ بن گیا۔ اس خبر سے میدان الیکشن کی صورت حال بدل گئی' اور نیشنل کانفرنس کی انتخابی مہم میں کانفرنس نے موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے سارے شہر میں شیخ صاحب کی صحت یابی کے لئے دعائیہ جلوس و جلسے منظم کردیئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جب ایک بار یہ لہر چل پڑی تو پھر اس کو روکنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ الیکشن قوانین کی رو سے کوئی امیدوار اپنی انتخابی مہم کے لئے مذہب' مذہبی مقامات' آستانے اور عبادت گاہیں استعمال نہیں کر سکتا۔ لیکن کسی کی صحت و عافیت کے لئے آستانوں اور عبادت گاہوں کو استعمال کرنا کسی قانون کی رو سے جرم نہ تھا۔ لہٰذا نیشنل کانفرنس نے دعائیہ جلسوں' جلوسوں کے لئے سڑکوں' کوچوں' آستانوں اور عبادت گاہوں کا خواب استعمال کیا۔ یہی نہیں بلکہ نیشنل کانفرنس نے اپنے قائد کی درازی عمر اور صحت یابی کے لئے جگہ جگہ بھیڑوں اور بکروں کو نذر کرنے کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور ان کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا جانے لگا۔ شہر میں بھیڑوں اور بکروں کے ذبیحہ' نذرو نیاز کا سلسلہ بھی ہزاروں تک پہنچ گیا اور عام و خواص ووٹر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے علاوہ دعائیہ جلوسوں میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کی آہ دفغان بھی رقت آمیز تھی۔ اس ہیجان انگیز صورت حال میں بستر علالت سے شیخ کی ایک تصویر "آفتاب" میں شائع ہوئی۔ تصویر بڑی اثر آفرین تھی' اور اس نے لوگوں کو اور زیادہ سیماب پا بنالیا۔ اور ریاست کے تمام علاقوں میں عبداللہ لہر اعجاز میں تبدیل ہو گئی۔ حتیٰ کہ ووٹ کا نام لئے بغیر ووٹ کی پرچی شیخ کا مقدر بن گئی۔ ان ہی حالات میں ریاستی جنتا پارٹی کی انتخابی مہم پر کشمیر آنے والوں میں وزیراعظم مرار جی ڈیسائی۔ وزیر داخلہ چرن سنگھ' وزیر دفاع جگ جیون رام اور وزیر تعمیرات سکندر بخت شامل تھے۔ ان لیڈروں کے دوروں نے کشمیر میں جنتا پارٹی کی پوزیشن کو اور زیادہ کمزور کر دیا کیونکہ انہیں کشمیر کی صورت حال اور رجحانات کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ وزیر داخلہ چرن سنگھ نے پولو گراؤنڈ کے جلسۂ عام میں ضرور ایک حقیقت بیان کی یعنی انہوں نے اعلان کیا کہ کشمیر میں کرائے گئے گذشتہ تمام انتخابات فراڈ تھے۔ ان کے اس بیان کو کشمیر میں پسند کیا گیا' اور پہلی بار یہ تاثر ملا کہ ہندوستان میں ایسے لوگ بھی پائے جا سکتے ہیں جو وقت آنے پر مسئلہ کشمیر کی حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کے اس بیان سے اس بات کی تصدیق ہو رہی تھی کہ کشمیر کی تمام اسمبلیاں اور ان اسمبلیوں کے الحاق سے متعلق فیصلے اور اظہارات بھی باطل تھے۔ لیکن پولو گراؤنڈ اور کئی دوسرے مقامات پر وزیر دفاع جگ جیون رام کی طعنہ زنی نے لوگوں کو جنتا پارٹی کے خلاف اور زیادہ بھڑکا دیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں شیخ کی بیماری دل کی بات کو چھیڑ کر جس انداز میں انہیں سیاسیات سے ریٹائر ہونے کا مشورہ دیا وہ شیخ کے عقیدت

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مندوں کو ہی نہیں بلکہ ان کے مخالفوں کو بھی برا لگا۔ یہ ان کی کشمیریت کے لئے ایک چیلنج تصور کیا گیا' اور وہ بے زار نظر آنے لگے۔ بارہ مولہ کے جلسئہ عام میں جگ جیون رام نے سابق مشرقی پاکستان کی فتح کا حوالہ بھی دیا۔ جس نے لوگوں کو جنتا پارٹی سے اور زیادہ بد ظن کر دیا۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے کیوں نہ سوچا کہ وہ کشمیر میں بول رہے ہیں نہ کہ دہلی یا کلکتہ میں' اور جلسے میں سامعین مقرر کے اشارے اور کنائے تک نوٹ کر لیتے ہیں۔ شاید مسٹر جگ جیون رام کو یہ خبر نہ تھی کہ تقسیم پاکستان اور سقوط ڈھاکہ کے واقعات سے کشمیریوں کے دل خون تھے وہ اس روز روئے تھے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے گھروں میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔

جنتا کے مرکزی سرخیلوں کی کشمیر میں سرگرمیوں کو دیکھ کر کشمیریوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اکیلے شیخ محمد عبداللہ کشمیریت اور اسلامیت کے پاسبان ہیں۔ اسی لئے جنتا قیادت ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ سیدھے سادے کشمیری عوام نے یہ بھی سوچا کہ شاید شیخ محمد عبداللہ کے ذہن میں کشمیر کی آزادی کا کوئی منصوبہ ہو گا۔ کشمیر میں جنتا لیڈر شپ اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے والے عوام بھی کچھ عجیب قسم کی خوش فہمیوں اور خود فریبیوں کا شکار تھے۔ وہ ہوائی قلعے خود بھی بنا رہے تھے۔ اور دہلی سے آئے ہوئے اپنے مہمانوں کو بھی ہوائی قلعے بنانے پر مجبور کر کے غلط راہ پر ڈال رہے تھے۔ وزیر اعظم ہند مرارجی ڈیسائی کشمیر کے دیہات کا الیکشن دورہ کر کے واپس سرینگر لوٹے۔ یہاں ۲۶ جون کو عوامی مجلس عمل کے سربراہ میر واعظ مولوی محمد فاروق نے وزیر اعظم کو اپنے گھر مدعو کیا۔ میر واعظ محمد فاروق کے عقیدت مندوں نے وزیر اعظم کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ اور عورتوں نے روائتی کشمیری میں ونہ ون (گانا) گایا۔ وہ گیت یہ تھا:۔

سبز دستارس نبیٔ چھوی راضی
پاکستانک غازی آد!

ترجمہ:۔ سبز دستار یعنی پگڑی رسول اللہ (صلعم) کو پسند ہے۔۔۔ دیکھو پاکستان کا غازی آگیا۔

یہ لوگ سبز ہلالی پرچم تھام کر وزیر اعظم کا عجیب و غریب استقبال کر رہے تھے۔ میر واعظ منزل کی دعوت کا حال دیکھ کر لوگ خاص کر دیہات کے عوام مولوی محمد فاروق سے اور زیادہ بے زار ہو گئے اور عبداللہ لہر اور بھی تند و تیز ہو گئی۔ آخر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جنتاپارٹی کے کشمیری لیڈروں کو اپنا مستقبل تاریک دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وزیراعظم سے درخواست کی کہ کشمیر میں پولنگ کو چند روز کے لئے موخر کیا جائے۔ لیکن وزیراعظم ہند نے اس قسم کی درخواست کرنے والوں کو یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ میں ہندوستان کی جمہوریت کو یوں داغدار نہیں کرنا چاہتا۔ اگر شیخ عبداللہ جیت جاتے ہیں تو کیا ہو گا۔ مجھے دکھ ضرور ہو گا لیکن میں ان کی کامیابی کو روک نہیں سکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ جو لوگ کشمیر میں انتخابات کا التواء چاہتے ہیں' وہ جا کر کسی دوسرے آدمی کو دلی میں میری جگہ بٹھائیں' پھر جو کچھ چاہیں کر لیں

دو زبردست ریلیاں

۲۷ جون کو نیشنل کانفرنس کی یوتھ ونگ یوتھ فیڈریشن نے سرینگر میں ایک بھیانک مظاہرہ کیا۔ جس میں ایک نوجوان کو میر واعظ مولوی محمد فاروق کے بھیس میں دکھایا گیا اور اس کے ہاتھ میں تسبیح رکھی گئی تھی۔ یہ نوجوان ایک گھوڑے پر سوار جلوس کے آگے آگے جا رہا تھا اور اس کے پیچھے ایک شخص اس کی مار پیٹ کرنے پر مقرر تھا۔ اور ۲۸ جون کو یوتھ فیڈریشن کے بے شمار کارکن گرفتار کر لئے گئے۔ ۳۰ جون کو مولوی محمد فاروق کی قیادت میں سرینگر میں جنتاپارٹی کے حامیوں کی زبردست جوابی ریلے ہوئی۔ جس میں مظاہرین نے شیخ محمد عبداللہ کی بیماری پر فقرے کسے اور تضحیک آمیز ڈرامے اور سوانگ پیش کئے۔ آخر میں شام کو پولو گراؤنڈ میں مولانا فاروق اور مولانا مسعودی نے ایک عظیم جلسے سے خطاب کیا' اور ایڈمنسٹریشن کے کردار کو جانبدار قرار دیا۔

شہر میں تصادم

جولائی کی پہلی تاریخ کو شہر کے اندرونی علاقوں میں' شیخ محمد عبداللہ اور مولوی محمد فاروق کے حامیوں میں زبردست تصادم ہوا۔ دکانیں بند ہو گئیں اور جامع مسجد مارکیٹ اور زینہ کدل میں متصادم گروپوں کو ہٹانے کے لئے پولیس نے اشک آور گیس کے گولے پھینکے۔ اسی دن سری نگر میں نیشنل کانفرنس کی طرف سے ایک اور زور دار مظاہرہ ہوا۔ جس میں کشمیر ہماری ماں ہے' اور شیخ صاحب ہمارے قائد ہیں۔" کے نعرے دیئے گئے۔ اور گول باغ میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں شیخ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

عبداللہ کے بستر علالت سے ان کا ایک صدا بند پیغام سنایا گیا۔ جس نے سامعین پر بے خودی اور بے نیازی طاری کر دی۔ مریض رہنما کی دھیمی آواز پکار رہی تھی: لوگو! ۳ جولائی ۷۷ء کو ۱۳ جولائی ۳۱ء کے شہداء کو یاد رکھو' اور اس ناپاک گٹھ جوڑ اور گھناؤنی سازش کے نرغے کو توڑ دو' جو کشمیری عوام کے خلاف ہو رہا ہے"۔ اس صدا بند پیغام کے بعد نیشنل کانفرنس کی کامیابی اور زیادہ یقینی ہو گئی۔

کانفرنسیوں کا جشن فتح

۳ جولائی ایت وار کو وادی اور لداخ میں ۴۲ سیٹوں کے لئے پولنگ ہوئی۔ اور ۴ جولائی کو نیشنل کانفرنس کی زبردست کامیابی کا اعلان ہو گیا۔ اس نے طرب وضرب کے مظاہرے جگہ جگہ منظم کئے ۵ جولائی کو سارے کشمیر میں نیشنل کانفرنسیوں کی طرف سے رقص و سرود اور مسرت و انبساط کے مظاہرے شروع ہو گئے جن میں مردوں' عورتوں کی الگ الگ یا مخلوط ٹولیوں نے بھرپور حصہ لیا۔۔ سری نگر اور وادی کے دوسرے علاقوں سے بازاروں' مکانوں اور دکانوں سے جنتا کے جھنڈے غائب کر دیئے گئے۔ اور جگہ جگہ ہل والا پرچم لہرایا گیا امیرا کدل میں جنتا پارٹی کے اولین حامی کے' ایم' ڈی کے دفتر پر بھی ہل والا پرچم لہرایا' اور ہیڈ کوارٹر پر این' سی نواز ڈرائیوروں کا قبضہ ہو گیا۔ ۵ جولائی کو ناقابل برداشت گرمی تھی۔ سورج اپنی پوری قوت اور حدت کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اسی حالت میں مردوں' عورتوں' لڑکوں' لڑکیوں کے ٹڈی دل کہیں پیدل اور کہیں گاڑیوں' بسوں یا جیپ گاڑیوں کی چھتوں پر رقص میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ ایک بے لگام سماں تھا۔ جس میں کسی کو بھی گرمی کی شدت کا احساس نہ تھا۔ مولوی محمد فاروق اور مولانا مسعودی کے پتلے بنا کر ان کو بجلی کے کھمبوں پر لٹکا کر جلایا جاتا تھا۔ ایک جلوس میں ایک نوجوان کو نقلی مولوی فاروق بنا دیا گیا تھا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے رقص و سرور کا مخلوط منظر اور دوسری قسم کی ناشائستہ حرکتیں حیا سوز تھیں۔ یہ طوفان کئی روز تک اسی طرح چلتا رہا۔ راتیں بھی جشن وطرب کا سماں پیش کر رہی تھیں۔ طرب و موسیقی کی محفلیں کئی کئی راتوں تک لگاتار جاری رہیں۔ رات کی سیاہی چھٹنے اور سورج کے طلوع ہونے کے بعد یہ محفلیں سڑکوں پر مظاہروں میں بدل جاتیں۔ مخالف لیڈروں کے خلاف گالم گلوچ کا شور سنائی دیتا۔ اور انارکی کا دور دورہ نظر آتا۔ پولیس چپ چاپ تماشہ دیکھ رہی تھی جنتا پارٹی کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حامیوں کی دکانیں اور بازار بند تھے۔ اور وہ غیر محفوظ علاقوں سے بھاگ کر محفوظ علاقوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ کیونکہ نہ صرف دن کے وقت بلکہ راتوں میں بھی چھراؤ اور لوٹ مار کی وارداتیں دہرائی جاتی تھیں۔ جنتا پارٹی کے حامیوں نے صرف بچھ گام میں مزاحمت کی ۔ جو جنتاپارٹی کے شیعہ حامیوں کا گڑھ تھا۔ یہاں چھراؤ کے بعد سری نگر سے بسوں کا آنا جانا معطل ہو گیا تھا۔ ۷ جولائی کو پولو گراؤنڈ میں نیشنل کانفرنس کی طرف سے ایک ریاست گیر عظیم اجتماع ہوا۔ یہ دوروزہ جشن مسرت کی اختتامی تقریب تھی جس میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ اپنی بیماری کے بعد پہلی بار درشن عام کے لئے گول باغ آ گئے۔ اور ووٹروں کا شکریہ ادا کیا۔۸ اگست کو شیخ محمد عبداللہ کے داماد نے الیکشن کے نتائج کو پاکستان نواز عناصر کی شکست قرار دیا۔

نیشنل کانفرنس کی کامیابی کے اسباب

نیشنل کانفرنس کی کامیابی کے بعض اسباب خود جنتا پارٹی کی ریاستی لیڈرشپ نے فراہم کر دیئے۔۔۔۔ کانفرنس کی انتخابی مہم پارلیمانی انتخابات کے ختم ہوتے ہی شروع ہو گئی تھی۔ اور اس کے کارکن دیہات میں جگہ جگہ گھوم کر ان پڑھ عوام سے قرآن پاک کے ذریعے حلف وفاداری لیتے رہے۔ انہوں نے ووٹروں کے قریب جا کر ان کے ساتھ پرسنل کینٹکٹ بڑھایا' اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ اسمبلی کا موجودہ الیکشن رائے شماری ہے۔اور اس کے ذریعے عوام کی آزادی اور غلامی کا آخری تصفیہ ہو جائے گا۔

شیخ محمد عبداللہ کی بیماری کے بہانے کانفرنسیوں نے عبادت گاہوں اور زیارت گاہوں کو اپنی سرگرمیوں کا محور بنالیا۔ اس بات کو خوب اچھالا گیا کہ جنتاپارٹی ایک غیر ریاستی تنظیم ہے۔ جس کی روح جن سنگھ ہے۔ اور عام کشمیری مسلمانوں میں جن سنگھ ایک قاتل اور غارت گر تنظیم کی حیثیت سے بہت ہی بدنام ہے۔

مولانا محمد فاروق اور جنتا پارٹی کے ملاپ نے مسئلہ الیکشن کو شیر بکرا سوال بنایا اور پرانی عصبیتیں اور عداوتیں عود کر آگئیں۔ جنتاپارٹی کے ریاستی یونٹ میں اوپر سے لے کر نیچے تک رسہ کشی زوروں پر تھی۔ جب کہ نیشنل کانفرنس شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں متحد اور منظم تھی۔ نیشنل کانفرنس نے اپنے امیدوار وقت پر نامزد کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دیئے۔ لیکن جنتا پارٹی اور جماعت اسلامی اپنے امیدواروں کو آخری وقت پر ہی نامزد کر سکے۔

پاکستان کے اندرونی حالات نے جماعت اسلامی کشمیر کو اور زیادہ کمزور کیا۔ اس کے خلاف پہلے ہی بداعتقاد جماعت ہونے کا پروپیگنڈا عام کیا گیا تھا۔ اور ان پڑھ عوام کے لئے یہ پروپیگنڈا کافی تھا۔ اس طرح جماعت کے امیدواروں کی ضمانتیں بھی ضبط ہو گئیں۔ نیشنل کانفرنس نے ریاست کے سارے مسلمان حصوں کو بتایا کہ کانفرنس بقول اس کے وہ واحد تنظیم ہے جو کشمیریت اور اسلامیت کو بچا سکتی ہے۔ اس طرح ووٹروں کے لئے نیشنل کانفرنس کو کامیاب بنانے کے بغیر کوئی دوسرا چارہ کار نظر نہ آیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شیخ عبداللہ۔۔ الیکشن کے بعد

اب وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ ریاست کے سب سے طاقتور انسان تھے۔ اس لئے نہیں کہ انہیں دوسرے وزرائے اعلیٰ کے مقابلے میں کچھ زیادہ فیصلہ کن اختیارات حاصل تھے اور وہ ہندوستان کے خلاف کوئی آئینی لڑائی لڑنے جا رہے تھے۔ اس وجہ سے کہ دہلی سے لے کر سری نگر تک ان کو ناکام بنانے کی کوشش کرنے والے خود شکست کھا گئے تھے۔ یہ ضروری تھا کہ شیخ محمد عبداللہ بیعت کرنے والے سیدھے سادے عوام کے جذبات کی ہاں میں ہاں ملاتے اور مرکزی حکمرانوں کو بھی کچھ اشارہ دیتے۔ وزیراعلیٰ ۱۲ اگست کو پہلی بار گاندربل تشریف لے گئے۔ یہاں انہوں نے ایک عوامی جلسے میں اپنی شعلہ بیانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اختیارات کو مرکز میں جمع کرنے کے نتائج اچھے نہیں نکلتے۔ یہ بات انتخابات میں مسز اندرا گاندھی کی شکست سے ثابت ہو گئی ہے۔ جس نے تمام اختیارات مرکز میں جمع کر لئے تھے۔ کشمیر ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے' اور اس میں سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہند اگر چاہتا ہے کہ ہم اس کے ساتھ رہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم ڈنڈوں کے ذریعے اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

نئی کشمیر اسمبلی میں کشمیر کا سوال

اگست ۷۷ء میں نئی کشمیر اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں نیشنل کانفرنس ایک طاقت ور جماعت کی حیثیت سے موجود تھی۔ جماعت اسلامی کے تنہا ممبر اسمبلی سید علی گیلانی نے گورنر کے ایڈریس پر شکریہ کی تحریک پر بحث کے دوران ایوان کے قائد وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اور اراکین قانون سازیہ کو مسئلہ کشمیر اور ہندو پاکستان کے وعدہ حق خود ارادیت کی طرف تفصیل کے ساتھ متوجہ کیا اور آخر میں یاد دلایا کہ اب جس پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی ہے۔ اسے عوام نے اسی اعتماد پر ووٹ دیئے ہیں کہ وہ ۴۷ء کی پوزیشن کو بحال کر کے ہندوستان کے ساتھ رشتے کی اس بنیاد کو از سر نو زندہ کرے گی۔ جس کی بنیاد پر ان کے ساتھ ریاست کا عارضی معاہدہ ہوا تھا۔ عارضی معاہدہ رائے شماری کے وعدے کے ساتھ مشروط تھا۔ اور جب یہ پوزیشن بحال ہو جائے گی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تووہ شرائط بھی پھر سے زندہ ہو جائیں گی' جو عارضی معاہدہ کے وقت بھارت کے ساتھ طے کی گئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ آج نگاہیں شیخ صاحب اور ان کی پارلیمانی پارٹی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔۔۔

گیلانی صاحب کی تقریر کے دوران شیخ صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ "نیشنل کانفرنس نے کبھی بھی ریاست کی خود مختاری کا نعرہ نہیں لگایا تھا' اور ۴۷ء میں ہمارا موقف یہی تھا کہ خود عوام ہی اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو ہمارا موقف منظور نہ تھا' اور وہ براہ راست الحاق چاہتے تھے۔ ہمارا موقف حق خودارادیت تھا۔ جس کا ہم کو موقعہ نہیں دیا گیا اور پاکستان نے ہم پر حملہ کیا۔ بعد میں جو حالات پیدا ہوئے ان سے سب واقف ہیں"۔

۱۳ ستمبر کو قانون ساز اسمبلی میں گورنر کے ایڈریس پر شکریہ کی تحریک پر بحث کا جواب دیتے ہوئے نائب وزیراعلیٰ مرزا محمد افضل بیگ نے کہا کہ میں نے یقیناً" اسلام آباد میں ۱۵ مئی ۷۷ء کو اپنی انتخابی مہم کے دوران کہا کہ موجودہ انتخابات اصلی رائے شماری ہیں اور وہ رائے شماری جس کا ذکر ہم لوگ پہلے کیا کرتے تھے اسی روز مر گئی' جس روز کشمیر اکارڈ ہوا۔ اور یقیناً حالیہ انتخابات ہی اصل رائے شماری تھے"۔

آزاد کشمیر پر وزیراعلیٰ کے خیالات

اب وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے آزاد کشمیر کو بھی اپنی گرفت میں لانے کی باتیں شروع کردیں۔ اور ان دنوں نیشنل کانفرنس کے عام حلقوں میں بھی آزاد کشمیر پر چڑھائی اور اسے پاکستان کے ہاتھ سے نکالنے کی باتیں شروع ہو گئیں۔ عوام میں یہ افواہ اڑ رہی تھی کہ شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کا پلان بن رہا ہے۔ بہرحال کشمیر اسمبلی میں شیخ محمد عبداللہ کے بیانات سے ان شبہات کو تقویت ملنے لگی۔ وزیراعلیٰ نے ایک سوال کے جواب میں اسمبلی کو بتایا کہ جموں وکشمیر کے ایک حصے پر پاکستان کے تسلط سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں۔ ان سے ہمیں زبردست مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ ریاستی سرکار' مرکزی سرکار اور خصوصاً وزارت خارجہ سے اٹھا رہی ہے۔ اور ہم انہیں درخواست کر رہے ہیں کہ اس مسئلہ کا کوئی حل ڈھونڈھ نکالا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر پر پاکستانی حملے کے وقت ۱۹۴۹ء میں جنگ بندی کا جو فیصلہ کیا گیا تھا۔ وہ صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

وقت جنگ بندی کا اعلان کیا گیا تھا۔ ہماری فوجیں مظفر آباد اور کوٹلی تک پہنچ چکی تھیں اور اس اعلان سے وہ بھی حیران و ششدر رہ گئیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ۴۹ء میں جنگ بندی کا فیصلہ نہ کیا گیا ہوتا تو ہم نے ریاست کے تمام علاقوں کو پاکستان کے قبضے سے آزاد کرلیا ہوتا' اور آج ہمیں مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا نہیں پڑتا جنگ بندی کی وجہ سے ہمیں نہ صرف اپنی پیش قدمی روکنی پڑی بلکہ اور بھی کچھ علاقوں سے دست بردار ہونا پڑا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں مرکزی لیڈروں کی نیک نیتی پر کوئی شبہ ہے۔ بلکہ یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اگر جنگ بندی کی غلطی نہ کی گئی ہوتی تو آج ہمیں مسائل کا سامنا نہ ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت تک ہمارے لئے مشکلات پیدا ہوتی رہیں گی جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس وقت ہمارے سامنے دو راستے ہیں ایک یہ کہ پاکستان کے زیر قبضہ علاقے پر اپنا دعویٰ ترک کریں۔ اور موجودہ صورتحال کو تسلیم کرلیں۔ دوسرا یہ کہ ہم ریاست کی اسی حیثیت اور صورتحال کو بحال کرانے پر زور دیں۔ جو اگست ۱۹۴۷ء میں تھی' اور پاکستان سے مذاکرات شروع کریں۔ جو کچھ بھی کرنا ہوگا۔ مسئلہ کو ہر صورت میں طے کیا جانا چاہئے"۔

مرکز کو وزیر اعلیٰ کا مراسلہ

۱۴ دسمبر کو اخباری اطلاع میں کہا گیا کہ وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے مرکزی حکومت کو ایک مراسلہ بھیج دیا ہے۔ جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ جموں و کشمیر کے "آزاد کشمیر" حصے کو کسی مزید تاخیر کے بغیر پاکستان کے قبضے سے آزاد کر دیا جائے۔ روزنامہ "اسٹیٹسمین" نئی دہلی نے یہ خبر دیتے ہوئے اشارہ دیا کہ اس سلسلے میں شیخ محمد عبداللہ امریکہ کی طرف سے مداخلت کے خواہش مند ہیں اور چاہتے ہیں کہ امریکہ آزاد کشمیر خالی کرانے کے لئے پاکستان پر دباؤ ڈالے۔۔ خط میں تحریر کیا گیا ہے کہ موجودہ کنٹرول لائن ایک غیر قدرتی لائن ہے۔ جس سے بہت سارے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف سے روزنامہ "انڈین ایکسپریس" کے کلدیپ نیئر نے ۲۶ جنوری کے ایکسپریس میں مسٹر واجپائی کے دورہ اسلام آباد کے پس منظر میں مشورہ دیا کہ "پاکستان کو کشمیر کے اس علاقے کے بارے میں جو اس کے قبضے میں ہے۔ مکمل یقین دہانی کی جانی چاہئے کیونکہ آزاد کشمیر کے مستقبل کے سوال پر شیخ محمد عبداللہ کے حالیہ بیانات کی وجہ سے اسلام آباد میں شکوک پیدا ہوئے ہوں گے۔ جن میں انہوں نے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

آزاد کشمیر کو ہند کا حصہ بنانے کے لئے کہا ہے۔ کلدیپ نیئر نے لکھا کہ شیخ محمد عبداللہ کو محسوس کر لینا چاہئے کہ آزاد کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے انڈیا کو جو جنگ لڑنی ہو گی اس کے وسیع اثرات نکلیں گے۔ کیونکہ بہت ساری طاقتیں اس حصہ کو پاکستان کا حصہ تصور کرتی ہیں۔ تین سال قبل شاہ ایران نے ایک انٹرویو دیتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ اگر ہند نے کوئی ایسا خطرہ مول لیا جس کا آئینی اور قانونی جواز ہے۔ تب بھی انڈیا بقیہ دنیا سے الگ ہو جائے گا۔ اور ایک مردہ سوال پھر سے زندہ ہو جائے گا۔ انہوں نے لکھا کہ ۱۹۴۷ء میں جنگ بندی کے سوال پر ڈیفنس منسٹری کی ایک غیر مطبوعہ کتاب "جنگ کشمیر کی کہانی۔۔۔" میں کہا گیا ہے کہ اگر ہندوستانی افواج آگے بڑھتیں تو وہ غیر ضروری آویزش اور ناچاقی میں پھنس جاتیں وہ جغرافیائی اور فوجی نکتہ نگاہ سے ایک ایسے خطہ زمین میں بند ہو جاتیں۔ جہاں کے لوگ اور جغرافیہ ان کے لئے ناساز گار تھے"۔

جب وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کو اس بات کا احساس دلایا گیا کہ آزاد کشمیر کو واپس لینے کی کوششیں مہنگی ثابت ہوں گی' اور اس کے عواقب بڑے خطرناک ہوں گے۔ اس کے علاوہ جب پاکستان کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق چین کے دورے پر گئے اور چین اور پاکستان کے لیڈروں نے مسئلہ کشمیر پر اپنے موقف کا اعادہ کیا' تو وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے بھی تنازعہ کشمیر پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کا تذکرہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک یہ حل نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت پاکستان اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہے اور خاموش ہے لیکن کل یہ مسئلہ ضرور اٹھ کھڑا ہو گا۔ ہند اور پاکستان کے درمیان کئی مسائل حل طلب ہیں کشمیر ان میں سے ایک ہے۔ دونوں ملکوں کو چاہئے کہ اس مسئلے کو آپسی بات چیت کے ذریعے حل کریں' اور کشمیری عوام کو کسی ایسی بات چیت میں شامل کرنا ضروری ہے کیونکہ بنیادی طور پر مسئلہ ہمارا ہی ہے"۔

چندی گڑھ میں وزیراعلیٰ نے ایک دوسرے انداز میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں میں مسئلہ کشمیر زندہ ہے۔ اور عالمی ادارہ جب چاہے اس مسئلے کو اٹھا سکتا ہے۔ وزیراعلیٰ نے کہا کہ ہند کے ساتھ کشمیر کا الحاق حتمی اور اٹل ہے۔ لیکن یہ سمجھ لیا جانا چاہئے کہ کشمیر کے کسی حصے نے نہیں بلکہ پوری ریاست نے ہند کے ساتھ الحاق کیا ہے اور پاکستان آزاد کشمیر پر ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پبلک سیفٹی آرڈیننس کے نفاذ کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کشمیر ایک سرحدی ریاست ہے' جہاں کئی اہم دفاعی تنصیبات ہیں' اور ہم ان تنصیبات کو خطرے میں ڈال کر ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ پیدا نہیں کرسکتے"۔

جموں میں ایک پریس کانفرنس میں وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ سے ان کے اس بیان پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا کہ کشمیر کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر وعدے کئے گئے ہیں لیکن ان وعدوں کو پورا نہیں کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہند اور پاکستان نے اس مسئلہ کو آپسی بات چیت کے ذریعے حل کرلینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور معاہدہ شملہ کے وقت دونوں ملکوں نے اس امر سے اتفاق کر لیا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات معمول پر آنے کے بعد اس مسئلے پر گفت و شنید کی جائے گی پاکستان کا خیال ہے کہ اس مسئلہ پر بات چیت کرنے کا وقت آگیا ہے لیکن ہند کو اس بات سے اتفاق نہیں اور اس کا خیال ہے کہ تعلقات معمول پر آنے کا عمل ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ جب ایک اخباری نمائندے نے وزیراعلیٰ سے کہا کہ بین الاقوامی وعدوں کو کچھ لوگ رائے شماری سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ایک وقت کشمیر میں رائے شماری کرانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر رائے شماری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ہند اور پاکستان نے اس مسئلے کو باہمی بات چیت سے حل کرنے کا وعدہ کیا اور اب اس نئے وعدے نے پرانے وعدے کی جگہ لے لی ہے"۔

۷ جولائی ۱۹۷۸ء کو وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے اپنی حکومت کا ایک سال پورا ہونے پر ایک اخباری کانفرنس بلائی جس میں انہوں نے ایک بار پھر مسئلہ کشمیر کا ذکر کیا اور اس تنازعہ کو حل کرنے کے لئے مسئلہ پر ایک بین الاقوامی معاہدہ کی ضرورت پر زور دیا۔ ایک سوال کے جواب میں وزیراعلیٰ نے کہا کہ جب تک ہند اور پاکستان کے درمیان کشمیر کا تنازعہ حل نہیں ہوتا اس وقت تک ہم اپنے آپ کو بیرونی خطرات سے محفوظ تصور نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان برابر کشمیر پر اپنا حق جتلا رہا ہے اور ابھی کل ہی جنرل ضیاء الحق نے کراچی میں اسلامی کانفرنس کی شروعات کشمیر کے ذکر سے کیں۔ عبداللہ نے کہا کہ ہند اور پاکستان شملہ میں اور بعد میں بھی کئی بار اس مسئلہ کو باہمی گفت و شنید سے حل کرنے کے ارادوں کا اظہار کر چکے ہیں اور پاکستان برابر اس کے ایک حصے پر ناجائز تسلط برقرار رکھے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۴۷ء میں یہاں کی جس سب سے بڑی جماعت نے ہند سے ریاست کے الحاق کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حمایت کی تھی پچھلے سال کے انتخابات میں ہماری فتح سے واضح ہو جاتا ہے کہ ریاستی عوام اس فیصلے سے مطمئن ہیں لیکن پاکستان برابر اس مسئلے کا ذکر کر رہا ہے اس لئے ہمیں اس وقت تک خطرات سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ کشمیر پر ایک بین الاقوامی معاہدہ نہیں ہوتا۔ تنازعہ تو آپس میں بات چیت کے ذریعے حل کیا جانا چاہئے۔ اور اس پر یو۔ این۔ او کی مہر بھی لگنی چاہئے۔ آخر معاہدہ شملہ میں بھی کشمیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں کیا کروں۔ اگر آپ کے منسٹر شملہ میں معاہدہ کرتے ہیں، اور اس میں کشمیر کا مسئلہ کیوں آتا ہے؟ شاہراہ قراقرم اور چین پاکستان دوستی پر ایک سوال کے جواب میں وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ آپ دانشمند ہیں خود سوچئے۔ ان چیزوں کو آپ نظرانداز نہ کریں۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو"

پنچائتی انتخابات

سال ہا سال کے انتظار اور التواء کے بعد آخر ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو کشمیر میں پنچائتی انتخابات کرائے گئے، اور گاؤں گاؤں میدان کار زار گرم ہوگیا۔ نیشنل کانفرنس اور اس کے مخالفوں کے درمیان اس روز گاؤں گاؤں، لاٹھیوں، کلہاڑیوں اور پتھروں کا آزادانہ استعمال ہوا جس میں بہت سارے لوگ زخمی ہو گئے، اور ایک آدمی اپنی جان سے بھی محروم ہو گیا نیشنل کانفرنس کو اسمبلی انتخابات کے بعد پہلی بار گاؤں گاؤں زبردست اور جارحانہ مخالفت کا سامنا ہوا، اور پہلی بار ووٹروں نے یہ تاثر دیا کہ اب عبداللہ لہر میں وہ پہلا سا زور وشور باقی نہیں ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پنچائتی انتخابات خفیہ بیلٹ سسٹم کی بنیاد پر نہیں بلکہ قدیم کھلے اور غیر مہذبانہ طریقے پر کئے گئے حکومت کے مخالفوں نے پولنگ بوتھوں پر کافی دباؤ ڈالنے کی کوششیں کیں۔ تاہم سرکاری ایڈمنسٹریشن اور پولنگ عملے کی دھاندلیوں کی وجہ سے بہت سارے مخالف امیدوار ہار گئے۔ ان انتخابات کے بعد دیہات میں گھریلو اور خاندانی جھگڑے شروع ہو گئے، اور حکمران پارٹیوں اور مخالف پارٹیوں کے کارکنوں نے رشتوں میں ایک دوسرے کی بہنوں پر اس ساری ہنگامہ آرائی کا نزلہ گرایا۔ رشتوں میں سیاسی رقابتیں علیحدگی اور ترک موالات تک پہنچ گئیں۔ ان انتخابات میں نیشنل کانفرنس، جماعت اسلامی، جنتا پارٹی اور کانگریس نے حصہ لیا۔ نیشنل کانفرنس کے بعض ناراض امیدواروں نے آزاد حیثیت میں طالع آزمائی کی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پبلک سیفٹی آرڈی ننس

کشمیری عوام کے بنیادی جمہوری حقوق اور شہری آزادیوں کو پامال کرنے کے لئے شیخ محمد عبداللہ کے زمانے میں جو پہلا فرمان جاری ہوگیا' وہ پبلک سیفٹی آرڈننس تھا۔ اس فرمان کی رو سے حکومت جموں وکشمیر نے ریاست کی سلامتی اور امن عامہ قائم کرنے کے بہانے اخبارات اور دیگر مطبوعات پر پابندیاں عائد کرنے اور لوگوں کو نظر بند کرنے کے لئے وسیع اختیارات سنبھال لئے۔ اسے گورنر ایل کے جھا نے ریاستی آئین کی دفعہ ۹۱ کے تحت جاری کر دیا۔ یہ فرمان ۲۹ اکتوبر کے غیر معمولی گزٹ میں شائع ہوا تھا اور نافذ العمل ہوگیا۔ گزٹ نوٹیفکیشن میں اس کا نام جموں و کشمیر پبلک سیفٹی آرڈننس ۱۹۷۷ء رکھا گیا ہے۔اس فرمان کے ذریعے حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ کسی بھی شخص کو اس کی نظر بندی کے وجوہات بتائے بغیر نظر بند کر سکتی ہے بشرطیکہ ان امور کا افشا کرنا مفاد عامہ میں خیال نہیں کیا گیا ہو نظر بند کو اس کا کیس کسی مشاورتی بورڈ کے سامنے رکھے بغیر دو سال تک نظر بند رکھا جائے گا۔ پہلے نظر بندی حکم کی میعاد گذر جانے یا منسوخ کئے جانے کے بعد دوسرے نظر بندی حکم کے اجراء پر کوئی روک نہیں ہے۔ یہ فرمان ریاست کے اندر شائع ہونے والے اخبارات کو بند کر سکتا ہے۔ اور بیرون ریاست سے آنے والے اخبارات کا داخلہ روک سکتا ہے۔ اگر سرکار یہ محسوس کرے کہ ان اخبارات میں شائع شدہ مواد ریاست کی سلامتی اور امن عامہ کے لئے ضرر رساں ہے۔ یہ فرمان ریاست کے ممنوعہ علاقوں میں کسی شخص کے بلا پرمٹ داخلے یا ممنوعہ علاقے کے ارد گرد گھومنے کو بھی خلاف قانون قرار دیتا ہے۔ کوئی بھی پولیس افسر یا سرکار کی طرف سے کوئی بااختیار شخص' کسی بھی آدمی کو ایسے ممنوعہ علاقے میں داخل ہونے' وہاں موجود ہونے یا وہاں سے روانہ ہونے پر تلاشی لے سکتا ہے اس قسم کی تلاشی کے لئے کسی شخص یا موٹر گاڑی یا ہوائی جہاز کو روکا جا سکے گا۔ اس دفعہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو دو ماہ کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ اس فرمان کی رو سے اگر حکومت ضروری محسوس کرے یا قرین مصلحت خیال کرے تو وہ ایک حکم کے ذریعے کسی بھی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شخص کے کسی خاص علاقے میں داخلے کو ممنوع قرار دے گی۔ خلاف ورزی کرنے والے کو تین ماہ کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ اس فرمان کی رو سے حکومت ایک عام یا خاص حکم کے ذریعے کسی علاقے میں کسی فوجی نوعیت کی مشق یا نقل وحرکت کو ممنوع قرار دے سکتی ہے یا اس کو محدود کر سکتی ہے' وہ کوئی کیمپ' پریڈ یا میٹنگ منعقد کرنے یا اس میں حصہ لینے کو ممنوع کر سکتی ہے۔ یا محدود کر سکتی ہے یا اس پر شرط عائد کر سکتی ہے۔ اس دفعہ کی خلاف ورزی کرنے والے کو چھ ماہ قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ ایک اور دفعہ کا تعلق کرفیو آرڈر کے نفاذ سے ہے' اور کرفیو آرڈر کی خلاف ورزی کرنے والے کو چھ ماہ قید تک سزا دی جا سکے گی اس آرڈی ننس کے تحت اگر کسی شخص کو ضرر رساں کارروائی کرنے کا قصور وار ٹھہرایا گیا تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ قابل اعتراض خبروں کی اشاعت پر کنٹرول کرنے سے متعلق دفعہ کی رو سے اگر حکومت کی رائے میں کوئی دستاویز جو آرڈی ننس سے پہلے یا بعد میں چھاپی گئی ہو یا شائع کی گئی ہو' کوئی ضرر رساں خبر شامل رکھتی ہو' تو حکومت ریاست کی سلامتی کے مفاد اور امن عامہ کے قیام کی خاطر یہ حکم دے سکتی ہے کہ ایڈیٹر' پرنٹر' پبلشر یا وہ شخص جس کے قبضے میں ایسی دستاویز ہو اس حکم میں مقررہ اتھارٹی کو ایسے شخص کے نام اور پتہ کے بارے میں مطلع کرے جو ایسی خبر دینے سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسی دستاویز اور اس کی نقل مقررہ اتھارٹی کے سپرد کرنے اور ایسی دستاویز اور اس کی ہر کاپی کو بہ حق سرکار ضبط کرنے کا حکم بھی دے سکتی ہے لفظ دستاویز میں گراما فون ریکارڈ' ساؤنڈ ٹریک اور دیگر کوئی چیز جس میں آواز کو بعد میں سنانے کے لئے ریکارڈ کیا گیا ہو' شامل ہے۔

نیشنل کانفرنس کی حکومت کے اس آرڈننس کے خلاف ریاست کی اپوزیشن پارٹیوں کے علاوہ غیر ریاستی مرکزی تنظیموں نے بھی سخت احتجاج کیا اور اسے ایک جابرانہ قانون اور بلا اعلان ایمرجنسی سے تعبیر کیا۔ وادی کو اس نے خوف زدہ اور دہشت زدہ کر دیا۔ کانفرنسیوں نے وادی کے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے دعویٰ کیا کہ یہ فرمان جموں کے انتہاپسندوں سے نپٹنے کے لئے ہے اور جموں کے عوام سے کہا کہ یہ پاکستان سے نمٹنے کی خاطر ہے۔ آخر ۱۵ نومبر کو ریاستی حکومت نے ایک قرطاس ابیض جاری کیا۔ جس میں کہا گیا کہ جموں وکشمیر ایک سرحدی ریاست ہے۔ جس کے کئی علاقے بیرونی ملکوں کے قبضے میں ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں ریاست کی سلامتی اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

امن و قانون کے لئے ایسے مسائل کا سامنا ہے۔ جو ملک کی کئی دوسری ریاستوں کو درپیش نہیں ہیں۔ ہماری سرحدوں کے علاوہ بعض بیرونی طاقتیں اور ان کی شہ پر کئی اندرونی عناصر وقتاً "فوقتاً" امن عامہ کو درہم برہم کرنے اور ریاست کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

جموں میں احتجاج

پبلک سیفٹی آرڈننس کے خلاف سب سے زیادہ موثر احتجاج جموں میں ہوا' یہاں مختلف پارٹیوں کی لوک سنگھرش سمتی قائم کی گئی۔ جس نے جموں شہر میں مظاہرے کرائے۔ ۲۷ نومبر کو سمتی نے ایک زبردست مظاہرہ کیا۔ اس روز وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اپنے وزراء کے ہمراہ الیکشن کے بعد پہلی بار جموں تشریف لائے اور ان کے بازاروں سے گذرنے کے موقع پر پروگرام بنایا گیا تھا۔ اس موقعہ پر سمتی اور کانفرنسیوں میں زبردست تصادم ہوا۔ جس میں پتھر چلے اور ایک دوسرے کے خلاف لاٹھیاں استعمال ہوئیں۔ کئی اشخاص جن میں وزیر خوراک غلام محمد شاہ بھی شامل تھے۔ زخمی ہو گئے۔ ایک اور اطلاع کے مطابق شیخ عبداللہ کی انگلی کو بھی چوٹ آئی۔ ۱۹۷۸ء میں چند ترمیموں کے بعد کشمیر اسمبلی نے اسے پاس کر دیا۔ اور اب یہ پبلک سیفٹی ایکٹ کی شکل میں ریاست پر لاگو ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہند پاک مذاکرات

۱۹۷۸ء کے اوائل میں ہندوستان اور پاکستان کی قیادتوں نے ایک دوسرے کے قریب آکر اپنے تمام تنازعات طے کرنے کے لئے کئی اقدامات کئے۔ دوستی اور اعتماد کو بحال کرنے کے لئے ہند کے وزیر خارجہ اٹل بہاری باجپائی پاکستان تشریف لے گئے' اور انہوں نے پاکستان کے چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے تقریباً" ساڑھے چار گھنٹے تک بات چیت کی' اس بات چیت پر مسئلہ کشمیر چھایا رہا۔ اس بات چیت پر رائے زنی کرتے ہوئے واجپائی نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات معمول پر آنے کے بعد مسئلہ کشمیر پر قطعی تصفیہ ہو جائیگا۔ اسلام آباد میں ایک اخباری کانفرنس میں انہوں نے کہا کہ دونوں ملکوں نے معاہدہ شملہ میں اس مسئلے کو حل کرنے کا عہد کیا ہے۔ اور جنتا حکومت معاہدہ شملہ سمیت دونوں ملکوں کے درمیان تمام دوسرے معاہدات کی پابند ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذاکرات کے دوران پاکستان نے شملہ معاہدے کی روشنی میں مسئلہ کشمیر اٹھایا' اور ہم نے نہایت دوستانہ ماحول میں اس پر بھی بات چیت کی لیکن میرے مختصر دورے میں تیس برس سے لٹکتے ہوئے اس مسئلہ پر تصفیہ ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ مسٹر باجپائی نے کہا کہ ہند پاک تعلقات معمول پر آنے کے بعد مسئلہ کشمیر پر حتمی فیصلہ ہو جائے گا۔ لیکن اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

اس کے چند روز بعد پاکستان کے چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات معمول پر لانے کے لئے مسئلہ کشمیر کا حل کرنا ضروری ہے۔ امریکی اخبار نویسوں کے ایک گروپ کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہند اور پاکستان کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کا عمل جاری ہے ۔ لیکن اس سلسلہ میں دوسرے امور کے ساتھ ساتھ مسئلہ کشمیر کا حل کرنا بھی ضروری ہے۔ پاکستان گذشتہ تیس برس سے یہ کوشش کر رہا ہے کہ اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کی ان قرار دادوں کے مطابق حل کیا جائے جن میں کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء کو دریائے چناب پر زیر تعمیر سلال پروجیکٹ پر معاہدہ ہونے کے بعد آغا شاہی وزیر خارجہ پاکستان نے نئی دہلی کی پریس کانفرنس کو بتایا کہ مجھے یقین ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان صرف ایک ہی تنازعہ حل ہونا باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ شملہ معاہدہ کے تحت ہندو پاکستان کے درمیان کشمیر کا مسئلہ جلد از جد طے ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس علاقے میں حقیقی امن و استحکام اور تعاون کی فضا قائم نہیں ہو سکتی۔ اس مسئلہ پر اعلیٰ سطح پر بات چیت ہو گی۔ جس پر دونوں فریق متفق ہو گئے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

امریکہ عبداللہ خفیہ مذاکرات

راک فیلر اور شیخ عبداللہ

اپریل ۱۹۷۸ء کے اواخر میں نیویارک کے گورنر مسٹر راک فیلر کشمیر تشریف لائے اور یہاں پہنچ کر انہوں نے وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ سے بھی ملاقات کی۔ ملاقات کیا ہوئی' اس کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا گیا۔ لیکن کمیونسٹوں نے اس ملاقات کو قابل اعتراض قرار دے کر اس پر سخت واویلا کرنا شروع کیا۔ انہوں نے راک فیلر کے دورہ کشمیر اور شیخ عبداللہ کے ساتھ ان کی بات چیت کو سوویت روس کے خلاف اور کشمیر کو تقسیم کرنے کی ایک سازش قرار دیا۔ یہاں تک کہ کمیونسٹ ایم پی بھوپیش گپتا نے راجیہ سبھا میں بتایا کہ شیخ محمد عبداللہ سے اس ملاقات پر وضاحت لی جانی چاہئے گپتا نے کہا کہ امریکہ برصغیر سے روس کا اثر و رسوخ مٹانے کے لئے ہند اور پاکستان کو ایک دوسرے کے قریب لانا چاہتا ہے اور راک فیلر اور ان کی ٹیم کشمیر کے تنازعے کو حل کرنے کے لئے ہند پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ راک فیلر کا مشن یہ ہے کہ ہند میں امریکہ کی لابی قائم کی جائے۔ جو امریکی نکتہ نظر کی تائید و حمایت کرے۔ انہوں نے مانگ کی کہ حکومت کو کشمیر کے بارے میں اپنی پالیسی کی وضاحت کرنی چاہئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ۱۹۵۰ء کے ان خفیہ مذاکرات کو ۲۸ سال بعد منظرعام پر لایا جو اس وقت کے وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ اور ہند میں مقیم امریکی سفیر کے درمیان خفیہ طور پر ہوئے تھے۔

۱۹۵۰ء میں وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ اور امریکی حکومت کے درمیان کچھ خفیہ مذاکرات ہوئے تھے۔ یہ رازدارانہ گفت و شنید خود آنجہانی وزیراعظم جواہر لال نہرو کے ساتھ بھی جاری تھی۔ اس بھید کا انکشاف خود امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے جولائی ۱۹۷۸ء میں ۲۸ سال کے بعد کیا۔ جب کہ وہ ۱۹۵۰ء کے کاغذات کی ترتیب نو کر رہے تھے۔ ان انکشافات کی رو سے بھارت میں مقیم تب کے سفیر مسٹر لائے ہینڈرسن نے ۲۹ ستمبر ۵۰ء کی دوپہر کو امریکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ کو مندرجہ ذیل برقی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

معلومات ارسال کیں۔

"کشمیر میں اپنے قیام کے درمیان میں نے وزیراعظم شیخ محمد عبداللہ کی استدعا پر ان کے ساتھ دو خفیہ مذاکرے کئے۔ مذاکرات کے دوران میں انہوں نے بظاہر بے تکلفی کے ساتھ میرے ساتھ کشمیر کے مستقبل کے بارے میں اپنے کچھ مسائل اور نظریات زیر بحث لائے انہوں نے قابل غور اصرار کے ساتھ وہ سب کہانیاں مسترد کیں، کہ وہ کمیونسٹ نواز، سوویت روس نواز مغرب مخالف یا امریکہ مخالف ہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ ان کی کابینہ میں دو کمیونسٹ ہیں۔ لیکن حالیہ انتخابات میں انہیں شکست ملی، جس کی وجہ سے مجھے ان کے لئے متبادل حلقوں کا بندوبست کرنا پڑا تھا۔ فی الوقت میں ان کمیونسٹوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی طاقت میں نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ اس طرح نیشنل کانفرنس کے مخالف ہو جائیں گے۔ جس طرح چینی کمیونسٹ ،کو منتانگ کے مخالف بنے تھے مسئلہ کشمیر حل ہونے تک مجھے ان کے ساتھ چلنا ہوگا۔ مجھے مجبوراً" بعض بڑی جاگیرداریاں بلا معاوضہ ختم کر دینی پڑیں۔ بجائے اس کے کہ میں کمیونسٹوں کو اس کا کریڈٹ لینے کا موقعہ دیتا۔ میں کمیونزم کے خطرے سے ناواقف نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس خطرے کامقابلہ کرنے کے لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ بہترین ہے۔ ذاتی طور پر مجھے کشمیر کے اقتصادی مستقبل کے بارے میں کوئی امید نہیں ہے چاہے یہ ہند کے ساتھ رہے یا پاکستان میں شامل ہو، یا خود مختار رہے۔ جب تک نہ اس کو امریکہ کی دوستی اور اقتصادی تعاون حاصل ہو..... کشمیر کے مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبداللہ نے زور دار طریقے پر تکرار کیا کہ میری رائے میں یہ یقین کرنے کے لئے وجوہات موجود ہیں کہ آزاد کشمیر کے بعض لیڈر بھی خود مختاری کے خواہاں ہیں۔ اور اس سلسلے میں اپنا تعاون نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کو دینے پر آمادہ ہیں۔ بشرطیکہ کسی مناسب موقعے سے پتہ چلے کہ اس قسم کا تعاون خود مختاری کے حصول پر ختم ہو۔۔۔۔ کشمیری عوام یہ نہیں سمجھ سکے کہ آخر اقوام متحدہ نے کشمیر کو خود مختار رکھنے کا امکانی حل کیوں لگاتار نظرانداز کیا۔؟ جب کہ اس نے فلسطین کو خود مختار قرار دینے کے لئے ایک اسپیشل اسمبلی منعقد کی۔ حالانکہ فلسطین رقبے اور آبادی کے لحاظ سے کم تر اور اقتصادی اعتبار سے کشمیر کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے۔ کشمیری عوام کی اپنی ایک زبان اور اپنا ایک کلچرل پس منظر ہے۔ کشمیر کے ہندو رواج اور روایات کے لحاظ سے بھارتی ہندوؤں سے کافی مختلف

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہیں' اور یہاں کے مسلمانوں کا انداز فکر اور پس منظر پاکستانی مسلمانوں سے مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہندو اقلیت کی موجودگی کے باوجود کشمیر کی آبادی ہم نسل ہے۔ جب میں نے شیخ عبداللہ سے دریافت کیا کہ کیا کشمیر ہند اور پاکستان کی دوستانہ حمایت کے بغیر ایک مضبوط خود مختار ملک بن سکتا ہے۔ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ شیخ عبداللہ کی رائے میں ایک خود مختار کشمیر صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے۔ جب اسے ہند اور پاکستان دونوں کی دوستی حاصل ہو' ہند اور پاکستان خود بھی آپس میں دوست بن کر رہیں اور امریکہ' اقوام متحدہ کے ذریعے یا براہ راست اپنی سرمایہ کاری یا اقتصادی امداد کے ذریعے کشمیر کو اپنے شان دار ذرائع پیداوار میں ترقی دلانے کے قابل بنائے۔ ہندوستان کے ساتھ رہ کر آنے والے زمانے میں کشمیری عوام کی خستہ حالی' خوشحالی میں بدل نہیں جائے گی۔ ہندوستان میں اتنے زیادہ علاقے فوری معاشی ترقی کے محتاج ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ کشمیر کو مقابلتاً" بہت کم توجہ مل جائے گی۔ پھر بھی ترجیحی لحاظ سے کشمیر کو ہندوستان میں رہنا چاہیے نہ کہ پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہیے۔ کیونکہ فرسودہ قرآنی نکتہ نظر رکھنے والی حکومت کے تسلط میں جانا کشمیر کے لئے تباہ کن ثابت ہو گا"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

شملہ مذاکرات اور سمجھوتہ

پاکستان کی اپوزیشن جماعتوں کا پہلے ہی یہ الزام تھا کہ ۱۹۷۲ء کے ہند پاک شملہ مذاکرات میں مسٹر بھٹو اور مسز اندرا گاندھی کے درمیان کوئی خفیہ مفاہمت ہوئی ہے۔ مسٹر بھٹو نے اپنے عہد حکومت میں اس قسم کے الزامات کو غلط بتایا تھا۔ لیکن اپریل ۱۹۷۸ء میں اس الزام میں ایک سنجیدہ عنصر داخل ہو گیا جب ہندوستان کے وزیر خارجہ اٹلی بہاری واجپائی نے سابق وزیراعظم مسز اندرا گاندھی پر یہی الزام عاید کیا۔ کہ اس نے شملہ میں بھٹو کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کیا تھا۔ واجپائی نے دعویٰ کیا کہ شملہ دستاویزات کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ کے بیان سے بھارت اور پاکستان کے سیاسی اور صحافتی حلقے چونک اٹھے اور پاکستان و ہندوستان دونوں جگہ اخبارات نے اس پر حاشیہ آرائی شروع کی۔ ہندوستان میں سابق وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اس کی تردید کی۔ لیکن سرکردہ کالم نویس کلدیپ نیئر نے " انڈین ایکسپریس " مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء میں " کیا ایک خفیہ پیکٹ ہوا تھا۔۔۔؟ " کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا۔ جس کا اردو ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔:

" یہ وقت ہی بتائے گا کہ کیا ۱۹۷۲ء کے شملہ چوٹی مذاکرات میں اندرا گاندھی اور ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان مسئلہ کشمیر پر کوئی خفیہ معاہدہ ہوا تھا یا مفاہمت ہوئی تھی اگر انڈر سٹینڈنگ یہ تھی کہ دونوں نے یہ بات تسلیم کی تھی کہ کشمیر کی موجودہ جنگ بندی لائن ہند اور پاکستان کے درمیان تقسیم کی مستقل لائن قرار ہو تو اس سلسلے میں یہ یقین کرنے کے لئے وجوہات موجود ہیں کہ اس جیسا کچھ نہ کچھ واقعہ ہوا ہو گا"۔

" مجھے یاد ہے کہ جب میں نے شملہ کانفرنس سے چار ماہ پہلے ۲۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو راولپنڈی میں مسٹر بھٹو سے ایک انٹرویو لیا' تو ان کا ذہن کشمیر کو سرد کرنے کی جانب کام کر رہا تھا۔ انٹرویو جو ٹیپ ریکارڈ کیا گیا تھا' میں مسٹر بھٹو نے کہا " آج میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ تم اپنی پوزیشن مانو اور ہم اپنی پوزیشن مانیں۔ تم اپنی یہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پوزیشن قائم رکھو کہ کشمیر ہند کا اٹوٹ حصہ ہے ان دو پوزیشنوں کے درمیان مسئلہ کو سرد کرنے اور تناؤ کو گھٹانے کے لئے کافی جگہ موجود ہے"۔

اس کے بعد مسٹر بھٹو نے تجویز کی

" ہم جنگ بندی لائن کو امن کی لائن بنا سکتے ہیں۔ کشمیر کے لوگ دو ملکوں کے درمیان آزادی کے ساتھ گھومیں۔ ایک بات کے وقوع میں آنے کے بعد دوسری بات واقع ہو گی' کیوں میرے یا مسز گاندھی ہی کا مقدر ہو کہ ہم ہر معاملہ آج خود نپٹائیں ہمارا کام یہ ہے کہ ہم صحیح سمت حالات کو گردش پر لگائیں"۔

میں نے ان سے ایک خاص سوال پوچھا کہ کیا وہ کشمیر کی جنگ بندی لائن کو ایک مستقل بین الاقوامی سرحد تسلیم کرلیں گے۔۔؟ تو مسٹر بھٹو نے جواب دیا کہ :۔

" ہم دو ممالک کے درمیان کشمیریوں کی نقل وحرکت آسان کرلیں اور فی الوقت معاملہ یہیں پر چھوڑیں۔ ہم جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اگر حالیہ جنگی مسائل کا حل نکالنے کے بعد' ہم نے اس معاملے پر بحث کرنا محسوس کر لیا' پھر ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ ہم عالمی انجمنوں اور اقوام متحدہ کے ہاں نہ گھومیں"۔

میں نے مسٹر بھٹو سے پوچھا کہ کیا وہ کشمیر پر ٹریسٹی ٹائپ حل منظور کریں گے؟ " معاہدہ ٹریسی ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی رو سے ٹریسٹی کا آزاد حصہ موجودہ حد بندی کے تحت' معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اٹلی اور یوگوسلاویہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ معاہدے کی رو سے طرفین میں آزاد سفر کی سہولیات کی گارنٹی بھی دی گئی تھی۔ مسٹر بھٹو نے جواب دیا کہ۔۔

" میں جزوی طور پر ٹریسٹی پر سوچ رہا تھا"۔ انہوں نے اس سلسلے میں مزید کچھ کہنے سے گریز کیا سوائے اس بات کے کہ " میں نے آپ کو اپنے ذہن میں جھانکنے کا موقع دیا ہے' اگر میں اس کے بارے میں اور زیادہ کچھ کہوں یا اگر ہم اس میں اور زیادہ گہرا چلے گئے تو آپ ہمارے ہاں بھی ان سنگھیوں کو پائیں گے۔ جو یہ کہنا شروع کریں گے " دغا" اور اسی قسم کی دوسری باتیں مختصر الفاظ میں جو کچھ آپ کو کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں اور دوسری عالمی نظیریں precedents زیر نظر رکھتے ہوئے ہم حرکت کا آغاز کر سکتے ہیں' اور مجھے یقین ہے کہ حرکت کرنے کے لئے کافی جگہ موجود ہے"۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

واپس وطن لوٹنے پر میں نے یہ باتیں مسز اندرا گاندھی اور وزارت خارجہ کے پالیسی پلاننگ چیف مسٹر ڈی ' پی در سے کہیں۔ مسٹر بھٹو اور اندرا گاندھی کی چوٹی کانفرنس کے لئے دونوں ملکوں کے پاس دو مختلف ڈرافٹ تیار تھے۔ مسٹر در اور مسٹر عزیز احمد نے ان کا تبادلہ مری میں کیا۔ ہندوستان کے ڈرافٹ میں پہلا جز یہ تھا۔۔۔" پائیدار امن کے اجزاء"۔۔۔ اور پاکستان کے ڈرافٹ میں " (بنگلہ دیش" کی جنگ کے نتائج کا خاتمہ اور امن کی طرف واپسی "۔

دونوں مسودوں میں چند مشترکہ نکات کے باوجود ترجیحات مختلف تھیں۔ بھارت ایک " پائدار امن" کے حصول کے لئے مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کے لئے طے کرنا چاہتا تھا۔ مسٹر عزیز احمد نے اس اپروچ سے اتفاق نہیں کیا۔ لیکن مسٹر بھٹو نے اتفاق کیا' اور چوٹی کانفرنس کا بندوبست ہوگیا۔ اسلام آباد میں مسٹر در کے ساتھ مسٹر بھٹو نے ایک ملاقات کے دوران کہا کہ میں چوٹی کانفرنس میں مسئلہ کشمیر پر مسز اندرا گاندھی کے ساتھ مفصل بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس مکالمے میں مسٹر بھٹو نے پنڈت نہرو کے ساتھ لندن میں نومبر ۱۹۶۱ء میں ایک ملاقات کا حوالہ دیا اور کہا پنڈت نہرو نے اس وقت مجھے کہا تھا:۔

" زلف ! میں جانتا ہوں کہ ہمیں کشمیر کا حل تلاش کر لینا چاہئے۔ لیکن ہم ایک ایسی حالت میں پھنس گئے ہیں جس سے ہم چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک نہ ہم اپنے اپنے ملکوں میں اپنے اپنے سماجی نظاموں اور صورتوں کو نقصان پہنچائیں"۔

شملہ میں مسئلہ کشمیر پر چوٹی سطح اور افسروں کی سطح پر بحث و مباحثہ ہوا۔ مذاکرات کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ جب مسز گاندھی کے پرسنل سیکرٹری مسٹر۔ پی این ہکسر نے دھاگے کو اس جگہ پکڑا جہاں مسٹر در نے اسے چھوڑا تھا' تو اس نے مسٹر عزیز احمد سے سوال کیا کہ اگر چین اور امریکہ جیسی مختلف الخیال اقوام ایک دوسرے کے قریب آ سکتی ہیں۔ ہند اور پاکستان کے لئے ایسا کیوں ناممکن ہے ؟ مسٹر ہکسر نے کہا کہ دونوں طرف کے ضروری ذرائع ترقیات کے بجائے دفاع پر صرف ہو رہے ہیں۔ انڈیا نے مسئلہ کشمیر کو زیر بحث لاتے ہوئے کہا کہ کم سے کم یہ اعلان کیا جانا چاہیے کہ جنگ بندی لائن امن کی لائن ہو گی' جیسا کہ مسٹر بھٹو نے تجویز کیا تھا لیکن مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ پاکستانی عوام ہم پر شک کریں گے اگرچہ ہم مسئلہ کشمیر کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تمہید ہی زیر غور لائیں۔ مسٹر بھٹو نے بھی قریب قریب اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان معاملات پر جلدی کیوں ہو؟ میری رائے میں بعض اوقات جلد بازی سے مسائل برباد کئے جاتے ہیں۔ یہ فرض ہم پر ہی کیوں عائد ہو کہ تمام مسائل حل کئے جائیں"۔ لیکن مسٹر بھٹو نے اس سے بھی زیادہ کچھ کہا کہ "میری پیٹھ دیوار کی طرف ہے۔ میں اس سے زیادہ رعائتیں نہیں دے سکتا ہوں"۔

جب انڈیا نے ٹریسٹی ایگریمنٹ کا حوالہ دیا' تو مسٹر بھٹو نے کہا کہ اس معاہدے نے اصولی طور پر دونوں ملکوں (یوگو سلاویہ اور اٹلی) کا موقف تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن میرا استدلال یہ ہے کہ مجھے آج اور یہاں مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کی بات چیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ کیونکہ میں اس وقت کوئی فارمولا اپنے عوام کو بیچ نہ سکوں گا۔

وہ ان بنیادوں پر کسی معاہدے کے خلاف نہ تھا۔ لیکن وہ پاکستان کے عوام کے مخالفانہ رد عمل سے ڈرتا تھا۔ مثلاً" انہوں نے کہا کہ شملہ معاہدہ پاکستانیوں کی نگاہ میں شک آور چیز بنے گی۔

یہ ممکن ہے کہ مسٹر بھٹو نے اس وقت مسز گاندھی کو بتایا ہو گا کہ میں کم و بیش جنگ بندی لائن سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن یہ انڈر سٹینڈنگ اس وقت عوام کی نوٹس میں نہیں لائی جائے' کیونکہ اس وقت اسے رقبہ واپس مل رہا تھا۔ لیکن نوے ہزار جنگی قیدی نہیں ممکن ہے کہ آج مسٹر بھٹو یہ دعویٰ کریں کہ میں نے یہ ساری باتیں کشمیر کے بارے میں اس لئے کیں کیونکہ میں شملہ سے خالی ہاتھ پاکستان نہیں لوٹنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے ریمارکس اس بات کے غماز ہیں کہ بات کچھ اس سے بھی زیادہ تھی۔ جو اعلان میں نہ آگئی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہندوستان ہمیشہ ہی مسئلہ کشمیر کو موجودہ جنگ بندی لائن کے ارد گرد حل کرنے کا خواہاں رہا ہے۔ ایک وقت ہندجموں کے پونچھ اور میرپور کے علاقوں کو پاکستان کے سپرد کرنے کے لئے تیار تھا تاکہ ایک مستقل حل نکالا جائے۔ جنوری ۱۹۵۵ء میں وزیراعظم نہرو اور گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد نے اس پر اتفاق کیا تھا۔ مئی ۱۹۶۳ء میں جب مسٹر سورن سنگھ نے مذاکرات کا دھاگہ پکڑا' تو شاستری نے کہا کہ انڈیا مسئلہ کشمیر کا دائمی حل دریافت کرنے کے لئے جنگ بندی لائن میں تبدیلیاں کرکے پاکستان کو کچھ اور علاقہ دینے کے لئے تیار ہے۔

معاہدہ شملہ کے کئی ماہ بعد ایک انٹرویو میں وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مجھے بتایا کہ میں نہ صرف کشمیر کے دونوں طرف بلکہ ہند اور پاکستان کے دونوں طرف نرم سرحدوں کی خواہاں ہوں۔

پھر بھی کچھ لوگ کہیں گے کہ ان تمام باتوں سے کسی خفیہ پیکٹ کا اشارہ کیسے ملتا ہے۔ اگر کوئی انڈر سٹینڈنگ ہوئی ہو گی' تو اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ مسز اندرا گاندھی نے ۳ روز قبل کو چین میں کہا اگر اس قدر خفیہ کوئی انڈر سٹینڈنگ ہوئی ہے' پھر انہیں اس کا اظہار ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہئے" یہ جملہ بالکل ہی اہم ہے "۔۔

دسمبر ۱۹۸۱ء میں بھارتی صحافی اجیت بھٹاچاریہ نے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سے ایک طویل انٹرویو لیا' جو انگریزی رسالے ہفت روزہ " سنڈے" دہلی میں شائع ہوا۔ معاہدے کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صدر پاکستان نے کہا:

"۱۹۷۱ء میں ہمارے ہندوستانی دوستوں کے مطابق پاکستان کا سائز چھوٹا کر دیا گیا' لیکن میرے خیال میں پاکستان کو آدھا کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان شملہ معاہدہ ہوا جو اگرچہ سابق وزیراعظم کے دور میں وجود میں آیا۔ لیکن اسے موجودہ پاکستانی حکومت تسلیم کرتی ہے۔ یہ معاہدہ کن حالات میں طے پایا تھا ہمیں آج تک اس کا علم نہیں۔ ہمیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے بعد شملہ معاہدے کے دوران کیا بات چیت ہوئی "۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ صدر محمد ضیاء الحق نے کہا:۔

" کوئی باضابطہ ریکارڈ نہیں ہے۔ وزارت خارجہ کے افسران اور صحافی جو لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے ان سب سے معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کا کہنا بس یہ ہے کہ ہاں ہم لوگ مذاکرات کے وقت موجود تھے' اندرا گاندھی نے یہ کہا' بھٹو نے یہ کہا' نیز یہ کہ مسز گاندھی سمجھوتے کے موڈ میں نہیں تھیں اور مسٹر بھٹو ریز رو تھے' صورت حال یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے اپنے سامان پیک کر لئے اور واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن اچانک آخری لمحات میں کوئی غیر معمولی بات ہوئی' یہ بات کیا تھی ہمارے علم میں نہیں ہے' یہ بات یا تو مسٹر بھٹو کے علم میں تھی جو اب موجود نہیں رہے یا مسز اندرا گاندھی کے علم میں ہو گی۔ جو آپ کے یہاں موجود ہیں' لیکن بہرحال میں نے اس معاہدے کو برقرار رکھا"۔ (ترجمہ ہفتہ وار " دعوت " دہلی ۲۶ دسمبر ۱۹۸۱ء)

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھٹو لہر اور سانحہ کشمیر

آغاز

مارچ ۱۹۷۸ء کے دوسرے پندرہ واڑے میں ہندوستان کے زیر نگین کشمیر کے مسلمان علاقے ایک خوف ناک بھٹو نواز لہر کی گرفت میں آ گئے یہ عبداللہ نواز لہر سے کہیں زیادہ ڈراؤنی' خونخوار اور بے رحم تھی۔ جو جون' جولائی ۱۹۷۷ء کی الیکشن مہم کے دوران کشمیر کے مسلمان علاقوں میں شیخ محمد عبداللہ کے حق میں اور جنتا پارٹی کے خلاف اٹھی تھی' بھٹو نواز لہر کے دوران ہونے والے غضب ناک عوامی مظاہرے لاہور ہائی کورٹ کے فل بینچ کے اس فیصلے کا رد عمل تھے۔ جس نے نواب محمد احمد خان کے شور انگیز مقدمہ قتل میں پاکستان کے سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو قتل کا مجرم قرار دے کر انہیں سولی پر چڑھانے کا حکم سنایا تھا۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مشتاق حسین اور چار دوسرے ججوں نے بہ اتفاق رائے ذوالفقار علی بھٹو اور دوسرے چار ملزموں کو پھانسی کے ذریعے واجب القتل قرار دیا تھا۔

اس فیصلے کے خلاف عوامی غیض و غضب کا اظہار کرنے کے لئے دو روز تک سری نگر میں طلبہ اور وکلاء کے جلوس نکلے اور جلسے ہوئے لیکن کشمیر کی دیہی آبادی اور بڑے بڑے قصبوں میں ۱۸ مارچ ۷۸ء سے ۲۵ مارچ ۱۹۷۸ء تک حکومت پاکستان' لاہور ہائی کورٹ کے ججوں اور پاکستان قومی اتحاد کے خلاف نفرت اور ملامت کے زور دار جھکڑ چلے۔ جنہوں نے ان پڑھ اور پڑھے لکھے لوگوں' عالموں اور جاہلوں کو یکساں طور پر اپنے ساتھ بہایا۔ آزاد کشمیر پر چڑھائی کے نعرے دے گئے اور داڑھی کی تضحیک عام ہو گئی۔ کچھ لوگوں نے ڈر سے اور بعض نے احتجاج کے طور پر داڑھیوں کو منڈوادیا اور کسی کسی نے دھمکی دی کہ اگر بھٹو صاحب کو سولی پر لٹکایا گیا' تو وہ اسلام کے دائرے سے نکل کر کسی دوسرے دائرے میں داخل ہو گا۔

چند روز بعد ریاست کے وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ سرینگر تشریف لائے تو انہوں نے پاکستان کے تازہ ترین واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ۷۴ء میں بھارت کے ساتھ ان کے الحاق کا فیصلہ آج درست ثابت ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ "مسٹر بھٹو کے حق میں اور جنرل ضیاء الحق کے خلاف کشمیریوں کے مظاہرے تو سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ لیکن صدر کارٹر کے پتلے جلانا اور ان کے خلاف نعرے بلند کرنا کیا معنی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رکھتا ہے ؟ یہ کمیونسٹوں کی سازش ہے "۔ اور جب ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف کانگریسیوں نے التواء کی تحریک پیش کی تو وزیراعلیٰ نے ایوان کو بتایا کہ اب آپ نے مظاہرے کرکے اپنا حق ادا کیا ہے۔ ایک بیرونی ملک کے ناطے ہم پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے اور بین الاقوامی قواعد اور نظائر کی رو سے ایک ملک دوسرے ملک کے اندر صرف اسی حکومت کو مان سکتا ہے۔ جس کا حالات اور عوام پر موثر کنٹرول ہو۔ پاکستان کی موجودہ حکومت کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا خود وہاں کے عوام کا کام ہے۔ مسٹر بھٹو نے سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر لی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر بھٹو کو اپنے ملک کی عدلیہ کا احترام ہے' اور اگر سپریم کورٹ نے بھی مسٹر بھٹو کے خلاف فیصلہ دیا' تو آپ کیا کر سکتے ہیں سوائے اس بات کے کہ آپ کھڑے ہو کر مغفرت کی دعا کریں"

سپریم کورٹ کی توثیق کے خلاف مظاہرے

لاہور ہائی کورٹ میں سزائے موت کا فیصلہ سن لینے کے بعد مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے سپریم کورٹ سے اپیل کی کہ لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دے کر انہیں بری کیا جائے۔ اب کشمیر کے عوام سپریم کورٹ کی کارروائیوں کی طرف متوجہ رہے' آخر کار ۶ فروری ۷۹ء کو سپریم کورٹ کے فل بینچ نے چیف جسٹس انوار الحق کی قیادت میں ۳ کے مقابلے میں ۴ ججوں کی اکثریت سے مسٹر بھٹو کی اپیل کو مسترد کرکے لاہور ہائی کورٹ کی طرف سے سنائی گئی سزا بحال رکھی اس خبر کے نشر ہوتے ہی سری نگر اور وادی کے دوسرے قصبوں میں سپریم کورٹ اور جنرل ضیاء الحق کے خلاف پھر سے احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے جو کئی روز تک جاری رہے۔ جناب بھٹو نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دائر کی جو سپریم کورٹ کے ساتوں ججوں نے ۲۴ مارچ کو باتفاق رائے خارج کر دی۔ اس روز بھی سری نگر میں کچھ مظاہرے ہوئے۔

پھانسی اور کشمیر

۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو پو پھٹنے سے پہلے پاکستانی وقت کے مطابق رات کے دو بجے راولپنڈی کے ڈسٹرکٹ جیل میں بھٹو صاحب کو پھانسی دی گئی اناللہ وانا الیہ راجعون'

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اس اعلان کے ساتھ ہی کشمیر کے ہندوستانی زیر اقتدار علاقے میں پاکستان کے خلاف غیض وغضب کی وہ آگ نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ جو دو سال سے مسٹر بھٹو کی گرفتاری اور عدالتی کارروائی پر کشمیریوں کے سینوں میں لاوے کی طرح پک رہی تھی' وادی کی تمام کاروباری' دفتری اور درسی و تدریسی مواصلاتی زندگی مفلوج ہو گئی' اور شہر و دیہات کے دور ودراز گوشوں سے مرد عورتیں' لڑکے لڑکیاں اور پیر و جوان گھروں کو چھوڑ کر گلیوں' کوچوں سڑکوں اور چوکوں پر تشدد سے بھرپور احتجاج' ماتم اور سینہ کوبی میں مست و مدہوش ہو گئے' یہ تاریخی اور تخریبی احتجاج کشمیر میں تین روز تک پوری شدت کے ساتھ جاری رہا۔ جس میں جگہ جگہ غائبانہ نمازیں ادا کی گئیں اور تیسرے روز نماز جمعہ پر عید گاہوں میں آخری بار غائبانہ نمازیں پڑھی گئیں پاکستان کے خلاف تین روز تک جاری رہنے والے قیامت خیز مظاہروں میں نہ صرف پاکستان اور پاکستانی فوجی اور سول رہنماؤں کے خلاف نعرے بازیاں کی گئیں۔ بلکہ بعض عناصر نے آزاد کشمیر کی واپسی کی مانگ کی اور اسلام کے خلاف بھی (خاکم بدہن) نعرے بلند کئے تین روز تک کشمیر کا یہ احتجاج صرف زبان و بیان کی لعن طعن تک محدود نہ رہنے دیا گیا۔ بلکہ اس نے تمام قسم کی اخلاقی' مذہبی اور قانونی حدود کو توڑ کر حیا سوزی اور درندگی کا ننگا ناچ کیا' اور کشمیر کی روایتی شرافت اور امن پسندی کی صفات کو آناً فاناً اس طرح دفن کیا کہ ساری دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ اس درندگی اور خونخواری کا نشانہ وادی بھر میں اور ضلع ڈوڈہ میں جماعت اسلامی کشمیر اور احمدیہ فرقہ بن گئے' ان کے تمام دفاتر مکتبے بک شاپ درس گاہیں اور لائبریریاں لوٹ لی گئیں' سارا لٹریچر چوکوں اور سڑکوں پر نذر آتش کیا گیا۔ قرآن پاک کے نسخے' احادیث کی کتب کے کتنے ہی ذخیرے پاؤں سے روندے گئے یا ٹٹیوں میں پھینکے گئے اور آگ میں جلائے گئے۔ اگرچہ عوام وادی کے تینوں ضلعوں میں یکساں طور پر احتجاج کرنے کے لئے گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آئے۔ تاہم مظاہروں کا انداز تینوں اضلاع میں مختلف رہا۔ ضلع اسلام آباد کی کئی تحصیلوں میں۔۔۔۔۔ ماتمی مظاہروں کے دوران سب سے زیادہ اور ریکارڈ توڑ ڈراؤنی تخریب واقع ہو گئی' کولگام' شوپیاں' پلوامہ اور اسلام آباد میں بہت سے دیہات تین روز کی غارت گری اور آتش زنی سے مٹائے گئے' کروڑوں روپے کی مالیت کا مال و اسباب اور عورتوں کے زیورات لوٹ لئے گئے۔ سینکڑوں کنال اراضی پر پھیلے ہوئے سیبوں کے باغات جن کی آمدنی لاکھوں روپے کے قریب تھی اور ارد گرد پھیلے ہوئے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سرسبز و شاداب درخت کاٹ ڈالے گئے' اور ان باغوں کی دیواریں منہدم کی گئیں۔ اس طرح مزارعوں' باغبانوں' تاجروں اور ملازموں کی تمام بستیاں نان شبینہ کی محتاج بنائی گئیں۔ ان معتوب بستیوں کے گھریلو جانوروں کو بھی بے رحمی کے ساتھ زدوکوب کیا گیا اور خواتین اور لڑکیوں کی نامعلوم تعداد کی بے شرمی کے ساتھ عزت وعصمت لوٹنے کی کوششیں کی گئیں۔ مار دھاڑ' لوٹ کھسوٹ آتش زنی اور مکانوں اور دکانوں کے انہدام کا یہ شرمناک اور وحشیانہ عمل کم سے کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ چار روز تک جاری رہا۔ اور جب چار روز کے بعد مواصلات کے ذرائع بحال ہو گئے' اور بیرونی دنیا ان کھنڈارت کو دیکھنے گئی تو ہر طرف کشمیر جہالت اور تخریب کے روح فرسا مناظر پیش کر رہا تھا

سری نگر میں مظاہرین نے اقوام متحدہ کے مبصرین کے ہیڈ کوارٹر کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی واقع ڈائریکٹر ٹیلی ویژن اسٹیشن کی رہائش گاہ اور ایک گرجا گھر جلائے گئے۔ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر پر جو گولیاں چلیں ان سے کئی لوگ مارے گئے۔ بٹہ مالو میں احمدی فرقے کی عبادت گاہ کو نذر آتش کرنے کی کوشش سرحدی حفاظتی پولیس کے دفاعی اقدامات کے بعد ناکام ہو گئی۔ بحیثیت مجموعی سری نگر میں مظاہرین کی کارروائیوں پر کنٹرول رہا۔ ضلع بارہ مولہ میں اکا دکا اسلامی کتب کے نسخے بھی جلائے گئے۔ سوپور اور کچھ دوسرے علاقوں میں جماعت اسلامی کے دفتروں کا لٹریچر اور فرنیچر سڑکوں پر پھینک کر جلایا گیا۔ سارے ضلع میں بانڈی پورہ کے علاقے میں ہی لوٹ کھسوٹ' آتش زنی اور مار دھاڑ کے سنگین واقعات پیش آئے' اور شورش پسندوں نے کئی لوگوں کے میووں کے بڑے بڑے باغات کاٹ ڈالے اور دیواریں منہدم کیں۔اور خواتین اور لڑکیوں پر حملے کئے غارت گری کے یہ شرمناک واقعات آلوسہ' ترکہ پورہ' اڈنہ گام کلوسہ۔ خاص بانڈی پورہ۔ ماڈر' کونن اور نادی ہل میں کئے گئے۔

میں نے ۸ مئی ۷۹ء کو ضلع اسلام آباد کے آتش زدہ غارت شدہ بڑے بڑے دیہات کا دورہ کیا' میرے ساتھ فضل الحق قریشی' عبدالمجید پٹھان' نذیر احمد بٹ اور مولوی محمد یعقوب تھے۔ ہم نے جو دیہات دیکھے وہ خاکستر ہو گئے تھے۔ کھنڈارت میں بدل گئے تھے۔ یہ کھنڈارت زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ جب انسان عقل' حیا اور رحم کی حدود کو ایک بار پھاندتے ہیں تو درندوں کو بھی مات کرتے ہیں' اور خدا کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

زمین کو فساد سے بھر دیتے ہیں۔ ان آفت زدہ بستیوں کے لئے پٹے بے شمار کنبے صرف مالک حقیقی سے مدد اور رحمت کے طلب گار تھے۔ سب سے زیادہ تباہی آروئی میں لائی گئی ہے۔ پانچ سو مکانات کا یہ بہت بڑا گاؤں اب خاک و خاکستر میں تحلیل ہو گیا تھا۔ لوٹ کھسوٹ اور آتش زنی سے تباہ ہونے والے تمام دیہات کی تفصیل اور رو داد غم سخت کرب انگیز ہے۔ جس کو سن کر آنکھوں سے آنسوؤں کے جام بے اختیار چھلک اٹھتے ہیں۔ ہماری ٹیم شورش پسند علاقوں سے بھی گذری۔ بلکہ ہم نے رات وچی میں گذاری جس نے اس علاقے کے آس پاس دیہات میں شورش اور تخریب کاری میں نمایاں رول ادا کیا تھا۔ اس علاقے میں سخت تناؤ محسوس ہوا۔ وچی اور اس کے قرب وجوار کے عوام میں بے چینی اور غیر یقینی صورت کی شدید کیفیت تھی۔ دن بھر معاش کی خاطر ادھر ادھر تگ و تاز کرنے کے بعد رات کا سونا ان پر حرام ہو گیا تھا۔ آس پاس کی تباہ حال بستیوں کی طرف سے اچانک حملے اور آتش زنی کے خطرے کا آسیب ان پر بری طرح سوار تھا۔ یہ لوگ شام کی سیاہی کا اشارہ پاتے گاؤں کے نوجوانوں کو سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑا کرنے اور طلوع صبح تک پہرہ داری کرنے کے لئے کلہاڑیوں اور لاٹھیوں کے ساتھ بھیج دیتے تھے' اور کسی بھی آتش زنی کے خطرے کے خلاف احتیاطی اقدامات کرتے۔ وچی میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں راستے میں کئی ایک مقامات پر رکاوٹوں کو ہٹانا پڑا اور بہت سے رضا کار دیہاتی پہرے داروں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ لوگ اب ہر آنے جانے والے کو مشکوک سمجھتے تھے اور اس کی پوچھ گچھ کرتے تھے۔ پہلے ہم پر بھی شک کیا گیا۔ لیکن بعد میں انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے تھے۔ اور اپنے ماضی کے کئے پر شرمسار تھے۔ ہمارے ساتھ نصف شب تک انہوں نے مذاکرات جاری رکھے۔ اور انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ تین روزہ فسادات میں ان سے اور ان کے ساتھیوں سے گناہ سرزد ہوئے اور اسی وجہ سے آج وہ اپنا مال و متاع غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔

اسباب و عوامل

کشمیر میں تین روز کی حشر آفرین غارت گری کے مختلف اسباب و عوامل قدیم اور جدید ہیں۔ ان واقعات کی ذمہ داری کسی ایک طبقے جماعت اور مکتب فکر پر عاید نہیں ہوتی ہے۔ واضح طور پر اس میں تمام طبقوں اور جماعتوں کا رول رہا ہے۔ ہاں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

البتہ کوئی گہرائی کے ساتھ ملوث ہے اور کوئی سطحی طور پر۔ اکثریت کو استعمال کیا گیا ہے اور اقلیت نے باقاعدہ طور پر اس کی شہ دی ہے۔ سیاہ اپریل میں دو نوع کے عناصر کے خلاف شورش پسندوں نے جارحیت کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک جماعت اسلامی اور اس کے متاثرین ہیں اور دوسرے احمدی فرقہ کے لوگ۔

پاکستانی عوام کی تیس برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد یہ اتفاق تھا کہ ۱۹۷۴ء میں جب احمدیوں کو دستور پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے پاکستان گیر عوامی ایجی ٹیشن کا تند و تیز طوفان برپا ہوا تو جناب ذوالفقار علی بھٹو مملکت کے وزیراعظم تھے۔ اس ایجی ٹیشن نے کئی ماہ تک پاکستان کے معمولات معطل کر دیئے' اور آخر کار حکومت نے تحریک ختم نبوت مان کر قومی اسمبلی کے ذریعے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں ایک تاریخی ترمیم کی گئی قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو یہ ترمیمی بل پاس کیا' اور اب یہ ترمیم ۱۹۷۳ء کے دستور کی ایک مستقل خصوصیت ہے ۱۹۷۷ء سے پہلے یا اس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ان کی پھانسی تک جتنے بھی واقعات رونما ہوئے' ان کے بارے میں کشمیری عوام کا یہی یقین رہا ہے کہ یہ سب کچھ احمدیوں کی سازشوں ہی کا نتیجہ ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ جنرل ضیاء الحق کو بھی احمدی ہی قرار دیتے تھے لہٰذا کشمیر میں سیاہ اپریل کی شکل میں احمدی فرقے پر جو یورش ہوئی وہ اسی پس منظر میں سمجھ لی جانی چاہئے۔ کشمیر کی جماعت اسلامی پر قیامت ڈھانے کے مختلف اسباب کا جائزہ ذیل میں لیا جائے گا۔

قدیم تاریخی سبب

کشمیر میں ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت اسلامی کا قیام عمل میں آگیا۔ اس وقت کشمیر کی مسلم اکثریتی ریاست میں تجدید واحیائے اسلام (RENAISANCE-ISLAMIC) کی کوئی تحریک وجود میں نہیں آئی تھی۔ مسلمانوں کے بعض طور طریقوں پر ان کے ہم وطن ہندوؤں کے روحانی خیالات کی چھاپ نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ عام مسلمان قدیم طرز کی محدود سوچ رکھنے والے مولویوں کی مذہبی اور روحانی تاویلات پر ہی تکیہ کرتے تھے۔ سیاسی رہنمائی کے لئے یہ قوم نیشنل کانفرنس کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سکولر لیڈر شپ پر اعتماد رکھتی تھی۔۔ جو اسلام کے انقلابی اور متحرک تصورات سے ناواقف تھی۔ مسلم کانفرنس کی طرف سے کوئی چیلنج درپیش نہ تھا۔ کیونکہ وہ ۱۹۴۷ء کے فرقہ وارانہ فسادات اور حکومت ہند' شیخ محمد عبداللہ اور ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ کے درمیان الحاق کے بعد وادی کشمیر اور جموں کے میدان سیاست سے دست بردار ہو کر آزاد کشمیر اور پاکستان میں اپنی نئی حکمت عملی (strategy) پر غور و فکر کر رہی تھی۔

ادھر وادی کشمیر میں مولویوں کے اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر تھے۔ لیکن مطالعہ کے نقص اور علم کی کمی کی وجہ سے ان کے خیالات میں جمود اور افلاس تھا۔ انہیں احیائے اسلام کا کوئی شعور و احساس ہی نہ تھا۔ عوام ان کی اندھی تقلید کے مرض میں گرفتار تھے۔ جس نے ان کے اندر خودی کو مفلوج کیا تھا۔ عام مسلمانوں اور ان کے مولویوں کے درمیان جو تعلقات قائم تھے' ان کے پیچھے آج کی طرح ہی کوئی انقلابی تصور کام نہیں کر رہا تھا۔ مولویوں کی فکر اور پریشانی اصل میں اقتصادی تھی نہ کہ دینی اور روحانی۔ انہوں نے اس تعلق کو اپنے لئے حصول معاش کا بنیادی ذریعہ بنایا تھا۔ باقی تمام سوالات اس کے نیچے دب چکے تھے یا اندر گم ہو گئے تھے۔ مولویوں کی ادنیٰ اقتصادی اغراض کی چھاپ اب ان کے پیرو کاروں میں بھی صاف نظر آ رہی تھی۔ جو دینی اور روحانی ترقیوں کی منزلیں طے کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پرائیویٹ کاروباری اور معاشی مسائل کی آسانی کے لئے اپنے ملاؤں کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔[1] وہ روحانی اور دینی ترقیوں کی امید بھی کس سے رکھتے۔ صاحب دل حضرات اب خال ہی کہیں ڈھونڈنے کی امید تھی۔ خدا اور بندے اور بندوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں قرآنی اور پیغمبرانہ تصور مسخ اور فراموش تھا۔ ٹھیک ٹھیک دینی و روحانی رہنمائی کے لئے جس مذہبی طبقے کی طرف لوگ دیکھتے تھے وہ خیالات و افکار کے لحاظ سے بڑا ہی مفلس تھا۔ اس لئے علم و عمل کا افلاس عوام میں بھی پھیل گیا تھا۔ بحران

---

[1] یہ اجس طرح کہ ہند اور پاکستان کے اکثر علاقوں میں آج بھی یہی صورت حال ہے اس کے مقابلے میں کشمیر کی تصوف انوازی میں بیداری کی لہر کافی خوش آئند نظر آتی ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور افلاس کے اس عالم میں بھی کچھ اہل علم ' صاحب عمل اور صاحب دل لوگ ہوں گے۔ لیکن حالات اور ماحول نے انکی قدر و قیمت نہیں پہچانی ہو گی۔ جس کا ثبوت شیخ الہند حضرت مولانا انور شاہ صاحب لولابی ہیں۔ کشمیر کے اس جید' مشہور عالم اور دینی مفکر کی قدر کشمیری مسلمانوں نے نہیں پہچانی۔ چنانچہ انہوں نے واپس دیوبند جا کر اپنی عظیم دینی خدمات کا آغاز کیا' اور خود کشمیر ان کی کاوشوں' منصوبوں اور عملی و دینی رہنمائی سے محروم رہ گیا۔ کشمیری مسلمانوں پر جب اپنے حکمران تھے اور جب دہلی یا کابل سے حکمران آگئے یا سکھ اور ہندو ڈوگرے تھے ' دونوں حالتوں میں کشمیری چکی کے دو پاٹوں کے نیچے پستے رہے اور ایک جابرانہ اور کورپٹ نظام میں معاشی و علمی ترقی اور مذہبی آزادی کے دروازے ان کے لئے بند رکھے گئے تھے۔ جس نے مذہبی طبقوں کو بھی پریشان حال کیا تھا۔

۱۹۴۷ء کے بعد یہاں بھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریک پھیلنے لگی اور ان کا پیش کردہ لٹریچر مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں میں مقبول ہونے لگا۔ قدیم ڈگر کے مذہبی لوگ بے چین ہو گئے۔ کیونکہ نئی اسلامی تحریک نے ان کی بستیوں میں بھی شگاف ڈالے انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کر بھی لے۔ لیکن اسے یہ گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص یا تنظیم اس کے گذر بسر' معاش اور آمدنی کے ذرائع کو سبوتاژ (Sabotage) کرے۔ اندیشہ صحیح تھا یا غلط' بہرحال جامدہ راہ کے مذہبی پروہتوں نے یقین کر لیا کہ نیا نعرہ اسلام اگر عوام میں مقبول ہو گیا' تو ان کی روزی اور دکان داری جاتی رہے گی' پس کشمیر میں جماعت اسلامی کے اولین مخالف مذہب داروں کے اسی طبقے سے پیدا ہو گئے دوسرے تمام مخالفین بھی وقتاً" فوقتاً" اسی طبقے کا سہارا لیتے رہے' اور اسی کو ایکسپلائٹ کرتے رہے۔ پھر جب تیس برس بعد جماعت اسلامی کی رفتار کو روکنے اور اس کی جمع کی ہوئی طاقت کو تباہ کر دینے کا موقعہ آگیا۔ تو اسی طبقے نے میدان میں اتر کر اپنا رول ادا کیا۔ چند اہل حدیث مولویوں نے بھی دو برس تک مسجدوں سے جماعت اسلامی اور پاکستان کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈا مہم چلائی۔ بلکہ اس تحریک کو مرزائیت سے تشبیہ دی گئی۔ شیعوں کے چند مولویوں نے بھی نفرت و انتقام کی آگ بھڑکانے میں اپنا پارٹ ادا کیا۔

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی ملت کی باہمی رزم آرائی کو دیکھ کر ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ندیمانہ فریاد کی تھی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مسلماناں بہ خویشاں در ستیزند　　بہ جز نقش دوئی بر دل نہ ریزند
نہ نالم از کسے مے نالم از خویش　　کہ ماشایان شان تو نہ بودیم

اور مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ نے ترجمان القرآن حصہ دوم میں مسلمانوں کی فرقہ بندیوں اور لڑائیوں کے نتائج کی طرف توجہ موڑتے ہوئے یاد دلایا تھا۔

" پچاس برس ہوئے شام میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی بستیاں صرف اس لئے جلا دی تھیں کہ ایک گروہ کہتا تھا' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سب سے بڑے ولی ہیں' دوسرا کہتا تھا نہیں شیخ احمد رفاعی۔ ہندوستان کا یہ حال ہے کہ آج تک میرے پاس نہایت سنجیدہ عبارت میں لکھے ہوئے استفتاء آتے رہتے ہیں۔ زید کہتا ہے بڑے پیر صاحب سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ عمرو کہتا ہے مجدد الف ثانی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ نماز کس کے پیچھے جائز ہے؟ ایک مرتبہ جی میں آیا لکھدوں' دونوں کے پیچھے نہیں۔

فقہ کے مسالک اربعہ جب مشخص و مدون ہو گئے اور تقلید شخصی کا التزام قائم ہو گیا تو سوال پیدا ہوا' ان چاروں اماموں میں افضل کون ہے ؟ امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعیؒ۔۔۔۔۔؟ اب بحث شروع ہو گئی اور بحث نے جنگ و قتال کی صورت اختیار کی' چنانچہ ہلاکو خان کو اسلامی ممالک پر حملہ کی سب سے پہلی ترغیب خراسانیوں کے اسی جھگڑے سے ملی تھی۔ حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر بلاوا بھیجا' اور شہر کے پھاٹک کھول دیئے پھر جب تاتاریوں کی تلوار چل گئی تو اس نے نہ شافعی کو چھوڑا نہ حنفی کو۔ **فجاءوا خلال الدار' وکان وعدا" مفعولا"** شیعہ سنی اختلاف نے مسلمانوں کو دو مختلف امتوں میں متفرق کر دیا' لیکن اس تمام اختلاف کا ماحصل بھی کیا ہے۔ یہی کہ **فما بالا القرون الاولی** اور تیرہ سو برس گذر گئے' مگر اتنی بات کسی کے سمجھ میں نہیں آتی۔ **علمھا عندربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسٰی"**۔

کشمیر میں بھی اسی قسم کے جھگڑوں کا نہ پہلے کچھ شمار تھا اور نہ آج اور اب قومی سیاست اور سیاسی پارٹیوں پر بھی انہی روایات کی چھاپ ہے۔ حالانکہ ہمارے سیاست کار خود کو ترقی پسند' اور روشن خیال قرار دیتے ہیں۔ لیکن سیاست کار مولوی اور واعظ دونوں اپنے اپنے گروہی اور ذاتی مفادات کے لئے حدود کو توڑتے ہیں۔ اور جب بھی چاہتے ہیں۔ اپنے حواریوں کو بے لگام چھوڑتے ہیں اور خود بھی ان کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ساتھ بے مہار ہو جاتے ہیں۔ مولوی اور واعظ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سیاست اور سیاسی پارٹیوں سے الگ ہیں۔ بہ ایں ہمہ وہ در پردہ بعض سیاسی پارٹیوں خاص کر حکمران پارٹیوں کا ساتھ دے کر دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح سیاست کار، سیکولر ازم کا ڈھول پیٹنے کے باوجود بناوٹی مذہب نمائی کرتے ہیں۔ مذہبی معاملات میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ مذہبی مقامات پر قابض رہتے ہیں، اور تفرقہ بازی کرکے فرقہ وارانہ فسادات کراتے ہیں۔ یہ حقیقتیں نظر میں رکھی جائیں تو آپ کو دور تک سانحہ کشمیر ۷۹ء کے اسباب و علل کا سراغ آسانی کے ساتھ مل جائے گا۔

کمیونسٹوں کا رول

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور ان کے ساتھی مفکروں نے فروعی سوالات اور فقہی اختلافات سے صرف نظر کرکے موجودہ دور کے ملحدانہ اور لادینی نظریات کے توڑ کی طرف بھی اپنی توجہ دی۔ ان کی نظر کیپٹل ازم، سوشلزم، کمیونزم اور سیکولرازم پر پڑی۔ چنانچہ ان کے فراہم کردہ لٹریچر نے برصغیر ہندو پاکستان میں کمیونزم کی رفتار کو کم از کم مسلمانوں میں روک لیا۔ ٹھیک یہیں کمیونزم وسوشلزم کے رہنماؤں کو پتہ چلا کہ ان کا اصلی دشمن کون ہے، کہاں بیٹھا ہے، اور کیسے حملہ آور ہوتا ہے۔ نیز اسلام کے دفاع میں اس کی حکمت عملی (Strategy) کیا ہے۔ کمیونسٹوں نے شدت کے ساتھ یہ بات بھی محسوس کرلی کہ اس زمانے میں جب مسلمانوں کی نئی نسل جامد اور راہبانہ تصورات سے تنگ آکر کمیونزم اور سوشلزم کی گود میں بہ آسانی کود سکتی تھی ایک نئی تحریک نیا اپروچ اور نئی کشش لے کر ان میں اسلام کا نیا ولولہ پھونک رہی ہے۔ اسلئے موقعہ کو غنیمت جان کر کمیونسٹوں کے سب ہی عناصر نے، جہاں جہاں موقعہ پایا۔ اس تحریک کو صفحۂ کشمیر سے مٹانے اور سیاہ اپریل پیدا کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اپریل کے واقعات میں کچھ زیادہ مذموم اور وحشیانہ حربوں کو استعمال میں لایا گیا۔ مثلاً" قرآن پاک کی مذمت، توہین اور آتش زنی، تقاریر میں قرآنی تعلیمات کا مذاق، داڑھی جیسے اسلامی شعار کی مذمت اور منڈانا اور وسیع و عریض باغات اور درختوں کا خاتمہ، کمیونزم اور سوشلزم کا پورا فلسفہ و فکر اور ضابطہ اخلاق مطالعہ کرلینے اور بعض ممالک میں اس نظام فکر کا آغاز و ارتقاء جان لینے کے بعد آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ "کار خیر" ہماری ریاست میں کمیونسٹوں کے بغیر موجودہ حالات

میں کوئی دوسرا فسادی گروہ انجام نہیں دے گا۔ جماعت اسلامی کے ساتھ مختلف مذہبی گروپوں کو اختلافات ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وقت اس کے سیاسی اپروچ سے اتفاق کیا جائے۔ لیکن اس کے خلاف ایک عظیم یورش کے دوران اسلام کے اساسی عقاید اور عبادات پر ایمان رکھنے والا کوئی گناہ گار مسلمان بھی قرآن پاک یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کے عظیم جرم کی شہ نہیں دے گا۔ اسی طرح کسی فساد کے دوران وسیع و عریض باغات کا صفایا' کشمیر کا پہلا واقعہ ہے۔ واضح طور پر اس اقدام کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ مخالف کو اس کی بہت بڑی نفع بخش املاک سے قطعی طور پر محروم کیا جائے۔ اور بلاشبہ یہ انتہائی سخت سزا صرف اسی گروہ کے اشارے پر دی جا سکتی ہے جس کو اپنے مخالف کی طاقت کا اندازہ ہو' اور اس سے خائف ہو' بہت سفاک ہو' اور یہ گوارا نہ کرتا ہو کہ اس کا مخالف آنے والے دور میں معاشی طور پر سنبھل کر اس پر جوابی یلغار کرے' جو لوگ مارکسزم' لینن ازم کے فلسفہ پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ جو اس نظام فکر کے عروج و زوال کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یا جو اس فلسفے کے بنگالی ایڈیشن یعنی نکسلیت کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یا جنہوں نے کمیونسٹ مقبوضات میں مسلمانوں اور اسلام کا تاراج مطالعہ کیا ہو گا۔ وہ آسانی سے سمجھیں گے کہ باغات کا صفایا کن لوگوں کا اشارہ یا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ تاہم مجھے آروئی میں بتایا گیا کہ اس ڈراؤنی توڑ پھوڑ کی کارروائی بھی ایک قدامت پسند مذہبی تنظیم اور مولویوں کی شہ پر انجام دی گئی

سیاسی سبب

جماعت اسلامی نے ابتداء سے ہی دین کے علاوہ سیاست' جمہوریت' قومیت اور اقتصادیات پر اپنے نظریات پیش کئے۔ لیکن بعض اوقات وہ بے موقع اور بلا ضرورت ایجابی طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے کشمیر کی سب سے بااثر سیاسی شخصیت شیخ محمد عبداللہ سے بھی سخت چھیڑ چھاڑ کرنے کی عادی ہو گئی۔ اور اس نے اس زمانے میں بھی شیخ عبداللہ کو تنقید کا نشانہ بنایا' جب وہ تحریک رائے شماری کی وجہ سے مقبولیت کے نصف النہار پر کھڑے تھے۔ جماعت کے سرکردہ قائدین کی تقریروں کا مستقل عنوان شیخ محمد عبداللہ بن گئے۔ حالانکہ ایک زمانے میں خود شیخ محمد عبداللہ بھی جماعت اسلامی کے اصلاحی' علمی اور اخلاقی پروگرام کے بڑے مداح بن گئے تھے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

لیکن جماعت نے آگے چل کر شیخ محمد عبداللہ کے بارے میں لوچ اور لچک کی پالیسی کو اختیار نہ کیا۔ اور شیخ حلقے میں اپنی لابی گنوا دی۔ وہ پہلے پنچایتی انتخابات میں اور پھر ۱۹۷۲ء میونسپلٹی اور ٹاؤن ایریا کمیٹیوں کے انتخابات میں ان کے خلاف محاذ آرا ہو گئی۔ ۱۹۷۵ء میں جب شیخ عبداللہ وزیراعلیٰ کی حیثیت سے گاندر بل کے حلقے سے اسمبلی کے امیدوار بن گئے تو جماعت نے یہاں بھی اپنے چیلنج کا مظاہرہ کیا۔ اور جب ۱۹۷۷ء میں پہلے پارلیمنٹ کے لئے اور بعد میں اسمبلی کے لئے معرکہ آرائی ہوئی تو وہ یہاں بھی نیشنل کانفرنس کے خلاف ڈٹ گئی۔ انتخابی سیاست کی اچھل کود میں اس نے اپنے لئے اور بھی کئی چھوٹے موٹے حریف پیدا کر دیئے یہاں تک کہ وہ کشمیر کے مطلع پر لوگوں کی نگاہ میں تعلیمی اور اصلاحی سے زیادہ ایک سیاسی اور الیکشنی جماعت بن گئی۔ ان واقعات نے اوپر سے لے کر نیچے تک نیشنل کانفرنس کو مکمل طور پر اینٹی جماعت بنا لیا تھا اور جب اپریل ۱۹۷۹ء میں جماعت اسلامی کشمیر پر عوامی یورش کی بجلی گری تو حکمران نیشنل کانفرنس کے اکثر و بیشتر کارکنوں اور ہمدردوں اور مداحوں نے دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ فسادات میں حصہ لیا۔ یا مفسدوں کو شہ دیدی۔

یہ ضروری نہیں کہ اس ساری لوٹ کھسوٹ کے لئے وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی پیشگی اجازت لی گئی ہو یا وہ بذات خود اس سے خوش ہوئے ہوں یا انہیں اس کی شدت کا پیشگی اندازہ رہا ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شیخ محمد عبداللہ نیشنل کانفرنس کے قائد اور روح رواں ہیں۔ نیشنل کانفرنسی ان کے ساتھ اپنے تعلق کو باپ اور بیٹے کے رشتے سے بھی عظیم تر خیال کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ نیشنل کانفرنس کے حامیوں اور کارکنوں نے ایک حکمران تنظیم کی حیثیت سے اس غارت گری اور تخریب کاری کے دوران اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کیا۔ اب آہستہ آہستہ اس جماعت کو پتہ چلے گا کہ اس کے چھوٹے بڑے کارکنوں نے دیہات میں بلوائیوں اور راہزنوں کے ساتھ شریک ہو کر جو کردار ادا کیا' اسکی وجہ سے ان کی حکومت کے لئے کس قسم کے سنگین مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سب سوالات کو تسلی بخش طور پر حل کرنا اور اپنے سیاسی حریفوں کے سوالات کا جواب دے کر عوام کو مطمئن کرنا اب اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ نیشنل کانفرنس کے حریفوں نے بھی محسوس کر لیا کہ شیخ عبداللہ کے بعد انہیں جماعت کی منظم طاقت کا سامنا ہو گا۔ اس لئے اندرا کانگریس جیسی نیشنل کانفرنس مخالف تنظیموں نے بھی موقعہ کو غنیمت جان کر

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ان بلوؤں میں حصہ لیا۔ یہی حال دوسرے اقلیتی سیاسی گروپوں کا بھی رہا۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے۔ ایک جماعت اسلامی کے اثر ورسوخ کو توڑنا دوسرا شیخ عبداللہ کی سرکار کے لئے امن اور قانون اور تباہ حال لوگوں کی بحالی کے پیچیدہ مسائل پیدا کرنا۔

پاکستانیت اور شخصیت پرستی

یہ بات بلامبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ کشمیر کے عوام ۱۹۴۷ء سے ہی پاکستان کے ساتھ عقیدت کے جذبے سے سرشار رہے ہیں لیکن ۷۲---۱۹۷۱ء کے بعد مملکت پاکستان کی محبت ' مسٹر بھٹو کی ذاتی عقیدت میں بدل گئی' جس کے اسباب واضح طور پر خود کشمیری مسلمانوں کے مزاج کے ساتھ ان کی سیاسی محرومیوں و نامرادیوں ' سیاسی و تعلیمی ' سماجی و اخلاقی تربیت پاکستان کے سرکاری و نیم سرکاری ذرائع ابلاغ کے انداز پروپیگنڈا اور خود سابق وزیراعظم مسٹر بھٹو کی خارجی اور خاص کر امور کشمیر سے متعلق سیاست کاری کے منفرد اسلوب میں پوشیدہ ہیں اور یہاں ان سے بحث مقصود نہیں۔ جب ایک شخصیت کی عقیدت نے مملکت کی محبت کی جگہ لی تو پھر یہ آگ سینوں میں روز بہ روز تیز تر ہوتی گئی اور کشمیری عوام نے سابق وزیراعظم اور ان کی حکومت پر پاکستانی سیاست دانوں کی کسی تنقید کو پسند نہیں کیا۔ جب پاکستان قومی اتحاد وجود میں آگیا' اور مملکت کے حکمران کی سیاست اور قیادت کو گلیوں اور کوچوں میں گرج دار چیلنج ملا' تو کشمیری عوام نے جگہ جگہ پی' این' اے کی مخالفت کی۔ پی این اے میں جماعت اسلامی کے علاوہ ملک کی سبھی سیاسی جماعتیں اور مسلمانوں کے تمام مذہبی فرقے سنی شیعہ' اہل حدیث' دیوبندی اور بریلوی شامل تھے۔ باہمی دشمنیوں کے باوجود وہ مسٹر بھٹو کے خلاف متحد تھے۔ کشمیری مسلمان بھی ان ہی مذہبی جماعتوں اور فرقوں پر مشتمل ہیں۔ کشمیری جماعت نے اس سارے مخمصے کے دوران مدبرانہ انداز اختیار نہ کیا۔ حریف مذہبی' نظریاتی اور سیاسی تنظیموں نے ماحول کو غنیمت جان کر یک زبان ہو کر اس کے خلاف اپنی پروپیگنڈہ مہم شروع کی۔ اس بحث سے قطع نظر کہ ان سب عناصر کو ذوالفقار علی بھٹو سے ہمدردی تھی کہ نہیں' لیکن انہیں کشمیر میں جماعت کے خاتمے سے ضرور دلچسپی تھی۔ مسٹر بھٹو کی معزولی' ان کی گرفتاری اور پھر ان کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

خلاف مقدمہ قتل کے آغاز سے جماعت اسلامی کشمیر کے خلاف ملامت اور نفرت اور بھی تیز ہو گئی۔ جب مسٹر بھٹو کے خلاف لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ نشر ہوا' تو یہ نفرت سڑکوں پر تشدد آمیز مظاہروں میں بدل گئی اور مسجدوں میں واعظوں نے نفرت کی آگ کو بھڑکانے میں کچھ زیادہ ہی پارٹ ادا کیا۔ اخبارات خاص کر نئی دہلی کے "عوام" اور "نئی دنیا" نے تجارتی اغراض کو دیکھ کر سنسنی خیز مبالغوں سے ۱۹۷۷ء سے مسلسل کشمیر میں نفرت اور انتقام کی آگ جلائی تھی کشمیر دونوں کی کامیاب منڈی بن گیا۔ اور اس منڈی پر اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے انہوں نے ہر ہفتے نئے نئے شوشے لکھے۔ یہاں تک کہ چار اپریل ۱۹۷۹ء کی وہ بدقسمت اور حسرتناک تاریخ آ گئی جب جذبات کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ہجوم بے لگام چھوڑ دیئے گئے۔ آدمی درندے بن گئے' اور کوئی رہنما نہ رہا' سب راہزن بن گئے۔ طالع آزما نوجوان اور سیاست پیشہ عناصر مرثیہ خوانوں کے آگے آگے آگے' اور انہوں نے مشتعل مظاہرین کو خوش کرنے کے لئے وہ سب کچھ کہا اور کیا' جس کی بنیاد پر انہیں یہ یقین تھا کہ مرحوم بھٹو کی پھانسی پر وہ کشمیر کے عوام میں اپنی شہرت و مقبولیت کا تاج محل تعمیر کر سکیں گے۔ اس طرح تمام سیاسی و مذہبی' سرکاری و غیر سرکاری اور کمیونسٹ و سیکولر اور دوسرے طالع آزما عناصر نے مل کر غارت گری اور آتش زنی کا سب سے بڑا ڈراؤنا ننگا ناچ کیا۔

سماج دشمن عناصر کی شرکت

اس انارکی اور نراج کو دیکھ کر سماج دشمن اور جرائم پیشہ عناصر مثلاً" لٹیرے' ڈاکو اور راہزن کہاں آرام سے بیٹھنے والے تھے' وہ بوریاں' تھیلے' کلہاڑے' ہتھوڑے اور بیلچے لے کر مرثیہ خوانوں میں شامل ہو گئے اور انہوں نے بھی لوٹ مار میں حصہ لے کر اپنے اپنے گھر بھرنے کی کوشش کی' دیہات میں لوگوں کی آپسی رقابتیں اور عداوتیں چکانے کے لئے بھی یہی' وقت موزوں خیال کیا گیا' چنانچہ ایک دوسرے کی صحیح یا غلط نشاندہی کر کے دیہاتیوں نے آپس میں ایک دوسرے سے انتقام لے ہی لیا۔

ایڈمنسٹریشن کی مجرمانہ غفلت

میری دیانتدارانہ اور یقینی رائے ہے کہ مندرجہ بالا اسباب و عوامل کی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

موجودگی کے باوصف سانحہ کشمیر ۷۹ء واقع نہ ہو جاتا' اگر کشمیر کی انتظامی مشینری اپنے آئینی' قانونی اور سرکاری فرائض ادا کرتے ہوئے شورش پسندوں اور راہزنوں کی مشترکہ یلغار سے لوگوں کی جان' مال' آبرو بچانے کے موثر اقدامات کرتی۔ لیکن حسرت ہے کہ وزیراعلیٰ خود جائے واردات سے دور پنجاب کے دورے پر رہے' اور ان کی انتظامیہ نے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کرکے بلوائیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ کشمیر کی ایڈمنسٹریشن نے تین روز تک وادی کشمیر کو ایک سینما ہال اور اس ساری لوٹ کھسوٹ کو ایک سنسنی خیز جنگی فلم سمجھتے ہوئیے اس کا تماشہ دیکھا۔ وہ اس کو قومی سانحہ سمجھتے تو ضرور مداخلت کرکے بلوائیوں کو سیدھے راستے پر لے آتے اور حکومت کے پاس وادی میں اتنی بھاری طاقت تھی کہ جس کے معمولی استعمال پر بے لگام شورش پسند سلیقے کا سبق حاصل کر لیتے۔ ماتم اور احتجاج ضرور ہوتا' جس کا حق عوام کو حاصل ہے۔ لیکن اس میں وقار اور اعتدال ہوتا۔ اس لئے سانحہ کشمیر کے ملزموں کی فہرست میں کشمیر ایڈمنسٹریشن کا نام سرفہرست آنا چاہئے۔

سانحہ کشمیر کے دوران مظاہرین نے پہلی بار سرکاری املاک پر حملہ کرنے سے مکمل گریز کیا۔ اس کے برعکس چار اپریل کو مشتعل عوام نے سونہ وار سری نگر میں اقوام متحدہ کے فوجی مبصروں کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرکے اسے نذر آتش کرنے کی کوشش کی۔ اندرا' عبداللہ معاہدہ کے بعد مرکزی حکومت نے کشمیر کی سرزمین پر اقوام متحدہ کے فوجی مبصروں کی بدستور موجودگی کو ناپسند کیا ہے اور ان پر اعتراض کرتے ہوئے انہیں واپس بلانے کی مانگ بھی کی۔ برعکس اس کے تنازعہ کشمیر کو حل طلب ماننے والوں نے ہندوستان کی دلیل سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس پس منظر میں معاملے پر غور کیا جائے تو ایک انسان آسانی کے ساتھ سمجھ لے گا کہ ماتم کرنے والے مظاہرین میں کتنے قسم کے عناصر شامل ہو گئے تھے۔ اور اقوام متحدہ کے فوجی مبصروں کے مرکز پر بلوہ کرانے کے لئے تارکن عناصر نے ہلائی ہو گی بہرحال وہ کوئی بھی ہو اسے کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کے سوال پر ایمان نہیں ہوگا۔

پاکستان اور آزاد کشمیر کے خلاف نعرے

کشمیر کی تین روزہ غارت گری کے دوران میں مظاہرین نے پاکستان اور آزاد کشمیر کے خلاف بھی توہین آمیز نعرے بلند کئے انہوں نے پاکستان کی مملکت توڑنے'

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اسے صفحہ ہستی سے مٹانے اور آزاد کشمیر پر چڑھائی کرکے اسے ہند کے تسلط میں لانے کی مضحکہ خیز اور احمقانہ شیخیاں ماریں' اس سلسلے میں یہ نکتہ نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ آزاد کشمیر کو ختم کرنے کے بارے میں مسز اندرا گاندھی اور ان کی کانگریس پارٹی آف کشمیر اور نیشنل کانفرنس کے خیالات کئی بار عوام کے سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا سیاسی مشاہدین کو یہ سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہو سکتی کہ اپریل کے بلوؤں میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے خلاف نعرے بازی میں کس قماش کے عناصر کا حصہ تھا۔ اسی طرح ہندوستان کی سراغرساں ایجنسیوں کے رول اور کردار کو بھی اس پس منظر میں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا بلاشبہ یہ نعرے کشمیری مسلمانوں کے سواد اعظم کے نعرے نہیں تھے

بہرکیف کشمیری عوام جو برس ہا برس سے آزادی و خود اختیاری کی تلاش کر رہے ہیں۔ ۴ اپریل ۱۹۷۹ء انہوں نے آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ جس پر اب وہ شرمسار ہیں۔

یہ صورت حال ۱۹۸۷ء تک یکسر بدل گئی۔ جب جنرل محمد ضیاء الحق بہاول پور میں ایک ہوائی حادثے کا شکار ہوئے۔ رات کو حادثے کی خبر سنتے ہی مقبوضہ کشمیر کے طول و عرض میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے' جس نے ضیاء لہر کی صورت اختیار کی۔ اور ۳ روز تک پورے مقبوضہ علاقے میں زندگی کا سارا کاروبار مفلوج ہو گیا۔ یہاں تک کہ بادامی باغ سرینگر کے چھاؤنی علاقے کے اندرونی مارکیٹوں میں مکمل ہڑتال کی وجہ سے سکتہ طاری ہو گیا۔ مغرب کے فوراً بعد سرینگر میں بڑے پیمانے پر جنرل ضیاء الحق کے ماتم میں مظاہرے شروع ہو گئے۔ جنہوں نے بھارت اور بھارت نواز جماعتوں اور سیاست دانوں کے خلاف ہنگاموں کی شکل اختیار کی۔ ہزاروں لوگوں کے دل کے دل ڈاؤن ٹاون سرینگر اور گرد و نواح سے لال چوک امیراکدل کی طرف پیدل مارچ کرنے لگے۔ قریب تھا کہ شہر میں مشتعل عوام' نیشنل کانفرنس انڈین نیشنل کانگریس اور بھارتی سرکار کے دفاتر' بلڈنگوں اور بھارت نواز جماعتوں کے سائن بورڈوں کا وہی حشر بناتے جو ۴ اپریل ۷۹ء کو احمدی فرقے اور جماعت اسلامی کے دفاتر اور املاک کا بنایا گیا تھا کہ فوج اور نیم فوجی دستوں نے غیر معمولی عجلت کے ساتھ پورے شہر کو اپنی گرفت میں لیا یوں وادی میں فوجی اور نیم فوجی دستے بچھائے گئے اور سرینگر میں فوج نے بادامی باغ سے ہی فلیگ مارچ شروع کیا۔ ضیاء لہر سے پیدا شدہ غم و غصے کو ٹھنڈا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ بھی سرینگر آئے۔ انہوں نے کشمیری عوام سے خطاب کیا جنرل ضیاء الحق اور ان کے ساتھیوں کی الم ناک موت پر اظہار افسوس کیا اور پاکستان اور پاکستانی عوام کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا اس طرح مقبوضہ کشمیر اس قسم کی انارکی اور بردباری سے بچ گیا جس نے ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو اسے اپنی لپیٹ میں لے کر بے بس اور بے سرو ساماں کر دیا تھا۔

اپریل ۱۹۷۹ء کی بھٹو لہر ہو یا اگست ۸۷ء کی ضیاء لہر دونوں کو اپنے صحیح تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اہل کشمیر کی سیاسی محرومیاں کیا ہیں اور مایوسیوں کے کتنے ڈراؤنے اور گھنے اور طویل بادل چھائے ہوئے ہیں جن سے ہمارے عوام کی سیاسی نفسیات پروان چڑھی ہے۔ یہ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ کشمیری عوام نے کبھی شیخ عبداللہ کو اپنا محبوب بنایا کبھی وہ سقوط ڈھاکہ پر روئے اور چولے بجھائے، کبھی ذوالفقار علی بھٹو پر فریفتہ ہوئے اور کبھی جنرل محمد ضیاء الحق کو اپنی آرزوؤں کا محور اور مسیحا ٹھہرایا۔ پاکستان اور پاکستانی مسلم شخصیتوں کی محبت میں کشمیری عوام کو ہمیشہ اپنی سیاسی آزادی کا معشوق چھپا ہوا دکھائی دیا۔ اور یقیناً یہ لوگ ایک ایسے عہد کا خواب دیکھتے رہے جس میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور اسلامی شخصیتوں کے کردار کے جلوے نمایاں ہوں۔ لیکن افسوس کہ صدیاں بیت گئیں اور ملکہ کشمیر حبہ خاتون کی ساری جوانی زعفران زار وادی میں روتے رلاتے تمام ہوئی۔ جس طرح سلطنت مغلیہ کے تاجدار جلال الدین محمد اکبر کو اپنی دھاندی اور مکاری پر ندامت نہ ہوئی اور نہ حبہ خاتون کی صحرا نوردی، بے بسی اور آنسوؤں پر رحم آیا، اسی طرح موجودہ بھارت کے ہندو نیتاؤں کو کشمیر میں اپنے کرتوت پر کوئی شرمندگی ہے اور نہ بچوں اور عورتوں کی آہ و فریاد کا کوئی احساس ہے۔

بات کیا ہے کہ دوسروں کے کام آنے والے اوروں کی خاطر رونے اور مرنے والے خود بے بس اور بے سرو ساماں ہو گئے! عبداللہ کو برسوں تک معبود ٹھہرا کر معبود حقیقی ہم سے خفا تو نہیں ہوئے؟ سامری کے بچھڑے کو الہ سمجھنے والے بنی اسرائیلیوں کو تو اسرائیلی ریاست ہماری آنکھوں کے سامنے مل گئی اور اب دیکھتے دیکھتے تسلیم بھی ہو گئی ہے۔ افسوس کہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو اور مرحوم ضیاء الحق کی لہروں نے ابھی تک ہمارے زخموں کا مداوا نہ کیا ہم ساری عمر مظلوم اقوام کی خاطر عالم اسلام کے لئے فلسطین، افغانستان، ایران اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سڑکوں

پر سینہ کوبی کرتے رہے لیکن کوئی یو این او اور نہ کوئی او آئی سی، کوئی عرب لیگ اور نہ کوئی نام (این اے ایم) ہماری مدد کو آتا یہاں تک کہ بھارت کے آدم خواروں اور عصمت کے دشمنوں نے کشمیر کے سبز قالین کو سرخ کیا اور عصمتوں کو بے دردی کے ساتھ پامال کیا۔

آج کشمیر میں کشمیر کی لہر ہے، شہیدوں کے قافلے ہیں اور بچے مہندی لگا کر اور کفن پوش ہو کر چل رہے ہیں۔ میں اپنے واردات غم چھپا نہیں سکتا ہوں۔ پاکستان میری امید بھی ہے اور غصہ بھی۔ حافظ کا یہ نکتہ بھی ڈھونڈے۔۔

درد عشق ارچہ دل از خلق نہاں میدارد
حافظ ایں دیدہ گریان تو بے چیزے نیست!

(ترجمہ) دل اگرچہ درد عشق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ حافظ تیری یہ روتی آنکھیں بے سبب نہیں ہیں۔

بہ این ہمہ وادی کشمیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اس پر آشوب دور میں بھی یہ پیغام دیتی ہے۔۔

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

محمد مقبول بٹ کے حق میں مظاہرے

جون ۱۹۸۰ء میں یہ خبریں گھومنے لگیں کہ حکومت عنقریب تہاڑ جیل دہلی میں مقید جناب محمد مقبول بٹ کو سولی پر لٹکانے والی ہے۔ کیونکہ ان کی درخواست رحم بھارتی صدر نے مسترد کر دی ہے۔ ان خبروں سے کشمیر کے حریت پسند حلقوں میں خاصا اشتعال پیدا ہونے لگا۔ اور یقین کیا جانے لگا کہ ہندوستان نو آبادی حکمرانوں کی تقلید کا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ اس موقعہ پر ہم نے محسوس کیا کہ محمد مقبول بٹ کی قیمتی زندگی کے سوال پر کشمیریوں کی حیثیت سے ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عاید ہو رہی ہیں، ہمارے حکمرانوں کو یہ اجازت نہیں دی جانی چاہئے کہ وہ ایک حریت پسند کشمیری کو سولی پر چڑھائیں۔

ادھر سب ہی جانکار لوگ اس بات کے قائل تھے کہ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۷ء تک سینٹرل جیل سری نگر میں ایک خصوصی بند عدالت میں مقبول صاحب کے خلاف جن حالات میں مقدمہ چلایا گیا تھا وہ موصوف اور ان کے ساتھیوں کے لئے مکمل بے یاری و مدد گاری کے حالات تھے۔ اور انہیں اپنا دفاع کرنے اور اس سارے قضئے میں اپنی صفائی پیش کرنے کے دوران اول سے آخر تک صرف ناساز گار حالات کا سامنا تھا۔ چنانچہ اس سوال پر غور کرنے کے لئے ہماری تنظیم پیپلز لیگ، اسلامی جمعیت طلبہ اور محاذ آزادی کے رہنماؤں کے درمیان ۷ اور ۹ جولائی کو سری نگر میں دو اجلاس ہوئے اور ایک لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے مشترکہ فورم جیسی تجویز بھی زیر بحث آئی۔ ان اجلاسوں میں اسلامی جمعیت طلبہ کے شیخ تجمل اسلام، محاذ آزادی کے جنرل سیکرٹری بشیر احمد بٹ اور راقم بہ حیثیت چیئرمین پیپلز لیگ اور شبیر احمد شاہ جنرل سیکرٹری شامل ہوئے۔ ایک مشترکہ فورم کے قیام کی تجویز تو آگے نہ بڑھ سکی، البتہ محمد مقبول بٹ کی سزائے موت کے خلاف مہم چلانے کے لئے مشترکہ مظاہروں اور جلسوں کا پروگرام ترتیب دینے پر اتفاق رائے ہوا اس طرح ۱۳ جولائی کو اسلام آباد میں ۱۶ جولائی سوپور میں، ۱۷ جولائی کو بارہ مولہ کے چوکوں میں ہمارے مظاہرے اور جلسے ہوئے۔ ان مظاہروں اور جلسوں میں بٹ صاحب کی رہائی، سزائے موت کی منسوخی اور رہائی کے علاوہ حق خود ارادیت اور اسلامی انقلاب کی حمایت میں نعرے بلند کئے گئے، اور حکومت ہند کو یاد دلایا گیا کہ وہ کشمیر کے بارے میں اپنے بین الاقوامی وعدے پورے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کرے اور کشمیریوں کو خود ارادیت کے مسلمہ پیدائشی حق کے ذریعے اپنا مستقبل حتمی طور پر طے کرنے کا جائز جمہوری موقعہ دے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سری نگر کا المیہ

حادثہ اور لوٹ مار

۱۹۸۰ء میں جو واقعات پیش آئے ان میں سب سے بڑا لرزہ خیز اور دلوں کو دہلانے والا واقعہ ۔ نہیں! المیہ ۲۶ اور ۲۷ جولائی کو پیش آیا۔ یہ المیہ ایک معمولی ٹریفک حادثے سے پھوٹ پڑا۔ جس میں ہندوستان کی باقاعدہ مسلح افواج نے سری نگر کے غیر مسلح اور بے قصور شہریوں پر وحشیانہ ہلہ بول کر نصف شب تک مار دھاڑ کا ننگا ناچ کیا۔ یہ ایک وحشتناک سانحہ تھا' جو زمانہ امن میں پیش آگیا۔

یہ رمضان المبارک کی ایک سینچر وار تھی ' اور ہم نے تیرھواں روزہ افطار کیا تھا۔ شب کے نو بجے جب کہ عوام کی اکثریت افطار کی خاطر گھروں کے اندر تھی یا مسجدوں میں تراویح میں مصروف تھی اور لال چوک اور امیراکدل کی سڑکوں پر لوگوں کے ہجوم گھٹ چکے تھے کہ سونہ وار کے قریب ایک فوجی گاڑی نے ایک آٹو رکشہ کو اپنی زد میں لایا جس سے تین آدمی زخمی ہو گئے۔ گاڑی کے ڈرائیور نے فرار ہونے کی کوشش کی ' لیکن ایک ہجوم نے اس کو پکڑ کر سول پولیس کے حوالے کر دیا۔ جس نے ڈرائیور کو قریبی پولیس اسٹیشن کوٹھی باغ پہنچایا۔ یہ خبر بادامی باغ فوجی چھاؤنی اور ٹنو گراؤنڈ ہشمالو بھی پہنچی ' جہاں فوجی ڈرائیور کی حراست کو فوجیوں نے اپنی فوجی انانیت اور احساس برتری کے لئے ایک چیلنج تصور کرلیا۔ اس کے بعد فوجی سول لباس پہن کر 'ڈنڈوں ' ہاکی سٹکوں ' رائفلوں وغیرہ سے لیس ہو کر چھاؤنی سے ٹرکوں میں سوار ہو کر ریگل چوک اور لال چوک کی طرف دوڑے۔

سب سے پہلے بے لگام مشتعل فوجیوں نے کوٹھی باغ پولیس تھانے پر دھاوا بول دیا۔ جہاں پولیس افسروں اور سپاہیوں کی بھرپور مرمت کرکے ' انہوں نے فوجی ڈرائیور کو چھڑالیا۔ اس بلوے میں فوجیوں نے چند ایک ڈنڈے شہر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر وٹالی پر بھی برسا کر ان کی ہندوستانی کھوپڑی کے اوسان خطا کر دیئے اور ان کے ہندوستانی قلب کو بھی مجروح کیا۔ پولیس کی خوف زدگی کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی مدافعت کے بغیر ہی یہ فوجی زدوکوب سہتی رہی اور ہمت کا معمولی ثبوت بھی نہ دیا۔ یہ وہی پولیس ہے جس کی گولیوں اور ڈنڈوں نے آج تک کشمیریوں کی نامعلوم تعداد کو سڑکوں پر اور پوچھ گچھ کے تعذیب خانوں میں لولہان کر دیا ہے اور یہ وہی ایس ' پی ہیں ' جن پر انگریزی کا یہ مقولہ ٹھیک صادر آتا ہے :۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

"More Loyal Than The King" یعنی بادشاہ سے بھی زیادہ وفادار۔
ان کا زخمی سر تو مندمل ہو گیا، لیکن اب انہیں تازیانہ عبرت یاد نہیں ہے۔

پولیس تھانے میں پولیس والوں کی خبر لینے کے علاوہ بدمست فوجیوں کی منظم ٹولیوں نے ریگل چوک سے بشہ مالو تک راہ گیروں کو اپنے اچانک حملوں سے دم بہ خود اور دہشت زدہ کر دیا۔ انہوں نے مار دھاڑ سے سارے علاقے میں ہر سامنے آنے والی چیز اور جان کے خلاف نراج اور درندگی کا رقص کیا۔ مثلاً" پرائیویٹ گاڑیاں، موٹر کاریں، ٹیکسیاں، سکوٹرس، رکشاز، بائیسکلز دکانات، ٹی سٹال، بس اڈے، ٹیکسی اڈے، راہگیر، پولیس اور ٹریفک سپاہی حتیٰ کہ بچے اور خواتین بھی ان کے بلوؤں سے بچ نہ سکے۔ فوجی بلوائیوں کے راستے میں ایک مرغ فروش اپنے مرغوں سمیت پھنس گیا۔ جوانوں نے اس کے مرغ چھین کر، ان بے زبان جانوروں کی گردنیں مروڑ دیں۔ کے، ایم، ڈی کے قریب ایک پولٹری دکان کے مرغ، مرغیاں اور انڈے بھی اسی طرح لوٹ لئے گئے۔ دہشت گرد فوجیوں نے فائر برگیڈ کے نوجوانوں کو بھی زخمی کر دیا جو دکانوں اور گاڑیوں کو نذر آتش کئے جانے کے دوران آگ بجھانے کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ ریاست کے نامور معالج ڈاکٹر علی محمد جان کے ایک اخباری بیان کے مطابق فوجیوں نے کے، ایم ڈی لال چوک کے قریب ایک مقام پر ان کی گاڑی پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب بال بال بچ گئے۔ دکانوں اور گاڑیوں کی آتش زنی کے دوران فوجی ٹولیوں نے مولانا آزاد روڈ ٹیکسی اسٹینڈ میں تقریباً" چالیس ٹیکسیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ جن میں بارہ ٹیکسیاں خاکستر ہو گئیں۔ ٹیکسی سٹینڈ کے آفس کا سارا سازو سامان لوٹ لیا گیا۔ اسی طرح منی بس سٹینڈ کے احاطے میں بھی بہت سی دکانوں، گاڑیوں، ٹمپوؤں، بسوں اور تھری ویلروں کو جلایا گیا، مار دھاڑ، غارت گری اور آتش زنی کا آغاز پہلے تو بادامی باغ چھاؤنی کے فوجیوں نے کیا، بعد میں ٹنوگراؤنڈ کے فوجی بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ہنومان مندر کے قریب ایک ٹیکسی کو جلانے کے بعد فوجیوں نے اسے دریائے جہلم میں پھینک دیا۔ عینی گواہوں کے بیان کے مطابق فوجیوں کے طریق کار سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے افسروں کے احکامات کی تعمیل کر رہے ہیں کیونکہ وہ وسل کی آواز پر ہی گاڑیوں سے اترتے یا ان پر چڑھتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے ٹرکوں میں بندوقوں سے لیس فوجی اپنی بندوقیں ہوا میں لہراتے ہوئے بڈ شاہ پل اور امیرا کدل کے نئے پل سے گذرے۔ بتایا جاتا ہے کہ ٹنوگراؤنڈ سے شکتی مان ٹرکوں کا جو قافلہ آیا اس کی قیادت ملٹری پولیس کا ایک ون ٹن جھونگا کر رہا تھا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

رات کے ساڑھے گیارہ بجے جہانگیر ہوٹل کے پاس اندھادھند فائرنگ کی گئی ' لال چوک میں گنڈا سنگھ بلڈنگ کے قریب چند پرائیویٹ کاروں اور آٹو رکشاؤں کو بھی نذر آتش کیا گیا' اور نیلم سینما کے نزدیک چند چھوٹے ہوٹلوں کو لوٹ لیا گیا۔

غرض یہ ایک ڈراؤنا منظر اور عظیم سانحہ تھا' جو کئی گھنٹے تک جاری رہا اور امیراکدل کے آس پاس رہنے والوں کی یہ چاندنی شب رمضان' شب محشر میں بدل گئی۔ حسرت ہے کہ وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ اس بربریت کو رکوانے اور اپنے عوام کو اس بپتا کی تاریکیوں سے چھڑانے کے لئے کوئی جرات مندانہ اقدام نہ کر سکے۔ حالانکہ ان کی ذاتی رہائش گاہ متاثرہ علاقے میں ہی ہے۔ اور وہ بہ نفس نفیس وہاں موجود تھے۔

ہڑتال اور مظاہرے

اس مار دھاڑ اور سفاکی کے خلاف عوام کا ردعمل قدرتی طور پر سخت غضب ناک تھا۔ جس کے نتیجے میں ۲۷ جولائی ایت وار کو سری نگر میں ٹرانسپورٹ کا پورا نظام معطل ہو گیا۔ نہ صرف سرینگر اور وادی کے دوسرے علاقوں بلکہ خود سرینگر شہر میں مختلف حصوں کے درمیان پبلک ٹرانسپورٹ کے تمام رابطے منقطع ہو گئے۔ ریڈیو کشمیر سری نگر نے رات کے المناک واقعات کی خبروں کا مکمل طور پر بلیک آؤٹ کر دیا۔ جس کی وجہ سے مفصلات دن بھر اصل صورت حال سے بے خبر رہے۔ سری نگر کے متاثرہ بالائی علاقوں میں مشتعل اور غم زدہ عوام نے فوج کی بربریت کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے اور زخمی لوگوں کو دیکھنے کے لئے صدر ہسپتال کی طرف ان کا تانتا بندھا رہا۔ مسلح پولیس اور مظاہرین کے درمیان جگہ جگہ جھڑپیں ہوئیں۔۔ مظاہروں کو روکنے کے لئے پولیس نے لاٹھیوں' ٹیر گیس کے گولوں اور ہوائی فائرنگ سے خوب کام لیا۔ لال چوک میں وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کے پروگرام کا ڈھنڈورا بجانے والی جیپ گاڑیوں پر شہر کے کئی مقامات پر مظاہرین نے سنگ باری کی اور لال چوک میں قائم کئے گئے سٹیج پر حملہ کیا گیا۔ خود وزیراعلیٰ کی تقریر کے دوران عوام نے احتجاج کیا' اور ان سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔ شام کے وقت مظاہرین نے بڈشاہ چوک میں ایک جیپ گاڑی نذر آتش کی اور ایک اور جلوس نے زیرو برج کے بی' نیس' ایف بیٹ کو نذر آتش کر دیا بیٹ کے سپاہی اس سے پہلے بیٹ کو چھوڑ کر فرار

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہو چکے تھے۔

سوموار ۲۸ جولائی کو سری نگر کے علاوہ اسلام آباد' سوپور' بارہ مولا' بانڈی پورہ' ترال' شوپیاں' پلوامہ وغیرہ میں بھی سانحہ سرینگر کے احتجاج میں تمام کاروباری ادارے اور تعلیمی ادارے بند رہے اور اسلام آباد' سوپور' بارہ مولہ اور بانڈی پورہ میں احتجاجی مظاہرے اور جلسے ہوئے' اور کئی مقامات پر مسلح پولیس اور غم زدہ مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ اسلام آباد میں عوام نے سیاہ پرچم اور پاکستانی پرچم تھام کر ہند کے خلاف اور پاکستان کے حق میں نعرے بلند کئے۔ سری نگر میں سب سے پہلے بعض غیر مسلموں نے احتجاجاً" اپنی دکانیں بند رکھیں۔ کیونکہ انہوں نے الزام لگایا کہ ایت وار کو مظاہرین نے ان کی دکانوں کو لوٹا تھا اس ہڑتال کے خلاف مسلمانوں نے بھی اپنا کاروبار بند رکھا۔ جس کو ناکام بنانے کے لئے آئی' جی پولیس' خفیہ پولیس کے اعلیٰ و ادنیٰ لوگ کشمیر آرمڈ پولیس' بی' ایس' ایف اور ڈپٹی کمشنر آندھی کی طرح شہر بھر میں حرکت میں آ گئے اور انہوں نے جبراً" لوگوں کی دکانیں کھولنے کی ناکام کوششیں کیں۔ ڈی سی سری نگر نے اپنی وفاداری کا مزید ثبوت فراہم کرنے کے لئے تاجروں کو دھمکی دی کہ اگر وہ ہڑتال پر قائم رہے تو انہیں گولیوں سے اڑایا جائے گا۔

زینہ کدل میں عبدالرشید کابلی ایم ایل اے (صفا کدل حلقہ انتخاب) گولی لگنے سے زخمی ہو گئے۔ موصوف مولوی فاروق کی ہدایت کے تحت مظاہرین کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے سڑک پر نمودار ہو گئے تھے۔ اسی روز شام کو سری نگر میں انسپکٹر جنرل پولیس پیر غلام حسن شاہ نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ سنیچر کی رات اور ایت وار کی وارداتوں میں چھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں' جن میں پانچ گولی لگنے سے ہلاک ہو گئے اور ایک کی موت اس کے سر پر لال چوک کے ٹیکسی سٹینڈ میں لاٹھیاں برسنے سے ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ سنیچر کی رات کو ۱۶ شہری اور نو پولیس والے جب کہ ایت وار کو چھ شہری اور نو پولیس والے زخمی ہو گئے' اور چالیس آدمی اب تک گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغل محلہ چھتہ بل کے سولہ سالہ مشتاق احمد' کرن نگر کے ۲۰ سالہ آفتاب احمد گگری بل کے ۱۹ سالہ فاروق احمد ڈار' لال نگر چھانہ پورہ کے ۲۱ سالہ فیاض احمد عبداللہ گنائی مرن پلوامہ۔ محمد حنیف درویش اوڑی ہلاک ہو گئے۔ لیکن غیر سرکاری طور پر سات بلکہ اس سے بھی زیادہ افراد کے جاں بحق ہونے کی اطلاع ملی۔ اور مرنے والوں میں شبیر احمد درویش کدل کا نام بھی اخباروں میں

آگیا۔ مشتاق احمد کو راہ چلتے جہانگیر ہوٹل کے نزدیک ایک فوجی گاڑی سے گولیوں کا نشانہ بنایا گیا' اور محمد فاروق کو نمائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے چار گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ آفتاب احمد کو اپنے بھائی کی شادی کی خاطر پاکستان سے سرینگر آئے ہوئے صرف چند یوم ہوئے تھے۔

ٹریبونل کا فیصلہ

وزیراعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی اکارڈ گورنمنٹ نے سانحہ سرینگر کی تحقیقات کروانے کے لئے ایک سابق چیف جسٹس جموں وکشمیر ہائی کورٹ میاں جلال الدین پر یک نفری ٹریبونل کے قیام کا اعلان کر دیا' جس نے کئی سو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقاتی رپورٹ مرتب کر کے ۱۹۸۱ء میں حکومت کو پیش کی لیکن یہ رپورٹ ابھی تک منظر عام پر نہیں لائی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ رپورٹ کی ایک کاپی فوج کو بھیج دی گئی ہے۔ جس کا ایک نسخہ حکومت کشمیر کے شعبہ داخلہ میں سخت احتیاط کے ساتھ خفیہ رکھا گیا ہے۔ اور اسے راز رکھنے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس اہم دستاویزی رپورٹ کے افشاء سے دہلی اور سرینگر کے حکمرانوں کے تعلقات میں خوفناک دراڑ پڑنے کا اندیشہ تھا اور حکومت کشمیر اس قسم کا کوئی خطرہ اور غصہ مول لینے کی طاقت اور آرزو نہیں رکھتی تھی۔ رپورٹ کی اتنی سخت راز داری سے یہ اندازہ کرنا ہمارے لئے مشکل نہیں رہا ہے۔ کہ ۲۶'۲۷ جولائی کی شبانہ فوجی جارحیت کی تحقیقات کرتے ہوئے چشم دید واقعات اور متاثرین کے بیانات سے ٹریبونل نے جو نتیجہ اخذ کیا اور جو فیصلہ صادر کیا وہ فوج کو مجرم اور خطاوار قرار دیتا ہے' اور عالمی سطح پر ہندوستانی افواج کے کریکٹر اور ڈسپلن کی بدنامی اور بے آبروئی کا باعث بن سکتا۔ جدید دور میں کسی قومی سلامتی فوج کی بدنامی قوموں کی عالم گیر برادری میں پوری قوم کے وقار کو پیوند خاک کر سکتی ہے' ورنہ اس میں کیا تک تھی کہ ٹریبونل کی تحقیقات اور اس کا آخری فیصلہ منظر عام پر نہ لائے جاتے۔ بلا شبہ ٹریبونل اپنی اہمیت و افادیت اور اعتبار کھو بیٹھتے ہیں۔ جب ان کے فیصلے عوام کو نہیں سنائے جاتے۔ اگر حکومت کشمیر میں ایمان و ضمیر کی کوئی رمق باقی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ ٹریبونل کے نتائج شائع کر دے' اور اسے موئے مقدس کی چوری کے واقعہ کی طرح ایک راز بنا کر ستم رسیدہ لوگوں کے ساتھ دھوکہ نہ کرے۔ اگر ٹریبونل کا فیصلہ ہمارے خلاف ہے تب بھی اسے سنایا جانا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

چاہیے۔

اثرات

۲۶ جولائی کی شبانہ غارت گری اور آتش زنی سے عام کشمیریوں کے دلوں میں محکومیت، محرومیت اور مظلومیت کا احساس جاگ اٹھا اور یہ بات ایک بار پھر ثابت ہو گئی کہ غالب عسکری طاقت اور ایک محکوم نہتی قوم کے درمیان ہونے والا کوئی بھی حسین اور دلفریب الفاظ میں لکھا گیا۔ معاہدہ، آزادی کی کھوئی ہوئی نعمت کا نعم البدل نہیں بن سکتا اسی طرح یہ حقیقت بھی لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی کہ اندرا عبداللہ معاہدہ بس ایک سراب تھا۔ جسے ایک غالب عسکری طاقت اور تلاش اقتدار میں بے قرار عناصر نے آزادی اور حق خودارادیت کے سچے دیوانوں، پروانوں ور پیاسوں کو بھٹکانے کے لئے مرتب کیا تھا۔

سری نگر کے المیہ نے کشمیریوں کو ایک برقی جھٹکا پہنچایا اس میں ارباب ہوش کے لئے عبرت کا سارا سامان موجود تھا۔ اسی حال میں ہم نے ماضی کی طرف نظر کی تو ہمیں اپنے دفتر عمل نے خجل کر دیا۔ پھر ہم نے حال کا جائزہ لیا، تو ہمیں اپنی بے سروسامانی، تن آسانی، دنیا پرستی، ایمان فروشی، ضمیر کشی، تفرقہ پسندی، عیاری اور عیش کوشی کی تصویر نظر آئی۔ حساس عناصر کے سامنے غوروفکر اور مستقبل کی تعمیر نو کے کچھ نئے خطوط اور زاویے آئے۔ لیکن پتہ چلا کہ سینکڑوں برس کی غلامی اور نصف صدی کی غلامی پسند اور مادہ پرست قیادت نے ہمارے قوائے عمل مفلوج بنا دیئے ہیں۔ ہمیں عمل پیہم، ثابت قدمی، سخت جانی اور سخت کوشی کی صفات سے محروم کر دیا ہے۔ ہمیں اچھائی کا نقاد، برائی کا مقلد۔ اور طاقتور کا نقال بنایا ہے۔ کیونکہ خود وطن کے جانے پہچانے سیاسی و مذہبی بت بے عمل عیش کوش، دنیا پرست اور حریص ہیں۔ انہی کا قائم کردہ کھوٹا سکہ نہ کہ دین و شریعت کا کھرا سکہ، اب تک دلوں پر حاوی رہ کر ایمان و عمل کی تاراجی میں مسلسل کردار ادا کر رہا ہے۔ اس لئے ہم نے اس حادثہ غم سے مستقل عبرت حاصل نہ کی۔ غلامی اور مظلومیت کا احساس جاگ بھی اٹھا، تو پھر سو گیا۔ ہم اپنی پرانی ڈگر پر پھر سے چلنے لگے اور عذاب و عتاب کا مزید سامان پھر جمع کرنے لگے۔ حیرت ہے کہ جن حضرات کے راج تاج کی ساری حقیقت ۲۶، ۲۷ جولائی کی ٹریجڈی نے بے نقاب کر دی تھی، وہ پھر بھی نہ بدلے کوئی غیرت و حمیت بھی ان

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

میں پیدا نہ ہو سکی اور انہوں نے اپنی وفاداریاں ثابت کرنے کے لئے جمہوریت اور انصاف کی قبائیں مسلسل تار تار کیں۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ اسی پھاڑے گئے دوپٹے کے لئے اپنی یہ اصطلاح برابر استعمال کر رہے ہیں۔ "عزت و آبرو کا مقام" اور اسی دعوے اور نعرے کے سایے میں حقوق کے پہرہ دار ہمارے حقوق پامال کر رہے ہیں:۔

ہمیں ملا کر بھی خاک و خون میں نہیں ہیں وہ مطمئن ابھی تک
ہماری خاک لحد کے ذرے ہیں ان کے دامن پہ بار اب بھی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سری نگر میں اسلامی کانفرنس کا حشر

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کا اقتدار اعلیٰ کشمیر میں ہمیشہ خوف اور اندیشوں کا شکا رہا ہے' اسے کبھی یہاں اپنے وجود کا اعتبار نہیں آیا ہے۔ لہٰذا وہ یہاں کی ہر چھوٹی بڑی تبدیلی حتیٰ کہ ایک ادنیٰ واقعہ پر بھی اپنی نگاہ مرکوز رکھتا ہے۔ اور یہاں پہنچ کر اسکی جمہوریت' آزادی صحافت اور آزادی اجتماع کے معانی ہی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے ۲۶ جولائی کے حادثہ غم کے اثرات کا اس نے زبردست نوٹس لیا۔ اور ان اثرات کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لئے مرکزی اور ریاستی سطح پر ہر قسم کے اقدامات کئے گئے۔ پولیس کے ذریعے نوجوانوں اور طالب علموں کی پکڑ دھکڑ تیز کر دی گئی۔

اسی غیر یقینیت اور انتشار کے ماحول میں اسلامی جمعیت طلبہ جموں وکشمیر کی طرف سے سری نگر میں ایک اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے دن قریب تر ہوتے گئے۔ مجوزہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں شرکت کے لئے اسلامی اور غیر اسلامی دنیا کے ممتاز سیاسی و دینی رہنماؤں نے اپنی آمد کا یقین دلایا تھا۔ اس لحاظ سے یہ کانفرنس غیر معمولی اہمیت اختیار کرنے والی تھی۔ اور ممتاز شخصیتوں کی متوقع آمد کی خبر سے اس کا چرچا عام ہو گیا تھا۔ ادھر جمعیت نے اپنا یہ فیصلہ نہیں چھپایا تھا کہ وہ کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اسلامی دنیا کے ممتاز رہنماؤں کو کشمیر کے ذوق آزادی کی طرف متوجہ کرے گی۔ ۲۶ جولائی کے المیے کے پس منظر میں اس کانفرنس کی طرف حکومت اور عوام دونوں کی توجہ مرکوز ہو گئی۔ سہ روزہ کانفرنس ۲۲ اگست سے شروع کئے جانے کا پروگرام تھا۔ لیکن حکومت نے مجوزہ کانفرنس کے انعقاد پر اپنی برہمی کا اظہار کیا۔ اس لئے حکومت اور جمعیت کے درمیان محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ حکومت مجوزہ کانفرنس کو اپنے موقف کے لئے نقصان دہ اور جمعیت اپنے لئے اسے سود مند تصور کرتی تھی۔ کیونکہ ۲۶ جولائی کی ٹریجڈی کے زخم ابھی ہرے تھے۔ جس کی وجہ سے کشمیریوں کے دلوں میں ہندوستان سے آزاد ہونے کا جذبہ ایک بار پھر رقص کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ ممتاز بیرونی مہمانوں کی آمد کا پروگرام اور ان کی موجودگی میں مسئلہ کشمیر کا تذکرہ حکومت ہند اپنے لئے برا تصور کرتی تھی۔ دہلی کے حکمرانوں اور سری نگر میں ان کے ماتحتوں کو سب سے زیادہ خوف ان بیرونی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مہمانوں کا تھا جن کی اس کانفرنس میں شرکت کا پروگرام طے پا چکا تھا۔ اس لئے کشمیری حکمرانوں نے کانفرنس کے داعیوں سے کہا کہ وہ مجوزہ کانفرنس ملتوی کرکے غیر ملکی مہمانوں کے دعوت نامے واپس لیں اور مدعو حضرات کو لکھیں کہ وہ کشمیر آنے کی زحمت گوارا نہ کریں لیکن داعیان کانفرنس نے حکومت کی تجویز کے جواب میں کہا کہ وہ اخلاقی طور پر ایسا غیر شائستہ اور منفی اقدام اٹھانے سے معذور ہیں۔ ہاں اگر حکومت چاہے تو وہ آپ اپنے ہتھکنڈے استعمال میں لا سکتی ہے۔ اب حکومت نے کانفرنس والوں سے کہا کہ وہ مجوزہ کانفرنس کو چند ماہ کے لئے ملتوی کریں۔ ورنہ اس کو خلاف قانون قرار دے بغیر کوئی دوسرا چارہ کار نہ ہو گا۔ یہ دھمکی وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ نے ۳۱ جولائی ۱۹۸۰ء کو سری نگر میں شہریوں کے ایک اجلاس میں دی۔ جمعیت طلبہ کے رہنماؤں کو یقین ہو چکا تھا کہ حکومت اپنی دھمکی پر عمل پیرا ہو گی۔ لیکن وہ اپنے فیصلے پر قائم تھے۔ اس لئے کہ انہیں اس میں اپنا روشن مستقبل نظر آرہا تھا۔ اگرچہ اس سوال پر ان کی سرپرست بزرگ تنظیم جماعت اسلامی کی صف قیادت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ مجوزہ کانفرنس کی خوب تشہیر ہو چکی تھی اور عوام خاص کر کشمیری نوجوان اس کے انعقاد سے انقلابی نوعیت کی توقعات وابستہ رکھے ہوئے تھے' اس لئے کانفرنس کے داعیوں کو بجا طور پر امید تھی کہ مقررہ تاریخ پر لوگوں خاص کر نوجوانوں کی کثیر تعداد سری نگر امڈ آئے گی۔ لوگوں کے پرجوش تاثرات کے پیش نظر اصحاب جمعیت حکومت کے متوقع امتناعی احکامات کو نظرانداز کرکے کانفرنس بلانے کے لئے تیار تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اگر حکومت نے کانفرنس کو خلاف قانون قرار دیا تو سری نگر انقلاب کی لپیٹ میں آئے گا۔ اسی مخدوش صورتحال میں جب جمعیت طلبہ کے لیڈروں کو یہ اندازہ ہوا کہ حکومت کسی بھی قیمت پر انہیں کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت نہیں دے گی تو انہوں نے سرینگر میں پانچ اگست کو ایک پریس کانفرنس بلائی۔ جس میں انہوں نے اپنی تنظیم کے نصب العین اور مجوزہ کانفرنس کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کی اس موقعہ پر اخبار نویسوں کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے تنظیم کے ناظم اعلیٰ شیخ تجمل الاسلام نے کشمیر پر ہندوستان کے قبضے کو غاصبانہ اور کشمیر کو غلام قرار دیا۔ اور پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو ایک حق پسندانہ مطالبہ قرار دیا۔

اس کے بعد حکومت اور جمعیت کے درمیان مذاکرات کے تمام دروازے بند ہو گئے ہندوستان کے ذرائع ابلاغ نے اس بیان کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی۔ جمعیت

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

طلبہ کو تو خوب پبلسٹی ملی لیکن اس کانفرنس کو ممنوع قرار دینے کے لئے ہندوستان میں زوردار مطالبات کئے گئے۔ آخر کار عید رمضان سے پہلے ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ حکومت کشمیر اس لہر کو روکنے کے لئے اپنی تمام تر قوت عنقریب استعمال میں لانے والی ہے۔ وادی بھر میں پولیس اور سراغرسان ایجنسیوں اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو چوکس کر دیا گیا' اور ان شخصیتوں کی فہرست بھی مرتب کر دی گئی' جن کو عید الفطر کے فوراً" بعد گرفتار کرنا مقصود تھا۔ عید الفطر کا دن بے قراری اور غیر یقینیت میں گذر گیا' کیونکہ ۲۶ جولائی کی شب غارت گری کی تلخ یاد ابھی بہرحال تازہ تھی۔ اور پندرہ اگست کو ہندوستان کے یوم آزادی پر کسی قسم کی گڑ بڑ کو روکنے کے لئے بارہ مولہ میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ سوپور میں بھارت کے خلاف مظاہرے ہوئے اور ہندواڑہ میں ایک ہجوم نے پاکستان کا قومی پرچم لہرایا' اور بانڈی پورہ میں یوم آزادی کی تقریب کسی لیڈر صاحب کی تقریر دلپذیر کے بغیر قبل از وقت برخاست کر دی گئی۔

چھاپے اور گرفتاریاں

حکومت نے اسلامی جمعیت طلبہ کے لیڈروں اور کارکنوں کے علاوہ جموں وکشمیر پیپلز لیگ کو بھی نشانہ بنانے کا فیصلہ کر دیا۔ اس غرض کے لئے پیپلز لیگ کے چیئرمین کی حیثیت سے مجھے سری نگر میں ۱۸ اگست ۱۹۸۰ء کو نام نہاد پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا۔ گرفتاریوں کا یہ سائیکلون بڑی تیزی کے ساتھ ۲۳ اگست تک جاری رکھا گیا۔ جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے سینکڑوں وابستگان کے علاوہ پیپلز لیگ کے بہت سارے حامی بھی گرفتار کئے گئے۔ سری نگر' اسلام آباد اور بارہ مولہ میں پیپلز لیگ اور اسلامی جمعیت طلبہ کے صدر اور ذیلی دفاتر پر پولیس نے چھاپے ڈالے۔ ان کے بورڈ اتار دیئے گئے اور دفتری سامان ضبط کیا گیا' اور نوجوانوں اور طالب علموں کی مجوزہ عالمی اسلامی کانفرنس خلاف قانون قرار دی گئی۔ اس اعلان کے بعد پولیس اور ایڈمنسٹریشن نے ۲۱ اور ۲۲ اگست کو سرینگر کا محاصرہ کر دیا۔ سرینگر کے اہم مقامات خاص کر لال چوک اور عید گاہ میں پولیس کی کثیر تعداد بچھا دی گئی۔ عید گاہ میں ہی مجوزہ اسلامی کانفرنس کا انعقاد ہونے والا تھا۔ ۲۱ اگست کو سینکڑوں کی تعداد میں لوگ گرفتار کر دیئے گئے اور ۲۲ اگست کو یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ سرینگر کے ارد گرد تمام ناکوں پر پولیس دستے سرگرم ہو گئے جہاں دیہات اور صوبہ جموں سے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

آنے والی تمام مسافر بسوں اور دوسری غیر فوجی اور غیر سرکاری گاڑیوں کی تلاشی دن بھر جاری رہی' اور لوگ اندھا دھند گرفتار کئے گئے۔ گرفتاریوں کے اس سائیکلون کے ذریعے ساری وادی خوف و دہشت کی لپیٹ میں آگئی۔ پولیس نے گرفتاریوں کا طوفان بدتمیزی شروع کرکے جن لوگوں کو بسوں پرائیویٹ گاڑیوں' چوراہوں اور سڑکوں سے اٹھا کر تھانوں' نظر بندی کیمپوں اور پوچھ تاچھ مرکزوں میں بھر دیا' ان میں مجوزہ اسلامی کانفرنس کے حامی اور غم گسار ہی نہیں تھے' بلکہ وہ لوگ بھی تھے جن کا سیاسی جھمیلوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ان کا قصور یہ تھا کہ ان کے چہروں پر داڑھیاں تھیں۔ یا وہ نوجوان یا طالب علم تھے ۔ جن سے پولیس تھانے بھر گئے۔ جو نوجوان تلاش کے باوجود نہ ملے ان کے بدلے ان کے باپ یا بھائی حراست میں لے کر تعداد پوری کر دی گئی۔ ۲۲ اگست کو لال چوک کا منظر پولیس' خفیہ پولیس اور حکمران نیشنل کانفرنسی کارکنوں اور وظیفہ خواروں کی موجودگی سے بڑا خوفناک بنا ہوا تھا۔ اس دوران اسلامی کانفرنس کے کچھ حامی نوجوان چوک میں نعرے بلند کرتے ہوئے نمودار ہو گئے۔ جن پر پولیس اور نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے بے رحمی سے ڈنڈے برسائے اور انہیں پولیس گاڑیوں میں دھکیل کر لے لیا۔

کشمیر کی اس دہشتناک صورت حال میں حکومت نے وہ سب حربے استعمال میں لائے جن کے ذریعے بیرونی مہمانوں کی آمد رک سکتی تھی۔ یا وہ خود اپنے دورہ کشمیر کا پروگرام منسوخ کر لیتے۔ تاہم کچھ حضرات سری نگر آئے۔ جن کو پولیس نے ہوائی اڈے سے اپنی رہنمائی میں گیسٹ ہاؤس میں پہنچا کر دوسرے روز سری نگر سے رخصت کر دیا۔ کیونکہ سری نگر کے ہوائی اڈے پر پولیس اور خفیہ پولیس سرگرم اور چوکس تھی' اور ہوائی جہاز سے اترنے والوں کے پورے حلیے کا جائزہ لے کر ہی ان کو آگے بڑھنے کا موقعہ دیتی تھی۔ ۲۲ اگست کو ہی جمعیت طلبہ کے ناظم اعلیٰ شیخ تجمل الاسلام بھی سرینگر میں نام نہاد پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کئے گئے۔ اس سے پہلے ان کے جنرل سیکرٹری عبدالمجید خان گرفتار کر لئے گئے۔ تاہم پولیس' پارٹی کے ایک اور سرکردہ رہنما ڈاکٹر محمد ایوب ٹھاکر کو فوری طور پر گرفتار کرنے میں ناکام رہی۔ انہیں اکتوبر ۱۹۸۰ء میں عید الاضحیٰ سے چند یوم پہلے گرفتار کر لیا گیا۔ جماعت اسلامی کے ایم ایل اے سید علی گیلانی اور جنرل سیکرٹری مولانا شیخ محمد سلیمان بھی اپنے بہت سارے حامیوں کے ساتھ گرفتار کئے گئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

گرفتار شدگاں کی زیادہ تعداد پولیس کے تعذیب خانوں میں رکھی گئی، کچھ قیدی سنٹرل جیل سری نگر میں داخل کئے گئے۔ لیکن حکومت نے اپنی انتقامی پالیسی کی روشنی میں قیدیوں کی اکثریت کو گرمی سے جھلسانے کے لئے صوبہ جموں کے قید خانوں اور تعذیب خانوں میں ٹھونس دیا۔ اس طرح ہم لوگ سنٹرل جیل جموں، سب جیل اودھم پور، سب جیل ریاسی، ڈسٹرکٹ جیل کٹھوعہ اور ہیرا نگر نظر بندی کیمپ میں تقسیم کر دیئے گئے۔

تعذیب خانہ کوٹھی باغ

۱۸ اگست کو گرفتار کرنے کے بعد مجھے سیدھا پولیس تھانہ کوٹھی باغ پہنچایا گیا۔ میرے بریف کیس کو ضبط کرنے کے لئے گرفتار کرنے والی پولیس پارٹی واپس اس دکان پر گئی، جہاں سے مجھے اٹھایا گیا تھا۔ لیکن نوجوان دکان دار نے امین کی حیثیت سے میرا بریف کیس پولیس والوں کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی پاداش میں پولیس نے بریف کیس چھین کر بے گناہ دکان دار کو بھی حراست میں لیا۔ میں نے جب تھانہ کوٹھی باغ میں بے قصور نوجوان کی حراست پر اعتراض کیا تو وہ اسے وہاں سے نکال کر ایس پی انٹروگیشن کے پاس لے گئے، اور پیچیدہ اور بے سود سوالات پوچھنے کے بعد اسے رات کے گیارہ بجے چھوڑ دیا، ادھر میرے بریف کیس کی تلاشی لینے کے بعد افسر تلاشی نے میرا ایک قلمی مقالہ، ہائی کورٹ جموں وکشمیر کے ایک فیصلے کی نقل اور تنظیم کے چند رسید بک اور کوپن ضبط کر لئے پہلی دو چیزیں تو پولیس والوں کے لئے بالکل کسی کام کی نہیں تھیں۔ مثلاً" مقالے کا عنوان تھا " اسلام کا نظام بینکاری دوبئی کی مثال" مقالہ ماہوار" **البلاغ المبین** " کے لئے بڑی محنت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔ لیکن خفیہ پولیس والوں کی بدحواسی اور ناقابلیت کی وجہ سے یہ بھی مجھ سے چھین لیا گیا، اور انہوں نے میری ایک بھی نہیں سنی۔

شام کے وقت مجھے ایک متعفن، ناپاک، غلیظ اور بدبو دار حوالات میں بند کیا گیا۔ جس کے سلاخی دروازے پر ایک مسلح سپاہی پہرہ دیتا تھا۔ قیدیوں کو پیشاب پھیرنے کے لئے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی اس لئے قیدی مشتعل ہو کر مجبوراً" کھڑے کھڑے کمرے کے ایک دروازے پر پیشاب کرتے تھے۔ جس سے یہ کمرہ سراپا عفونت پھیلا چکا تھا۔ ان قیدیوں میں پیشہ ور اخلاقی مجرم مثلاً" جیب کترے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور سارق وغیرہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ شوپیاں کے ایک سخت جان عالم مولانا غلام احمد احرار کے فرزند محمد شفیع احرار بھی گرفتار کرکے میرے ساتھ شامل کئے گئے۔ میں نے تھانے والوں کے اس شرمناک برتاؤ کے خلاف بھوک ہڑتال کے ذریعے احتجاج کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ وہاں کے کرتا دھرتا افسروں کو ہمارے کھانے پینے کا کوئی غم نہ تھا۔ کوئی افسر ہماری شکایات سننے کے لئے نہیں آتا تھا۔ رات کے گیارہ بجے پولیس نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ اور ہم دونوں کو اس غلیظ و ناپاک کمرے سے باہر آنے کے لئے کہا گیا۔ کھانا پیش کیا گیا لیکن میں نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے افسر تھانہ پر واضح کیا کہ اگر کھانا کھانے کے بعد آپ ہمیں دوبارہ اسی (ٹٹی) حوالات میں رات بھر بند رکھنا چاہتے ہیں تو اس سے بہتر یہی ہے کہ ہم فاقہ کشی میں ہی رات گذاریں پہلے تو افسر تھانہ نے حیلہ سازی سے کام لیا لیکن آخر اسے مجبوراً" میرا مطالبہ مان لینا پڑا۔ چنانچہ کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں ایک الگ اور صاف کمرے میں رات گذارنے کے لئے داخل کئے گئے۔

۱۹ اگست کی صبح کو سید علی گیلانی، اشرف صحرائی اور ولی محمد عادل اپنے درجن بھر رفقاء کے ساتھ پہنچا دیئے گئے۔ ہم دن بھر اکٹھے رہے اور عادل صاحب کی ہنسی مذاق کا لطف اٹھاتے رہے، رات کو ہی ہمیں پولیس افسروں کے ذریعہ پتہ چلا کہ حکومت نے ہمارے مستقبل کا فیصلہ کردیا ہے جس کی بنیاد پر کل صبح سویرے صوبہ جموں کے جیل خانوں کے لئے ہمارا سفر شروع ہونے والا ہے۔ صبح سویرے تھانہ کو بھی باغ کے باہر تین یا چار بسیں کھڑی کر دی گئیں، اور سوا سات بجے گرفتار شدگاں اور پولیس سے بھری ہوئی یہ بسیں سری نگر کے ایک ڈی، ایس، پی زمرد حسین کی معیت میں صوبہ جموں کے مختلف جیل خانوں کے لئے روانہ ہو گئیں۔ قاضی گنڈ سے ذرا آگے مزید اسیروں کو لے کر اسلام آباد سے بھی کچھ بسیں ہمارے ساتھ شامل ہو گئیں۔ اسیروں کا قافلہ عصر کے بعد اودھم پور پہنچ گیا۔ جہاں سب جیل کے عقب میں ایک بازار میں ہماری گاڑیاں کھڑی ہو گئیں اور دو نظر بندوں جمعیت طلبہ کے ڈسٹرکٹ سیکرٹری الطاف احمد شاہ اور اسلام آباد کے غلام محی الدین کو گاڑی سے اتار کر ڈی، ایس، پی اور چند سپاہی سب جیل میں داخل ہو گئے۔ ہم کوئی آدھے گھنٹے تک بسوں میں بیٹھ کر ڈی ایس پی کا انتظار کرتے رہے کہ اسی اثناء میں ایک ناخوشگوار واقعہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پیش آیا۔ پولیس اور کشمیری اسیروں کو دیکھ کر راہ گیر ہماری بسوں کے ارد گرد بڑی تعداد میں جمع ہو گئے ہماری ایسکورٹ پارٹی کے ایک غیر مسلم سپاہی نے چپکے سے کسی ایک تماشہ بین کو بتایا کہ یہ کشمیر کے پاکستانی ہیں۔ جنہوں نے ۲۷ جولائی کو سرینگر میں غیر مسلم دکان داروں کی لوٹ مار اور آتش زنی میں حصہ لیا تھا۔ ۲۶، ۲۷ جولائی کے واقعات پر ہندوستان اور جموں کے جانب دار اور متعصب پریس نے پہلے ہی کشمیری مسلمانوں کی ایک ڈراؤنی تصویر پیش کی تھی۔ اس لئے اودھم پور کے اس ہجوم نے موقعہ کو غنیمت خیال کرکے ہم پر خوب صلواتیں بھیجیں، ہمیں جی بھر کے کوسا اور دھمکیاں دیں، اور ہم پر حملہ کرنے کی تیاریاں بھی کی جانے لگیں بسوں میں بند ہم میں سے بعض لوگ فطری طور پر مشتعل ہو گئے کیا خبر کہ صورت حال بے قابو ہو کر کیا گل کھلاتی کہ اسی اثناء میں ڈی ایس پی واپس پہنچ گئے۔ اور ہماری بسیں ہیرانگر اور کٹھوعہ کے لئے چل پڑیں۔ ڈی ایس پی کو یہ سارا ماجرا سنایا گیا، اور سخت الفاظ میں احتجاج کیا گیا۔ نظر بندوں نے انہیں اپنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ حیرت و حسرت کی تصویر بن گئے۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے معذرت ندامت اور افسوس کا اظہار کیا۔ بہرحال جموں کی جھلسانے والی گرمی مین اب ہمارا شب کا سفر بھی شروع ہو گیا، اور ہم پسینے میں شرابور ہو گئے یہاں تک کہ ہم ہیرانگر پہنچ گئے، اور ہمارے قافلے کی بھاری اکثریت سب جیل ہیرانگر کے سپرد کی گئی۔ میرے ساتھ دس اسیر ڈسٹرکٹ جیل کٹھوعہ کی طرف موڑے گئے۔ اور رات کے دو بجے ہم جیل کے مہیب پھاٹک میں داخل کر دیئے گئے۔ جہاں دال سے بھرے پلیٹ اور گندم کی چپاتیاں ہمیں پیش کی گئیں اور آرام کرنے کے لئے ہم بارہ کے بارہ اسیروں کو دو تنگ و تاریک سیلوں میں تقسیم کیا گیا۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک سیل میں صرف دو اسیروں کے رکھنے کی گنجائش تھی۔

کرمنل جیل

کٹھوعہ کا جیل اصل میں ایک سب جیل تھا جسے اب ڈسٹرکٹ جیل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ابھی تک اس کی ہیئت اور گنجایش بدلی نہیں ہے۔ یہ اس ریاست کی حدود پر واقع آخری جیل ہے۔ اس کے پھاٹک میں داخل ہونے کے بعد ایک قیدی پر دہشت، تاریکی اور تنہائی کے سائے منڈلانے لگتے ہیں۔ اونچی فصیل کے اندر ایک

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تنگ و تار اور محدود قید خانہ ہے جس کی کل کائنات ایک بارک' دو الگ سلیں' دو یا تین خانوں والی ایک غلیظ لیٹرن' دو کچن اور غسل خانوں کے بغیر نلکوں کے دو پوئنٹ بارک کے دو حصے ہیں' اس کا عقبی حصہ خواتین ملزموں کے لئے اور فرنٹ مرد ملزموں کے لئے مخصوص ہے۔ فی الحقیقت یہ قتل و ڈکیتی کے بڑے بڑے ملزموں کا قید خانہ ہے۔ جس میں میری موجودگی میں قتل و ڈکیتی کے ۲۰ یا ۲۲ بڑے بڑے ملزم موجود تھے کٹھوعہ کا جیل خانہ سیاسی اسیروں کے لئے ہر لحاظ سے غیر موزوں ہے اور یہاں جان بوجھ کر صوبہ کشمیر سے صرف ان سیاسی نظر بندوں کو بھیجا جاتا ہے جنہیں زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچانا مقصود ہو یہاں کا پانی تیل رنگت اور مضر صحت ہے اس لئے اسے کالا پانی بھی کہتے ہیں۔ کالا پانی' گرمی کی شدت اور مچھروں کے پے در پے حملوں نے ہماری راتیں مصیبت میں تبدیل کیں۔ اور ہماری نیندیں اچاٹ ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے میں اپنی سیل میں اڑنے والے نورانی جگنوں کی تنویر و دل کشی کا بھی لطف نہ اٹھا سکا۔ جو میرے کمرے میں آندھی میں ریت کے ذروں کی طرح اڑ رہے تھے۔ جلد ہی مجھ پر خونیں پیچش زہیری بیماری اور جسمانی خارش کا سنگین حملہ ہو گیا۔ نہ صرف میرا بلکہ میرے ساتھیوں اور عملہ جیل کا راتوں کا آرام بھی لٹ گیا۔ حتیٰ کہ کئی روز کی ڈاکٹری کوششوں کے بعد میرے "زہیر" پر قابو پالیا گیا۔ یہ صورت حال جاننے کے باوجود سری نگر کے حکام نے اپنی انتقامی خو نہیں بدلی اور ہماری تبدیلی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ۲۴ ستمبر کو آئی جی جیل خانہ جات مسٹر ڈچن اور سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل جموں مسٹر کوتوال دورے پر آگئے۔ آئی جی پی نے صورت حال کے پیش نظر ہیرانگر سب جیل کے لئے ہماری تبدیلی کی سفارش کا وعدہ کیا۔

کٹھوعہ جیل میں نظر بندی کے دوران میرے اور میرے اہل خانہ اور خویش واقارب کے درمیان مراسلت کا سلسلہ مکمل طور پر منقطع کیا گیا۔ خالصتاً" ذاتی اور گھریلو نوعیت کے ہمارے تمام خطوط راستے میں غائب کئے جاتے رہے۔ کیونکہ یہ خطوط نہ صرف جیلر کے ذریعے سنسر ہوتے' بلکہ خفیہ سراغ رساں ایجنسیاں بھی ہماری مراسلت کو سنسر کرتی ہیں۔ اور روحانی اذیت پہنچانے کے لئے یہ پولیس کا ایک اور رسوا کن حربہ تھا۔ جس کی مثالیں مہذب اور جمہوری حکومتوں میں نہیں بلکہ کمیونسٹ' نسل پرست اور فاسسٹ حکومتوں میں بہ کثرت ملتی ہیں۔ کٹھوعہ کی نظر بندی کے دوران میں نے سب سے پہلے جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے نام بھی جیلروں کے ذریعے اپنی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نظر بندی کو چیلنج کرتے ہوئے ایک رٹ پٹشن روانہ کی۔ لیکن اس کا حشر معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ ساری صورتحال مجھے دو ماہ کے بعد عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر معلوم ہوئی' جب سنٹرل جیل سری نگر میں میرے رشتہ دار مجھ سے ملاقی ہوئے۔

۹ اکتوبر کو مجھے اپنے چار ساتھیوں سمیت سب جیل ہیرانگر تبدیل کر دیا گیا۔ ان اصحاب کے نام یہ ہیں مختار احمد صوفی بشیر احمد گنائی' محمد احسن اور غلام نبی۔ ۱۸ اکتوبر کو میرے سوا باقی سب نظر بند رہا کیے گئے۔ اور مجھے اسی روز شام کو ہیرانگر سے سنٹرل جیل جموں پہنچایا گیا۔ جہاں سے رات کے ساڑھے بارہ بجے سنٹرل جیل سری نگر کے لئے ہمارا سفر شروع ہو گیا اور ۱۹ اکتوبر ۴ بجے دن ہم سنٹرل جیل سری نگر میں داخل کیے گئے۔ میرے ساتھ جموں سے شیخ تجمل اسلام' مولانا حبیب اللہ' شیخ محمد اشرف' کٹھوعہ جیل سے ظہور احمد شیخ شامل کر دیئے گئے۔ یہاں سے چند ماہ بعد ہم رہا کر دیئے گئے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تحریک شراب بندی

یوں تو غیب پر ایمان رکھنے والے تمام مذاہب اور ان کے بانی خمر کو انسان کی روحانی اخلاقی اور سماجی زندگی کے لئے سمّ قاتل جان کر گناہ قرار دے چکے ہیں لیکن پھر بھی ان کے پیروکاروں کی عملی زندگی میں اب شراب فروشی اور شراب نوشی کوئی زیادہ معیوب بات نہیں رہی ہے۔ لیکن اسلام اور اس کے ماننے والوں کی بات ان سب سے مختلف ہے اس لئے کہ حرام و حلال کا جو معیار کلام اللہ نے قائم کیا ہے اس کو یہ کروڑوں مسلم عوام اور ان کے تمام فقہا اور علما تو کیا خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم بھی تبدیل کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اس لحاظ سے اسلام مسلمانوں پر یہ فرض عاید کرتا ہے کہ وہ اپنے سماجی اور ملکی حالات کی روشنی میں ایک ایسا قابل عمل نظام قائم کریں۔ جس میں قرآن کے اصول امرونہی کا چلن ہو اور اس کے مقرر کردہ قانون حلال و حرام کو توڑنے کی کسی شخص میں خفیہ یا اعلانیہ ہمت پیدا نہ ہو ایک آخری امت کے زندگی بخش پیغام کے حاملین کی حیثیت سے مسلمانوں کی ذمہ داریاں انقلابی نوعیت کی ہیں۔ اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے جہاد ان پر فرض کیا گیا ہے۔ جس کی ضرورت اور فرضیت سے انکار کرنے کے لئے کوئی حیلہ کام نہیں دے سکتا۔

ریاست جموں وکشمیر جس میں مسلمانوں کو بھاری اکثریت حاصل ہے، میں برسوں سے شراب فروشی اور شراب نوشی کی حوصلہ افزائی سرکاری سطح پر نظر آتی رہی ہے اور حکومت گلی گلی خوشی خوشی مے خانوں کے لئے لائسنس اجراء کرتی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کشمیر ایک ٹورسٹ اسٹیٹ ہے۔ اس لئے یہاں نشہ بندی لاگو نہیں کی جا سکتی۔ گویا کہ حکومت ایک خود غرض اور بداخلاق تاجر ہے جسے لوگوں کے سماجی اخلاقی اور مذہبی اعتقادات سے نہیں اپنی دکان داری سے غرض ہے اور وہ اپنی دکان کو زیادہ سے زیادہ جاذب نظر اور مقبول بنانے کے لئے مذہب دشمنی حیاسوزی اور اخلاق شکنی کی سب سے نچلی سطح پر آنے میں فخر محسوس کرتی ہے حکومت کا یہ دعویٰ محض دروغ اور فریب پر مبنی ہے۔ ٹورسٹ اسٹیٹ کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ شراب فروشی کے اڈے قریہ قریہ اور گلی گلی حق بہ جانب قرار دیئے جائیں۔ حق تو یہ ہے کہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کشمیر آنے والے سیاحوں کے لئے شراب کی بوتلیں حاصل کرنا یا ساتھ رکھنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ قریہ قریہ شراب کی دکانیں ٹورسٹوں کی خاطر نہیں بلکہ کشمیر کے بچوں اور نوجوانوں کے لئے ہیں جن میں شراب نوشی کی لت پیدا کرنا اور انہیں جہاد زندگانی اور قومی عزائم سے بے زار کرانا حریت فروشوں اسلامی انقلاب کے دشمنوں اور ان کے آقاؤں کا اہم ترین مقصد ہے۔

اسلام آباد میں شراب مخالف لہر

کشمیر کے نوجوانوں کا حساس اور انقلابی عنصر اس حقیقت کو تیزی کے ساتھ محسوس کرکے شراب اور چرس دونوں برائیوں کے خلاف جہاد کرنے کا بھرپور عزم رکھتا ہے۔ کیونکہ انسانی جسم و روح عقل و فہم اور ایمان و عمل کے ان دشمنوں نے ہمارے معاشرے پر اپنی یورش تیز کر دی ہے۔ یہی وہ احساس اور جذبہ ہے جس کے سہارے مارچ ۱۹۸۲ء میں اسلام آباد کے ہنگامہ خیز اور تاریخی قصبے سے نشہ بندی کی ایک زور دار عوامی تحریک شروع ہوئی تھی۔ جسے فرقہ وارانہ رنگت دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی گئی۔ پیپلز لیگ کے چیئرمین کی حیثیت سے میرے پاس اس تحریک سے متعلق کافی معلومات ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ دنیا اس تحریک کی حقیقت اور سچائی سے بے خبر نہ رہے۔ کیونکہ ریاست میں خاص مفادات رکھنے والے عناصر فرقہ پرستوں اور ہندوستان کے ذرائع ابلاغ نے اس آواز کو دبانے اور تحریک کو بدنام کرنے کے لئے طاقت اور پروپیگنڈا ہر طرح کے حربوں سے کام لیا۔

یہ تین مارچ ۱۹۸۲ء کی بات ہے جب میں پیپلز لیگ کا جائزہ لینے کے لئے اسلام آباد کے دورے پر گیا۔ میں نے رات کو یہاں پیپلز لیگ کے کارکنوں اور حامیوں کے ایک اجلاس میں شرکت کی جس میں تنظیم اور تحریک سے متعلق مختلف سوالات پر گفتگو ہوئی۔ اجلاس کے دوران لیگ کے کارکنوں نے باتوں باتوں میں قصبے میں شراب نوشی کی بڑھتی ہوئی بیماری پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور مجھے قصبے میں اس کے مہلک اثرات کی طرف بھی متوجہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ شراب نوشی کی لت بڑھتے بڑھتے چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو پڑ گئی ہے۔ ان کے جذبات سنگین تھے۔ چنانچہ انہوں نے شراب کے خلاف ایک سنجیدہ اور پرامن تحریک شروع کرنے کے لئے اجازت مانگی۔ جس کی اجازت دیتے ہوئے ان کو تاکید کی گئی کہ وہ علاقے میں شراب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے خلاف اپنی کارروائیاں اخلاق اور شرافت کے آئین کے مطابق کریں مقصد کے حصول کے لئے کام کریں اور بے راہ روی کو اپنے مقصد پر غالب نہ آنے دیں۔ بعد میں اسلام آباد میں پیپلز لیگ کے کارکنوں نے ایک صاف ستھرا اور پرامن پروگرام تشکیل دیا۔ جس کے مطابق ۵ مارچ جمعہ سے قصبے میں پیپلز لیگ کے کارکنوں کی طرف سے شراب کی دکانوں کے سامنے ایک پرامن دھرنا شروع ہو گیا۔ پیپلز لیگ کے ابتدائی پروگرام میں کوئی بھی دوسری سیاسی یا مذہبی تنظیم شامل نہیں تھی۔ نہ کسی دوسری تنظیم سے مشورہ یا گٹھ جوڑ کیا گیا تھا۔

ہمارے کارکنوں نے خالص ایک ناصحانہ اور شریفانہ انداز اختیار کیا۔ انہوں نے احتجاج کے دوران شراب فروشوں پر واضح کیا کہ وہ ان کے خلاف کسی قسم کا تشدد کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا کہ وہ شراب کے خلاف ہیں نہ کہ کسی فرقے کے خلاف ۔ اسی طرح وہ شراب خریدنے والوں سے بھی شرافت اور اخلاق کے ساتھ اپیلیں کرتے رہے کہ وہ شراب جیسی عصمت و اخلاق دین و ایمان اور عقل وحواس دشمن شے سے مکمل طور پر اپنا تعلق ختم کر دیں بعض گاہکوں سے بوتلیں حاصل کرکے ان کو توڑ ڈالا گیا۔ ۷ مارچ تک افہام و تفہیم کے ساتھ ہمارے کارکنوں کا پرامن دھرنا جاری رہا۔ لیکن ۸ مارچ کو پولیس کے حکام نے دھرنا دینے والے ہمارے حامیوں اور کارکنوں کو ڈرانے دھمکانے اور مشتعل کرنے کی کوششیں کیں۔ پولیس حکام کی روش کے خلاف ہمارے حامیوں نے ایک پرامن مظاہرہ کر لیا۔ لیکن پولیس نے ان پر ڈنڈے برسانے کے علاوہ لگ بھگ بیس اصحاب کو حراست میں لیا۔ تنظیم کے جنرل سیکرٹری شبیر احمد شاہ ۔ غلام محمد گنائی ظہور احمد شیخ مختار احمد صوفی نذیر احمد خان نثار احمد خان مشتاق احمد ملک وغیرہ گرفتار شدہ کارکنوں میں شامل تھے پولیس کے اشتعال انگیز اقدامات نے قصبے میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑا دی حتیٰ کہ دوسرے روز ۹ مارچ منگل وار کو اسلام آباد کے لوگ حکومت اور شراب کے خلاف سڑکوں پر امڈ آئے اور علاقے کی کاروباری دفتری اور ٹریفک زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ حکومت نے پولیس کی بھاری قوت سے عوام کے پرامن مظاہروں کو ناکام بنانے کی چال کی اور شراب بندی کا مطالبہ کرنے والے جلوس کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج کیا اشک آور گیس کے گولے پھینکے اور ہوائی فائرنگ کی پولیس اور عوام کے درمیان دن بھر جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں طرفین کی بڑی تعداد زخمی ہو گئی۔ زخمی ہونے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

والوں میں ضلع کے ایس پی بھی شامل تھے۔ پولیس ڈسپلن شکنی کرتے ہوئے لال چوک اسلام آباد کی مسجد میں بھی داخل ہو گئی اور اس نے اپنی بے لگامی کا ثبوت دیا اسی اشتعال انگیز صورت حال میں بے قابو ہجوم نے شراب کی چار دکانوں پر ہلہ بول دیا اور بوتلوں کو توڑ ڈالا۔ یہ ایک بے قابو ماحول تھا جس میں پیپلز لیگ کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ کیونکہ شراب کے خلاف تحریک کا آغاز کرنے والے ہمارے بہت سے کارکن ایک روز پہلے ہی حراست میں لئے جا چکے تھے۔ اور مزید حامیوں کی تلاش تیزی سے جاری تھی تازہ ترین صورت حال کی خبر ملتے ہی میں ۱۰ مارچ کو اسلام آباد چلا گیا جہاں کاروباری زندگی مکمل طور پر معطل تھی اور حکومت کی پرتشدد کارروائیوں اور گرفتاریوں کے خلاف عوامی مظاہرے بھی جاری تھے۔ میں نے فوراً" پیپلز لیگ کے حامیوں اور کارکنوں کا ایک اجلاس طلب کیا۔ جس میں مجھے ایڈمنسٹریشن کے رول قصبے کی صورت حال اور عوامی رجحانات کے بارے میں جانکاری حاصل ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ عوام اپنے مطالبات پر سختی سے قائم ہیں اور قصبے میں شراب بندی کے نفاذ کی یقین دہانی اور قیدیوں کی رہائی کے بغیر وہ ہڑتال کو واپس لینے اور زندگی کو معمول پر لانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی مقدس تحریک کے دوران خاص طور پر اسلامی ڈسپلن پر عمل کریں اور مفاد پرست اور بے لگام عناصر سے اپنی صفوں کو پاک رکھیں۔ ۱۱ مارچ کو بھی سارے اسلام آباد میں ہمہ گیر ہڑتال تھی۔ اور ساری ریاست کی نظریں اسلام آباد کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اس دن قصبے کے لال چوک میں دوپہر کو ہماری طرف سے ایک زبردست ریلے کا انتظام کیا گیا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں پرجوش عوام نے حصہ لے کر مکمل شراب بندی نظر بندوں کی غیر مشروط رہائی اور پکڑ دھکڑ اور خانہ تلاشیوں کا سلسلہ بند کرنے کے مطالبات کئے۔ پیپلز لیگ کی ریلے سے غلام حسن شیخ امیر ضلع جماعت اسلامی، بشیر احمد بٹ جنرل سیکرٹری محاذ آزادی اور ایک امام مسجد غلام الدین نے خطاب کیا۔ آخر پر میں نے بہ حیثیت چیئرمین پیپلز لیگ اپنی تقریر میں اسلام آباد میں شراب بندی تحریک کا پس منظر اور پیش منظر بیان کیا۔ اور ان سب الزامات کی تردید کی۔ جو ہندوستان کے ذرائع ابلاغ نے زہر اگلتے ہوئے ہماری تحریک پر لگائے تھے ہندوستانی ایجنٹوں حکمرانوں اور نام نہاد سکولر اخبارات اور نشر واشاعت کے اداروں نے ہمیں فرقہ پرست تشدد پسند اور ہندو دشمن قرار دے کر "کشمیر میں ہندو خطرے میں ہیں"۔ کا ڈھنڈورا

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پیٹا تھا۔ اور نشہ بندی تحریک کو ہندو دشمن تحریک کا رنگ دینے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ریاست کے ہندو سرمایہ داروں نے صدر اور وزیراعظم ہند کے نام اپنی تاروں اور مراسلوں میں حقائق و واقعات کو مسخ کرکے پیش کیا تھا اور اسلام آباد میں ہندو دکانوں کی لوٹ کی فرضی اور جھوٹی کہانیاں گھڑ کر اپنی بددیانتی اور دروغ گوئی کا آپ ثبوت دیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ تحریک ہندو کے خلاف نہیں تھی بلکہ شراب کے خلاف تھی اور اگر یہ ہندو مخالف تحریک ہوتی تو پھر ہندو دکاندار کیسے بچ نکلتے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ تین شراب فروش دکاندار ہندو تھے۔ اور شراب کی ایک دکان سرکاری تھی۔ اگر شراب فروش دکان دار مسلمان بھی ہوتے تو وہ بھی اسی طرح عوامی غصے اور یلغار کی زد میں آجاتے تین شراب فروش ہندوؤں کی دکانوں کی تباہی پر ہندوستان کے پریس اور ہندو لیڈر شپ نے آسمان سر پر اٹھا کر رائی کا پہاڑ بنا لیا۔ لیکن جب انہی عوام نے شراب فروشی اور شراب نوشی کے ایک خفیہ گھریلو اڈے کا گھیراؤ کرکے بوتلوں کو ضبط کیا۔ تو ہندو پریس اس کے تذکرے سے خالی رہا کیونکہ اس طرح تحریک کی غیر فرقہ وارانہ حقیقت عیاں ہو جاتی جس سے فرقہ پرستوں شراب فروشوں اور مے خواروں کے پروپیگنڈے کی اصلیت طشت ازبام ہو جاتی

میں نے وزیراعلیٰ شیخ عبداللہ کو یاد دلایا کہ وہ وزیراعلیٰ ہی نہیں بلکہ اوقاف اسلامیہ جموں وکشمیر اور آثار شریف حضرت بل کے سربراہ بھی ہیں ایسے وزیراعلیٰ کے دور اقتدار و اختیار میں مے فروشی اور مئے نوشی کی حوصلہ افزائی اور فروغ افسوسناک اور شرمناک ہے۔ اگر وہ اس ام الخبائث کی روک تھام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے سر سے اسلامی اوقاف اور معابد کی سرپرستی کی دستار نیچے اتاریں اسی جلسے میں ہڑتال کھولنے کے لئے ہم نے اپنی کم سے کم شرائط کا اعلان بھی کیا۔ مثلاً" نظربندوں کی رہائی اور اسلام آباد میں مکمل شراب بندی۔

جلسہ عام کے اختتام کے تھوڑی دیر بعد ڈپٹی کمشنر اسلام آباد کے دفتر میں ڈسٹرکٹ کے اعلیٰ حکام اور ہمارے وفد کے درمیان بات چیت ہوئی۔ جس میں طویل مذاکرات کے بعد ہمارے مطالبات مان لئے گئے۔ پانچ نظربند فوراً" ہی رہا کر دیئے گئے۔ اور پیپلز لیگ کے تمام دوسرے نظربند ۱۵ مارچ کو رہا کئے گئے۔ مذاکرات کی کامیابی کے بعد ہم نے لال چوک میں ہڑتال کھولنے کا اعلان کیا۔ اس طرح ۱۲ مارچ جمعہ کو اسلام آباد کی کاروباری زندگی معمول پر آگئی۔ لیکن ہندو دکان داروں نے فرقہ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پرستوں اور سرمایہ داروں کے اشارے پر ۹ مارچ کے واقعات پر احتجاج کرتے ہوئے اپنی دوکانیں بند رکھیں۔ جس سے قصبے میں غم و غصے کی ایک اور لہر دوڑی لیکن پیپلز لیگ نے عوام کو صبر و قرار میں رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

پولیس اور فرقہ پرستوں کو اسلام آباد کی صورتحال سے تسکین نہیں ہوئی تھی اور وہ پیپلز لیگ کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے نئے راستے تلاش کر رہے تھے ۔ چنانچہ حکام اور اسلام آباد والوں کے درمیان سمجھوتے کی پروا کئے بغیر حکومت نے ۱۸ مارچ کو کیلاش ہوٹل سرینگر سے پیپلز لیگ کے عہدیداروں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا

بانڈی پورہ میں پولیس کا حملہ

۱۹ مارچ کو نماز جمعہ کے بعد پیپلز لیگ نے بانڈی پورہ کے چوک میں ایک جلسہ عام بلایا تاکہ کشمیر کی تازہ ترین صورت حال اور ہندوستان کے فرقہ پرستوں کے اصل عزائم سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔ لیکن پولیس نے ہمارے لاؤڈ اسپیکر پر ہلہ بول کر اس کے سارے تار کاٹ ڈالے اور جلسہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی ۔ جس سے عوام میں پولیس کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا۔ عوامی ردعمل کو دیکھ کر پولیس حکام نے ہمارے ساتھ کافی کشمکش کے بعد لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت دیدی۔ دارالعلوم دیو بند کے نوجوان طالب علم غلام مصطفیٰ آخون کی تلاوت قرآن پاک اور پرجوش تمہید کے بعد میں نے پیپلز لیگ کی تحریک شراب بندی پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور حکومت سے مانگ کی کہ وہ وادی کشمیر میں اپنی شراب پسند پالیسی کو تبدیل کرے اور تمام درسی کتب سے اسلام پیغمبر اسلامؐ حضرت جبرئیلؑ اور وحی الٰہی کے بارے میں خود ساختہ بیانات خارج کرکے ان سوالات پر قرآن وسنت کی طرف رجوع کرے۔ یاد رہے کہ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ نئی دہلی نے مڈل کلاس طلبہ کے لئے تاریخ اور دینیات کا جو نصاب تیار کیا ہے اور جس کو ہماری ریاست کے اسکولوں کے لے منظور کیا گیا ہے' میں اسلام کے اساسی عقائد رسالت محمدیؐ اور پیغمبرؐ کی شخصیت قرآن اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں پیش نہیں کئے گئے ہیں ۔ جس سے اسلام کے بارے میں حکومت کے عزائم مشکوک ہو گئے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ضلع بارہمولہ میں گرفتاریاں

بانڈی پورہ کے بعد پیپلز لیگ نے بارہمولہ کے چوک میں ایک جلسہ عام بلانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ پیپلز لیگ کے نصب العین اس کی شروع کردہ تحریک اور ریاست کی صورت حال پر عوام کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اس کے لئے ۲۶ مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ حکومت پہلے ہی پیپلز لیگ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور مقبولیت سے سخت خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس میں دہلی کے حکمرانوں فرقہ پرست لیڈروں اور اخبار نویسوں کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی کوئی ہمت نہ تھی۔ نیز ان سب عناصر کو پیپلز لیگ کے استحکام اور مقبولیت میں اپنی شکست و ذلت کا سامان صاف دکھائی دے رہا تھا ۔ کیونکہ ان میں ہمارے تصور انقلاب اسلامی کا سامنا کرنے کی کوئی اخلاقی قوت نہ تھی۔ چنانچہ اسی فرسٹیشن کے عالم میں حکومت نے بارہ مولہ میں ہمارے خلاف جابرانہ اور عیارانہ ہتھکنڈے استعمال میں لانے کا منصوبہ بنایا تاکہ جلسہ بلانے کی ہماری تمام کاوشیں سبو تاژ ہو جائیں۔۔

حکومت نے بارہ مولہ میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کی لیکن ہم اپنے عزم پر برابر قائم رہے۔ بارہ مولہ میں حکومت کی پوری مشینری پولیس اور انتظامیہ ۲۶ مارچ کو صبح سویرے حرکت میں آ گئی۔ بارہ مولہ کے چوک میں بازاروں میں اور جامع مسجد جدید کے ارد گرد پولیس کی بھاری نفری پھیلائی گئی۔ ادھر بانڈی پورہ سے سوپور تک اور سوپور سے بارہ مولہ تک پولیس کے بڑے بڑے گشتی سکارڈ اہم مقامات پر مسافر بسوں ٹیکسیوں اور گاڑیوں کی تلاشی پر مامور کئے گئے۔ اسی افراتفری کے عالم میں میں صبح کے ساڑھے دس بجے بارہ مولہ جانے کے لئے بانڈی پورہ سے سوپور پہنچ گیا۔ بارہ مولہ میں نماز جمعہ پر جامع مسجد جدید اور بارہ مولہ چوک میں میرے خطاب کا پروگرام بن چکا تھا۔ سوپور میں مجھے بارہ مولہ کی صورت حال اور پولیس حکام کی انتظامی کارروائیوں کے بارے میں مزید تفصیلات ملیں لیکن میں نے پروگرام کے مطابق ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے بارہ مولہ کا قصد کیا۔ اسی اثنا میں سوپور کے سب ڈویژنل پولیس آفیسر نے پہنچ کر مجھے اپنے دو ساتھیوں عبدالمجید مجاہد ڈسٹرکٹ صدر کپواڑہ اور عبدالمجید خان ڈسٹرکٹ سیکرٹری بارہمولہ کے سمیت حراست میں لے کر سنبل کے پولیس تھانے میں قید کر لیا۔ بارہ مولہ کی جامع مسجد جدید میں اس گرفتاری کی اطلاع نماز جمعہ کے موقعہ پر دی گئی۔ جہاں نماز کے بعد پیپلز لیگ کے کارکنوں نے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ایک احتجاجی مظاہرہ کیا لیکن پولیس کی بھاری تعداد نے مظاہرین کے خلاف طاقت استعمال کی اور ہمارے کئی حامی حراست میں لئے گئے جن میں بشیر احمد کنرو ارشاد احمد شاہ محمد حسین مظفر احمد شاہ عبدالرشید گنائی اور عبیداللہ گنائی شامل تھے۔

رات سنبل تھانے میں گزارنے کے بعد مجھے اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت ۲۷ مارچ کو سنٹرل جیل لے جاکر ۷ اپریل تک بند رکھا گیا۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مسجد اقصیٰ کی توہین

مقام القدس

بیت المقدس ' اسلام کی تین مقدس ترین مساجد میں سے ایک ہے جس پر جون ۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل قابض ہوگیا تھا۔ ان تین مساجد میں **بیت اللہ** (مسجد حرام) **بیت المقدس** (مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ شامل ہیں۔ جو علی الترتیب مکہ معظمہ ' یروشلم فلسطین اور مدینہ منورہ میں قائم ہیں۔ **بیت المقدس** کو مسلمانوں کا قبلہ اول بھی کہتے ہیں جس کی طرف رخ کر کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چودہ برس تک نماز ادا کی تھی۔ جہاں سے معراج کے نام سے عرش معلیٰ کے لئے آپؐ کا مشہور کائنات گیر' معجزاتی اور ماوراء عقل اسراء (رات کا سفر) شروع ہوا تھا اور جہاں سیر افلاک شروع ہونے سے قبل انبیائے اکرامؑ نے جمع ہو کر آپؐ کا استقبال کیا تھا اور سب نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ بقول نعیم صدیقی

نماز بے مثال یاں' وہ کی گئی ہے۔ اک ادا
بہ اقتدائے مصطفیٰؐ ' حبیب خاص کبریا
کھڑے تھے ایک قطار میں ملا کے انبیاء قدم
------ یروشلم ' یروشلم!

اس لئے بیت المقدس اور امت اسلامی کا رشتہ ان مٹ ہے اور دنیا کے مسلمان کسی بھی حال میں اپنے قبلہ اول کی توہین اور اس پر غاصب صیہونیوں ' انبیاء کرام کے قاتلوں یا غیروں کا قبضہ تسلیم نہیں کر سکتے۔

مسجد عمر میں فائرنگ

۸ اپریل ۸۲ء ایسٹر کو ایک مسلح یہودی نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسجد عمر میں کود کر نمازیوں پر اندھا دھند فائرنگ کی جس سے دو نمازی شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ نیز مسجد کو کافی نقصان پہنچا۔ بیت المقدس کے مسلمانوں نے صیہونیوں کے اس ناپاک حملے کے خلاف زبردست مظاہرے کئے جس کے جواب میں اسرائیلی

افواج نے مسلمانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کی۔ مسجد اقصیٰ کی توہین نے سارے عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی اور مقبوضہ یروشلم اور عالم اسلام میں ایک ہفتے تک احتجاجی ہڑتال کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلامی کانفرنس کے چیئرمین کی حیثیت سے سعودی فرمان روا شاہ خالد بن عبدالعزیز نے تمام اسلامی ملکوں سے اپیل کی کہ وہ مسجد عمر میں اندھا دھند یہودی فائرنگ کے خلاف اور فلسطینی عوام کے ساتھ یک جہتی کا مظاہرہ کرنے کے لئے ۱۴ اپریل کو ایک دن کے لئے تمام کاروبار بند کریں۔ اسلامی ممالک نے اس اپیل پر لبیک کہتے ہوئے ۱۴ اپریل کو ایک لاجواب ہڑتال کا مظاہرہ کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ساری ملت اسلامیہ ایک جسد واحد کا نام ہے۔ مسلمانان عالم کے اس لا مثال اور عظیم الشان رد عمل سے اسرائیل کانپ اٹھا۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم اسرائیل بیگن چلا اٹھے کہ

"کہاں ہیں ہمارے اتحادی اور حامی، ہمیں تو تنہا چھوڑ دیا گیا۔"

کشمیر کے محکوم و مجبور عوام بھی عالم اسلام کا ایک جز ہیں۔ انہوں نے بارہا آزمائشی موقعوں پر مقامات مقدسہ کے تقدس اور اسلامی قوموں کی مصیبتوں کی خاطر سڑکوں پر نکل کر صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اگست ۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کی آتش زنی ہو، نومبر ۷۹ء میں حرم پاک میں مسلح مداخلت کاری ہو یا دسمبر ۷۹ء میں افغانستان میں روسی مداخلت، غرض وہ کون سا ملی سانحہ نہیں تھا۔ جس پر کشمیر کے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند نہ کی ہو اور وہ اب تک خون کے آنسو نہ رو رہے ہوں۔

سوتے ہوں الگ چاہے مگر ایک ہے سنگھم

اس لئے انہوں نے عالم اسلام کے ساتھ اپنی یک جہتی کا ثبوت دینے کے لئے سری نگر سوپور اور بارہ مولہ وغیرہ میں ۱۴ اپریل کو یوم احتجاج منانے کے لئے تمام کاروبار بند کر کے سڑکوں پر مارچ کیا سری نگر میں عوام اسرائیل کے خلاف مظاہرے کرتے ہوئے لال چوک اور پھر ریگل چوک پہنچے جہاں کوٹھی باغ کے علاقے میں پولیس نے پرامن مظاہرین کو روکنے اور منتشر کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کی دھمکیاں دیں۔ جس سے مظاہرین بھی مشتعل ہو گئے مظاہرین اقوام متحدہ کے فوجی مبصروں کے دفتر جا کر انجمن اقوام متحدہ کے نام اپنا پروٹسٹ ریکارڈ کروانا چاہتے تھے۔ جو برسوں سے سری نگر کی ایک روایت رہی ہے۔ پولیس نے ان کی ایک بھی نہ سنی۔ ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے بجائے ان کو اور بھی بھڑکایا، جس کا فائدہ ہجوم میں شامل

مفاد خصوصی والے عناصر نے اٹھایا۔ آخر میں ایک پر امن مظاہرہ پولیس اور مفاد پرستوں کے بھڑکانے سے پر تشدد بن گیا اور چند بینکوں کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی گئی۔ مظاہروں میں پاکستان کے حق میں اور اسرائیل و ہندوستان کے خلاف نعرے بلند کیے گئے۔

پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپوں کا سلسلہ چل پڑا' اور پولیس نے اندھا دھند طریقے پر لاٹھی چارج کیا' اور اشک آور گیس کے گولے پھینکے۔ لیکن پولیس افسروں کی پیاس پھر بھی نہ بجھی چنانچہ ایک پولیس افسر نے گولی چلا کر ایک مسلمان نوجوان معراج الدین زرگر کی زندگی کا سانس بند کر دیا۔ اس سانحہ کے دوران متعدد لوگ زخمی ہو گئے۔ بعد ازاں پولیس نے پیپلز لیگ کے بہت سارے ہمدردوں کو گرفتار کر لیا۔ اور شہر و دیہات میں نوجوانوں کے تعاقب اور پکڑ دھکڑ کا سلسلہ مزید تیز کر دیا۔

اسلام آباد میں تشدد

۱۵ اپریل کو سری نگر میں پولیس فائرنگ اور ایک نوجوان کو گولی سے مار نے کے خلاف سوپور' بارہ مولہ' اسلام آباد اور بانڈی پورہ کے علاقوں میں ہمہ گیر ہڑتال ہوئی۔ اور پولیس کی مذمت میں مظاہرے کیے گئے۔ اسلام آباد میں پولیس نے لوگوں کے گھروں میں گھس کر جبر و تشدد کے زیادہ سنگین حربے استعمال کیے بعض گھروں پر چھاپوں کے دوران پولیس قیمتی اشیاء کو اٹھا کر لے گئی اور زید کے بدلے بکر کو حراست میں لینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا گیا۔ بوڑھوں' بچوں' اپاہجوں کی مار پیٹ اور عورتوں کی بے عزتی' مکانوں کا پتھراؤ' ان کے شیشوں اور دروازوں کی پتھروں اور ڈنڈوں سے توڑ پھوڑ وغیرہ ایک ایسا گھناؤنا رول ہے جس سے اسلام آباد میں پولیس حکام کی بد حواسی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ پیپلز لیگ کے حامیوں اور کارکنوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ اور بھی وسیع کر دیا گیا اور ان پر تھانوں میں ستم ڈھائے گئے۔

پولیس کی ان متشددانہ کاروائیوں سے اسلام آباد میں پولیس کے خلاف نفرت اور غصے کی لہر اور زیادہ تیز ہو گئی۔ اور لوگ حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل کر سراپا احتجاج بن گئے اور ضلع کے نئے ایس پی امان اللہ خان کی فوری تبدیلی کا زوردار مطالبہ کیا گیا۔ اسلام آباد کی ہڑتال نہایت زور و شور سے پانچ روز تک جاری رہی۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

آخر کار حکومت کی اس یقین دہانی کے ساتھ کہ لوگوں کی شکایات کی تحقیقات کر کے ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ اسلام آباد میں دوبارہ کاروبار کھل گیا۔ لیکن ابھی تک لوگوں کے زخم برابر ہرے تھے۔

بانڈی پورہ میں ہلڑ بازی

سری نگر میں ۱۴ اپریل کے المناک واقعات کے خلاف بانڈی پورہ میں پیپلز لیگ کے کارکنوں نے ہڑتال کی منادی کرائی۔ جس کے نتیجے میں علاقہ بھر میں مکمل ہڑتال ہوئی اور لوگ احتجاجی مظاہروں میں شریک ہونے کے لئے بانڈی پورہ کے چوک کی طرف مارچ کرنے لگے۔ پیپلز لیگ کی منادی سے حکمران نیشنل کانفرنس اور پیپلز کانفرنس کے مقامی عہدیدار بد حواس ہو گئے ' دونوں جماعتوں نے محسوس کر لیا تھا کہ پیپلز لیگ کی تحریک شراب بندی کے بعد ان کے پاؤں کے نیچے زمین سرک رہی ہے۔ کھرے سونے کی دریافت کے بعد کھوٹے سکوں کا مستقبل تاریک ہونے لگا ہے' اور حریت و انقلاب اسلامی کے بے میل تصورات کے اجالے کے بعد مصنوعی اور نقلی اسلامیت کے تمام چہروں کا غازہ اترنے والا ہے اسی عالم مایوسی میں دونوں تنظیموں کے مقامی لیڈر اور وظیفہ خور ہمارے خلاف حرکت میں آ گئے کیونکہ۔

چہرے ہیں مختلف مگر کردار ایک ہے

ان کے "سورماؤں" اور کارکنوں نے جن میں سے کئی لاٹھیوں سے لیس تھے بانڈی پورہ کے چوک میں ہم پر حملہ کیا اور مسئلہ فلسطین و اقصیٰ پر ہمارے جلسے کو سبوتاج کیا۔ مقامی ایڈمنسٹریشن اور پولیس کے حکام نے حملہ آور نیشنل کانفرنس اور پیپلز کانفرنس کے بلوائیوں کو روکنے اور حراست میں لینے کے بجائے ہمیں جلسہ کرنے سے روکا۔ ایڈمنسٹریشن کے ذمہ داروں اور نیشنل کانفرنس کے بلوائیوں نے میرے ہاتھ سے مائک چھیننے کی کوشش کی جو ناکام بنا دی گئی ہمارے ہاتھوں میں کوئی پارٹی پرچم نہیں تھا ' نہ کوئی پارٹی سلوگن ہمارے جلسے میں بلند ہو رہا تھا۔ ہم تو یہی فرض کر چکے تھے کہ کسی تنظیمی امتیاز کے بغیر یہ عام مسلمانوں کا ایک جلسہ عام ہو گا۔ جس میں جتنی پارٹیوں کے لیڈر چاہیں بولیں گے۔ اور سانحہ اقصیٰ اور فلسطین کی صورت حال کی طرف عوام کی توجہ موڑیں گے۔ لیکن ہم یہ مشاہدہ کر کے حیران ہو گئے کہ ہمارے مقابلے میں نیشنل کانفرنس اور پیپلز کانفرنس کی باہمی رقابت ختم ہو گئی ہے اور دونوں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے بلوائی ایک ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے قدم بڑھا رہے ہیں۔ کسی نیک مقصد کی خاطر اور نہ سانحہ اقصیٰ پر احتجاج کرنے کے لئے ۔ سیدھے سادے اور پر خلوص لوگ جو مسئلہ اقصیٰ پر اس جلسے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بیت المقدس کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے خواہاں تھے' اور سری نگر فائرنگ میں ایک بے گناہ ' مسلمان نوجوان کی موت کے غم میں مبتلا تھے نیشنل کانفرنس اور پیپلز کانفرنس کے بلوائیوں کی ہڑبونگ دیکھ کر حیران و بد دل ہو گئے۔ اس لئے کہ ایک مخالف تنظیم بھی اپنے حقیر مقاصد کی خاطر حکمران نیشنل کانفرنس سے گٹھ جوڑ کر کے جمہوریت اور انصاف کی مقدس اقدار کو پامال کر رہی تھی اور حکمران تنظیم کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر ایک مقدس عوامی محفل کو ہڑبونگ میں تبدیل کر کے فسطائیت کی آبیاری کر رہی تھی۔

اس ہڑبونگ میں پہلے ہمارے ایک عزیز طالب علم نے مائیک ہاتھ میں لے کر چند افتتاحی جملے ادا کئے اور ان کے بعد میں نے شور و ہنگامہ برپا کرنے والے بلوائیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کسی خاص سیاسی تنظیم کا جلسہ نہیں ہے۔ مسئلہ اقصیٰ اور سانحہ اقصیٰ پر اظہار حقیقت اس کا مقصد ہے۔ یہ کسی پارٹی کے خلاف بھی نہیں ہے اور نہ ہم نے ابھی تک کسی ایک پارٹی یا پارٹیوں کے خلاف لب کشائی کی ہے اس لئے ہم حیران ہیں کہ اس جلسے کو ناکام بنانے والے کیا اغراض حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن بلوائیوں نے ایک بھی نہ سنی اور انہوں نے اپنا شور و ہنگامہ برابر جاری رکھا۔ مشترکہ جلسے کا کوئی مطالبہ نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ وہ پہلے جلسہ کرنا چاہتے ہیں' بعد میں آپ اس کے بر خلاف جب حکام نے موقعے پر ہی چوک میں جلسے پر ایک غیر قانونی پابندی عاید کرنے کا اعلان کیا تو نیشنل کانفرنس اور پیپلز کانفرنس والوں نے زور زور سے خوشی کی تالیاں بجائیں۔

حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایان خانقاہی
انہیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگ آستانہ

اس واقعے سے بانڈی پورہ کے ہوشمندوں اور ہمارے ہمدردوں کو معلوم ہوا کہ تحریک حریت اور تصور انقلاب اسلامی کے دشمن کن کن گوشوں اور کمین گاہوں میں کیسی کیسی قبائیں اور کلاہیں پہن کر اور کتنے رنگین چہرے آراستہ کر کے ہم پر گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تحریک آزادی میں جمود کیوں؟

۱۹۳۱ء میں ہماری ریاست جموں و کشمیر میں سیاسی بیداری کی ایک تحریک شروع کی گئی ' جو مختلف مرحلوں اور شکلوں سے گزرتی ہوئی اپنی اصل سے دور ہوتی گئی۔ یہ حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اگر ایک طرف سے وقت گزرنے اور بیسویں صدی کی دوڑ کے ساتھ ساتھ دنیا کو عام طور پر اور غلام اقوام کو خاص طور پر آزادی کے نظریے کی واضح پہچان ہوتی گئی ' اور آزادی اور غلامی کے فرق کے بارے میں ان کا شعور اور زیادہ بالغ اور آزادی پر ایمان اور زیادہ محکم ہو گیا۔ یہاں کشمیر میں الٹی گنگا بہنے لگی یہاں تک کہ آزادی پر رہا سہا ایمان بھی متزلزل ہو گیا۔ غلامی کی غذائیں لذیذ محسوس ہو گئیں۔ شعور اور فکر کی اڑان رک گئی۔ ہم تاویل بازیوں میں پھنس گئے اور اس تحریک کا چہرہ مسخ کر دیا گیا جس کی بنیاد اور طاقت کا راز لہو کی رنگینی جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت حق میں پوشیدہ تھا۔

اس طویل مدت کے دوران دنیا کی کئی غلام قومیں آزاد ہو چکی ہیں اور اپنی قسمت بنانے ' سنوارنے اور اپنی ضروریات اور اقدار حیات کے مطابق ایک منصفانہ معاشی و جمہوری نظام حکومت اور ایک ترقی پسندانہ سماجی نظام کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ بلکہ براعظم افریقہ کے تاریک اور بعید گوشوں پر بھی آزادی اور خود اختیاری کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ اس صورت حال میں یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ کشمیر کے عوام اپنے سفر میں کھو گئے ہیں۔ آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے غلامی کی طرف لوٹ آئے ہیں اور اس بات سے بالکل ہی بے فکر نظر آ رہے ہیں کہ وہ بھی اپنی آنے والی نسلوں کے لئے آزادی کی میراث چھوڑ کر اپنے مولا کے حضور جاتے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کا مسافر اپنی اصل راہ یعنی راہ آزادی سے بھٹک گیا ہے اور اگر موجودہ صورت حال کو بدلانے اور عوام کو اپنے حقیقی مشن کی طرف لوٹانے کے لئے منظم جدوجہد کو نہ پھیلایا گیا تو یقینی خطرہ ہے کہ ہماری آنے والی نسلوں کو پہچاننا مشکل ہو جائے گا۔ ہم اپنی دینی و ملی اقدار کے ساتھ غیریت کا سلوک کریں گے اور ہمارے اوپر ایک ایسا سیاسی نظام مستحکم ہو جائے گا جس کی موجودگی میں

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اسلام کے ترقی پسند اخلاقی ' معاشرتی ' معاشی ' قانونی' تعلیمی ' تمدنی اور ثقافتی نظریات کے باقی رہنے اور پنپنے کے امکانات تاریک ہو جائیں گے۔

اس لئے ہمارے ملک کے ہوشمند لوگوں کو کشمیر کے حال و مستقبل پر سنجیدگی سے سوچ کر آزادی کی جدوجہد کے لئے اپنے اندر حوصلہ اور ولولہ پیدا کر لینا چاہئے لیکن ساتھ ساتھ ہمیں ان اسباب کا جائزہ بھی لینا ہو گا جو ہماری نئی غلامی کا باعث بن گئے تھے۔ میرے خیال میں ہم اس سوال پر غور و فکر کرنے اور اس کا تاریخی و نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد اپنی غلامی اور جہالت کے مندرجہ ذیل اسباب تلاش کر سکتے ہیں۔

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے سانحہ کشمیر کے بعد جموں و کشمیر کے عوام کو ڈوگرہ مہاراجوں کی ظالمانہ ' موروثی اور مطلق العنان حکومت سے نجات دلانے کے لئے جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی شکل میں ایک طاقتور قومی تحریک نصیب ہو گئی۔ اور مسلمانان ریاست جسم واحد بن کر ظلم و استبداد کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ بد قسمتی سے صرف چند برس کے اندر اندر مسلم کانفرنس کے اتحاد کا پہاڑ ٹوٹ گیا اور یہ بد ترین تفرقہ و انتشار کی شکار ہو گئی۔ جون ۱۹۳۹ء میں مسلم کانفرنس کو بدل کر نیشنل کانفرنس بنا دیا گیا۔ پہلے مسلم کانفرنس کی تفرقہ بازی اور پھر نیشنل کانفرنس کے قیام نے کشمیری مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ان دونوں گروپوں کی محاذ آرائی سے کشمیر کی سیاست کے ایک ناتمام اور افسوسناک باب کا آغاز ہو گیا لیکن دوسری طرف سے وادی کشمیر میں مسلم کانفرنس کے حامی ایک حرکت پذیر لیڈر شپ پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وادی میں مسلم کانفرنس کو اپنی آزمائش و بحران کے دور میں اپنے نظریات کی ترجمانی کرنے کے لئے جس پائے اور فراست کے قائد کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی وہ اسے میسر نہ ہوا۔ اور جموں میں مسلم کانفرنس کی قوت و شوکت ' کشمیر میں پیدا ہوئے خلاء کو پر نہیں کر سکتی تھی۔

مسلم کانفرنس کا اندرونی انتشار اور نیشنل کانفرنس میں اس کی تبدیلی کچھ ایسے واقعات ہیں جو اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ اس دور میں کشمیر کی مسلم قیادت کو عالم گیر اتحاد اسلامی اور اخوت اسلامی کا کوئی واضح تعارف تھا اور نہ اس نے قومیت اور سیاست کے اسلامی نظریات کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ عبرت ناک نا انصافیوں اور حادثوں کا دور تھا۔ جس میں کسی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان کا کوئی بھی مستقبل نہ تھا۔ لیکن یہ قیادت دنیا کے آخری اور زندگی کے ہمہ گیر اور طاقت ور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نظریے کے مطالعے سے نکلی تھی۔ اس لئے جب پنجاب اور بنگال سے اسلامی نیشنل ازم کی آواز بلند ہوئی تو اس کی سمجھ میں یہ معاملہ نہ آیا۔ اس نے سمجھنے کی کوشش بھی نہ کی بس اس آواز سے اپنے اور لوگوں کے کان بچانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد کشمیر کو جو المیہ پیش آیا اور جس سے وہ ابھی تک چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا ہے۔ وہ اسلامی بھائی چارے اور اسلامی انقلاب کی اس آواز سے اپنے کان بند رکھنے کا نتیجہ تھا۔ پھر بھی مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرتے وقت اس لیڈر شپ نے وعدہ کیا تھا کہ نیشنل کانفرنس ہندوستان کی انڈین نیشنل کانگریس اور انڈین مسلم لیگ کی سیاسیات میں مکمل طور پر غیر جانبدار رہے گی۔ اگر نیشنل کانفرنس اور اس کی قیادت اپنے اس عہد کا پاس کرتی تو کشمیر کے عوام غلط سیاسی فیصلوں کا شکار نہ ہوتے لیکن نیشنل کانفرنس کے لیڈروں نے ایک غلط فیصلہ لینے کے بعد اور بھی کئی غلط فیصلوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۴۷ء میں کشمیر کی فوجی تقسیم واقع ہو گئی۔ اس طرح یہاں نیشنل کانفرنس نے اور آزاد کشمیر میں مسلم کانفرنس نے اقتدار سنبھال لیا۔ ۱۹۴۷ اور ۱۹۴۸ء کی خونریز جنگ میں اور اس کے بعد جموں و کشمیر کے بہت سارے مسلمان، سیاسی لیڈر اور سیاسی کارکن اپنا اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کئے گئے، وہ آزاد کشمیر اور پاکستان کی طرف دھکیل دیے گئے جس سے وادی اور جموں کے علاقے حریت پسندوں کی رہبری سے محروم ہو گئے۔ اور پانچ برس تک کشمیر پر جمود اور خوف کی کیفیت طاری رہی۔ ۱۹۴۷ء کے المیے نے کشمیر کے اس حصے کو بہت سارے ہونہار اور زرخیز دماغ سیاسی کارکنوں سے محروم کر دیا اور ایک عرصے تک یہ سرزمین حق خود ارادیت نواز لوگوں کے لئے بالکل ہی تنگ ہو گئی۔ چھ برس گزر جانے کے بعد ۵۳ء سے وادی کشمیر میں آزادی اور حق خود ارادیت کے سوال کا پھر سے غلغلہ مچا اور وہ بھی ان ہی نیشنلسٹوں کے ذریعے جنہوں نے ۴۷ء میں اس کو سبوتاژ کر لیا تھا۔ کشمیری عوام نے ان حضرات سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر دیں لیکن آخر وہی کچھ ہوا جس کا خطرہ ان لیڈروں سے ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کافی طمطراق سے ۱۹۷۴ء میں ایک اور دہلی اکارڈ کر لیا اور بیس برس کی خونریزیوں کے بعد آزادی کی تحریک کو بے اثر کر دیا گیا، جو اس سے پہلے اس کے ساتھ ان ہی لوگوں نے ۴۷ء میں کیا تھا۔

پھر حسن کے جلوؤں نے بنایا مجھے بے خود
ہشیار ہوا تھا جرس دل کی صدا سے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

آزاد کشمیر کا رول

۱۹۴۷-۴۸ء میں جنگ کشمیر کے بعد ریاست جموں و کشمیر کے نقشے میں آزاد کشمیر اس تاثر کے ساتھ وجود میں آگیا کہ وہ کشمیر کی تحریک آزادی کے لئے ایک اہم بنیادی کیمپ اور محفوظ قلعہ بن کر اپنا کردار ادا کرے گا اور جموں و کشمیر کے مہاجرین اور علاقے کے عوام کو ساری ریاست کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کے خوب مواقع میسر آئیں گے لیکن دھیرے دھیرے وہ علاقہ بھی اپنی علاقائی اور گروہی سیاسیات کے زلفوں کے پیچ و خم میں اسیر ہو گیا اور قافلہ آزادی کی شیرازہ بندی کے مقدس فرض کو بھول گیا۔ اسی طرح پاکستان کی وزارت امور کشمیر نے گذشتہ ۳۵ برسوں میں آزاد کشمیر میں سیاست کاری اور حکمرانی کا جو اسلوب اپنایا۔ وہ بھی کچھ حوصلہ افزا نہ تھا۔

اگر پاکستان کی خواہش ہے کہ کشمیر کے سوال کا ایک آبرو مندانہ منصفانہ اور جمہوری حل نکل آئے تو اسے آزاد کشمیر کے مضبوط دفاع کے ساتھ ساتھ اس کے اصل مقام کی طرف بھی توجہ دینی ہو گی۔ پاکستان کو آزاد کشمیر میں رہتے ہوئے ہندوستان کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہئے۔ ہندوستان کشمیر میں رہ کر انصاف کے مسلمہ بین الاقوامی اصولوں اور کشمیر سے متعلق انجمن اقوام متحدہ کی قرار دادوں کی روح کو پامال کر رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کو چاہئے کہ وہ آزاد کشمیر میں رہتے ہوئے حق اور انصاف کی راہ کا ہر قیمت پر بول بالا کرے تاکہ آخر کار ریاست جموں و کشمیر کا مسئلہ حریت ریاستی عوام کی خواہشات کے مطابق ہمیشہ کے لئے طے ہو جائے۔

خود پاکستان اور آزاد کشمیر میں پھیلے ہوئے کشمیری باشندوں کو بھی چاہئے کہ وہ موجودہ عافیت کیشی کو چھوڑ کر عوامی سطح پر اپنے وطن کے نصب العین کے لئے منظم ہوں اور اپنے ان لاکھوں بھائیوں پر یاس و نومیدی طاری نہ کریں جو یہاں ابتلاء و آزمائش کی گھاٹیوں سے گزر رہے ہیں۔

شخصیت پرستی

کشمیر کی آزادی اور حق خود ارادیت کا سوال لٹکا کر رکھنے کی ذمہ داری خود ہم

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

پر بھی عاید ہو رہی ہے۔ ہم نے موت و حیات کے اس قومی سوال کو مذہبی پیر مریدی کا مسئلہ جان کو اپنے مستقبل کو حیران و پریشان کر دیا ہے بد قسمتی سے کشمیر میں مسلمانوں کے دونوں بڑے فرقوں' سنیوں اور شیعوں نے غلامی کے بڑے بڑے طوق اپنی اپنی گردنوں میں آویزاں رکھے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ایک بار جن حضرات یا خاندانوں کے ہاتھوں پر بیعت کی ' ان کی غلامی کا قلادہ ابھی تک ہماری گردنوں میں پڑا ہوا ہے۔ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتے رہے لیکن ہمیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ ہم اٹھ کر ان کی غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکتے۔ حسرت ہے کہ ان پڑھ عوام کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے کے پڑھے لکھے لوگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دنیا پرست سیاسی اور مذہبی اجارہ دار نہایت آسانی سے سیاست اور مذہب کے میدانوں میں عیاری کے ساتھ ہمارا استحصال کر رہے ہیں۔ قرآن اور سنت نبویؐ نے سوچنے اور عمل کرنے کا ایک خاص اسلوب اور حق مسلمانوں کو دیا تھا لیکن مسلمانوں نے اپنے دینی و ملی فرائض نظر انداز کر دیئے اور اپنے حقوق غیر مشروط طور پر ان مذہبی اور سیاسی پیشواؤں کو دیے۔ جو خلوص اور فراست سے خالی تھے۔ اپنے حقوق سے یہ دست برداری ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اب یہ جس طرف چاہتے ہیں ہمیں ہانکتے اور راستے سے ہٹاتے رہتے ہیں۔ گذشتہ ۴۵ برس کے دوران کئی بار حالات و واقعات نے ہم سے کہا کہ ہم غلامی کے ان مرکزوں پر نظر ثانی کریں اور ایک انقلاب پسند راستہ اختیار کریں لیکن عام لوگ تو کیا ہمارے خواص اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ابھی تک بے ہمتی کے شکار ہیں۔ حالانکہ دنیا پرست مذہب دار اور سیاست کار عوام کو احمق اور بھیڑ بکریاں سمجھ کر ان کی اون نوچنا ' کھال اتارنا اور انہیں بے وقوف بنانا اپنا حق سمجھتے ہیں' ہماری غفلت ' حماقت اور بزدلی و جہالت کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ یہاں ان کی لیڈری اور پیشوائی پر اعتراض کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کیونکہ ان کی سوچ اسلامی' اور شورائی نہیں ہے۔ ان کا سیاسی و مذہبی اسلوب ایک مسلم سوسائٹی کی امنگوں ' قدروں اور ضرورتوں کے شایان شان نہیں ہے اور ان کے خیالات کشمیر میں آزادی اور انقلاب کے راستے میں حائل ہو گئے ہیں۔ ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں انقلاب صفت نوجوانوں کی تربیت و تنظیم نہیں کی جا سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آج تک ہمارے عوام کی بہترین صلاحیتیں صرف چند لیڈروں اور خاندانوں کی خدمت اور حفاظت کرنے میں ضائع نہ ہو جاتیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ان کیمپوں میں بھی ہمارے لئے کام کے آدمی پائے جاتے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ غلط کیمپوں میں بیٹھے ہوئے تمام بھائیوں پر یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرلیں کہ حریت اور حق خود ارادیت تلاش کرنے کے لئے وہ کیمپ موزوں نہیں ہیں جہاں وہ اس وقت بیٹھ کر اپنی بہترین صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔ اگر کشمیری عوام سچ مچ اس سیاسی نصب العین کی بہار دیکھنا چاہتے ہیں جس کا نام حق خود ارادیت اور آزادی ہے تو ہماری تاکید ہے کہ وہ اپنے موجودہ قبلوں سے رخ پھیرلیں۔ مختلف استحصال پسند سیاسی و مذہبی اجارہ داروں کی غلامی کی طنابیں کاٹ ڈالیں ' طالع آزما نوجوانوں پیشہ ور سیاست کاروں اور ان کی مختلف ٹولیوں سے ایک ٹھوس اور لائق اعتبار قیادت کی کوئی امید نہ رکھیں بلکہ آزادی اور جمہوریت کے سچے اسلامی اصولوں پر اپنے انفرادی ' اجتماعی اور قومی اعمال کی بنیاد رکھیں اللہ کی طناب کو مضبوط تھام کر اپنے مسلمہ قومی نصب العین کے حصول کی خاطر ایک نیا پائیدار آشیانہ تعمیر کریں۔

نوجوانوں کی طالع آزمائی اور مہم جوئی

کشمیر کی تحریک حق خود ارادیت کے لئے جدوجہد نہ صرف بزرگ سیاست کاروں اور ان کی تنظیموں کے فرار و انحراف کی وجہ سے ہی بلکہ بعض نوجوانوں اور ان کی گروہ بندیوں کی وجہ سے بھی بے اعتبار بن گئی ہے۔ ہمارے ہاں طالع آزما' شہرت پرست اور مہم جو نوجوانوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جنہوں نے نصب العین اور جدوجہد آزادی کو ایک سنسنی خیز فلم سمجھ لیا ہے۔اوراس میدان کو سینما ہال کا پردہ سیمین۔ نوجوان کبھی کبھی ہماری تحریک ملی کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو سلوک ایک فلمی اداکار' قسم قسم کے روپ بنا بنا کر اپنی شخصیت اور سیرت کے ساتھ کرتا ہے۔ آزادی کی جدوجہد اور سیاسی انقلاب بچوں کا کھیل نہیں۔ کٹھ پتلیوں کا کوئی ناچ نہیں۔ نہ یہ جرائم پسند ٹولیوں کی دوڑ دھوپ کا نام ہے۔ یہ اصحاب ایمان و استقلال کی مسلسل منظم اور متحدہ جدوجہد کا نام ہے۔ انقلاب وطن کے نصب العین کے لئے ایثار پیشہ' وفا شعار ' سلیم الفطرت اور سلیم العقل لوگوں کا رہنما قافلہ جب تک منظم اور متحد نہیں ہوتا۔ اس وقت تک یہ قوم بھٹکتی اور غلامی کے اندھیرے میں آوارہ گردی کرتی رہے گی۔ چاہے آپ دنیا بھر کا اسلحہ اور گولہ بارود جمع کر کے ان

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

جوانوں کے کندھوں پر ہی کیوں نہ رکھیں۔ یہ ہتھیاروں کی نمود و نمائش کے ذریعے اپنوں کو دھمکائیں گے اور اپنی ذاتی اور نفسانی اغراض کے لئے اپنے بھائیوں کا خون گرائیں گے۔

اس لئے میری ادنیٰ رائے ہے کہ جو اصحاب آزادی کے بارے میں سچ مچ مخلص اور سنجیدہ ہیں ان کو سب سے پہلے متحد اور منظم ہو کر اطاعت شعاری ہم آہنگی اور یک سوئی کے ساتھ کام کرنا چاہئے ایمان ' اتحاد اور نظم کے فقدان میں کوئی ہماری بگڑی نہیں بنائے گا' کوئی ہماری گرہ نہیں کھول سکے گا اور اللہ ہرگز ہماری مشکل کشائی نہیں کریں گے۔

آزادی کا صحیح مفہوم

کسی نظریہ اور نصب العین کا نعرہ ہی رٹنا کافی نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس نظریے اور نصب العین کا نعرہ بلند کیا جائے اس کا ایک صحیح اور بے لاگ معنی و مفہوم آپ کے ذہن اور شعور میں رچ گیا ہو' اگر بد قسمتی سے آپ اپنے کسی نظریئے کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے اور اس کا اصلی مفہوم شعور میں اتارنے میں ناکام رہے۔ تو آپ بہت جلد ٹھوکریں کھا کھا کر اصل راہ سے بھٹک بھی سکتے ہیں۔ ہماری طویل سیاسی جدوجہد کا المیہ یہی ہے کہ ہماری اکثریت نے ابھی تک آزادی حق خود ارادیت اور جمہوریت کا صحیح اور اصلی مفہوم معلوم نہیں کیا۔ ہم ایک مسلمان قوم ہیں لیکن ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے کہ اسلام مہد سے لے کر لحد تک اور گھر سے ایوان حکومت تک ایک مکمل حرکت پذیر اور لچک دار ضابطہ زندگی کا نام ہے۔ جس کی سربلندی اور بالادستی کے لئے جدوجہد کرنا شیوہ مسلمانی اور فرض اسلامی ہے۔ اسلام کے تصور کاملیت تک رسائی نہ ہونے کے باعث ہمارا تصور آزادی بھی پھیکا اور بے روح رہا۔ ہم ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتے رہے اور کسی نے ہمیں یہ نہ سمجھایا کہ اسلام کی نظر میں ایک مسلمان قوم کی سیاسی آزادی کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ ایک مملکت اس علم' خبر اور قانون کے مطابق اپنے عوام کی انفرادی ' اجتماعی اور قومی زندگی کے تمام شعبوں کی تشکیل نو کی پابند بن گئی ہو۔ جس کے بنیادی اصول و احکام قرآن حکیم نے جاری کئے ہیں۔ اور جس کی عملی تعبیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی اور خلفائے راشدینؓ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

نے اپنے دور میں دنیا کو دکھائی تھی۔ اگر دنیا کے کسی مسلم اکثریتی ٹکڑے کے اندر مسلمان اس نعمت سے محروم ہیں تو انہیں غلام ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ انہیں ایسی مملکت کے اندر مسجدیں تعمیر کرنے ' نمازیں پڑھنے ' روزے رکھنے اور حج پر جانے کی رعایات حاصل ہوں۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ اس نظریے کو اپنے مخصوص دل نشین انداز میں یوں اظہار کر گئے تھے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ایک غلام ملک میں مسلمانوں کی عید کو بھی وہ مسرت اور امید کی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں۔

عید آزاداں شکوہ ملک و دین
عید محکوماں' ہجوم مومنین

اسی طرح انہیں ایک غلام قوم کی نظر اور خبر بھی بے وقعت اور حقیر دکھائی دیتی ہے۔ جو اعتبار کے لائق نہیں۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

ہمارے خواندہ اور ناخواندہ عوام کی اکثریت نے شیخ محمد عبداللہ کی اقتدار نشینی کو آزادی قرار دے کر سیاسی اور قومی آزادی کے تصور کو رسوا کر دیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب شیخ محمد عبداللہ پہلی بار افواج ہندوستان کی موجودگی میں گدی نشین ہو گئے تو یار لوگوں نے ناچا کہ آج ہم آزاد ہو گئے۔ حالانکہ عالمی ادارہ تک نے انہیں بتا دیا کہ ابھی تو تم آزاد نہیں ہوئے ہو' لہٰذا یہ جھومنے اور اچھلنے کا وقت ہی نہیں۔ لیکن وہ کب ماننے والے تھے۔ انہوں نے جھٹ معاہدہ دہلی ۱۹۵۲ء پر بھی دستخط کئے اور اپنے ہل والے پرچم کے ساتھ ساتھ پرچم ہند بھی لہرایا۔ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو شیخ محمد عبداللہ وزارت عظمیٰ سے معزول کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور ۱۹۵۵ء میں ان کے حامیوں نے محاذ رائے شماری کا قیام عمل میں لا کر حق خودارادیت اور آزادی کے حصول کے لئے ایک منظم جدوجہد شروع کی انہوں نے ہندوستان سے کہا کہ اہل کشمیر کو حق خود ارادیت کا بنیادی اور پیدائشی حق دیے بغیر کشمیر میں اس کی موجودگی سراسر غیر اخلاقی ' غیر قانونی اور جابرانہ ہے اور اہل کشمیر کو بتا دیا کہ آزادی اور حق خود ارادیت کے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حصول کے بغیر ان کی زندگی غلامانہ ہے۔ اس لئے انہیں غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے شیر کشمیر کی قیادت میں مسلسل جدوجہد کرنی چاہئے شیخ محمد عبداللہ اور مرزا افضل بیگ اور ان کے دوسرے رفیقوں نے کشمیر کے گوشے گوشے ہی کو نہیں بلکہ سری نگر کی تاریخی جامع مسجد اور آثار شریف حضرت بل کی مشہور مسجد و زیارت گاہ کو بھی اپنے عہد و پیماں کا گواہ بنا دیا۔ یہ صورت حال کم و بیش ۱۹۷۴ء تک جاری رہی جب بیگ پارتھا سارتھی مذاکرات کے نتیجے میں ایک اور معاہدہ دہلی پر دستخط ہو گئے۔

شیخ عبداللہ کے دوبارہ برسراقتدار آنے کے بعد لوگوں نے پھر سے یہ کہنا شروع کیا کہ اب کشمیر آزاد ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء کے اسمبلی انتخابات کے دوران انہوں نے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کو رائے شماری کے ہم معنی قرار دے کر شیخ محمد عبداللہ کے سر پر تاج حکومت رکھ دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے بہت سارے بھائیوں کی نگاہ میں آزادی کا دوسرا نام "اقتدار عبداللہ" ہے' اور جب تک ہماری قوم اس قسم کے لایعنی اور توہم پرستانہ خیالات پر بہ ضد رہے گی اس کے قومی امراض کا علاج نہیں ہو گا اور وہ برابر بھٹکتی اور ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔ اس قسم کے تمام فرسودہ اور جاہلانہ خیالات آزادی اور حق خود ارادیت کی غلط' خود غرضانہ' خود ساختہ اور مضحکہ خیز تعبیر ہیں۔ یہ ہمارے ایمان کے لئے مہلک' ہمارے مستقبل کے لئے تباہ کن اور ہماری دانش وری کے لئے حماقت ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کے لئے ضروری ہے کہ عوام کو جاہلانہ ذہنیت سے چھٹکارا دلایا جائے اور ان کے قائم کردہ لات ومنات چور چور کر دیئے جائیں۔

خفیہ ایجنسیوں اور مرکزی تنظیموں کے نقصانات

۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ہندوستان نے جموں و کشمیر میں ایک مستحکم جاسوسی نظام کو تقویت پہنچائی ہے۔ آج حکومت کشمیر کا نہ صرف اپنا ایک وسیع جاسوسی نظام ہے بلکہ حکومت ہند کی کئی جاسوسی ایجنسیاں پوری ریاست کے گوشے گوشے میں کام کر رہی ہیں۔ اب تک ان سب خفیہ سراغ رساں ایجنسیوں میں آئی بی کو نمایاں پھیلاؤ اور استحکام حاصل ہوا ہے۔ کشمیر میں خفیہ جاسوسی نظام پر بے اندازہ رقومات خرچ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ بھارت اس ریاست میں عوام کی قدرتی اور دلی ہمدردی سے نہیں بلکہ جاسوسوں کے پھیلاؤ سے حکومت کرنے اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کرانے میں یقین رکھتا ہے۔ اس طرح اس کے استدلال اور دعوے کی ریتلی عمارت بھی سرک گئی ہے۔ اگر اس کے قائم کردہ جاسوسی کنکشن سسٹم کے کسی ایک پرزے میں بھی ادنیٰ سی خامی پیدا ہو گئی تو کشمیر میں اسکی سرداری اور اس کے طفیلیوں کا اقتدار زمین بوس ہو جائے گا۔

آئی بی کی زیادہ تر توجہ تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ بیروزگاروں کی طرف ہے۔ جہاں وہ نوجوانوں کو جاسوسی کے عوض روٹی کمانے کا نسخہ دیتی ہے' وہ بعض نوجوانوں کی گردنوں میں اپنا پھندا ڈالنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور اس طرح ان کے ضمیر اور ایمان کو داغدار کر گئی ہے۔ اس نے یہاں کے معاشرے تک اپنی رسائی حاصل کرنے کے مختلف طریقے بھی استعمال کئے۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ ہمارے عوام کے درمیان پیار اور محبت کی جگہ نفرت اور دشمنی' تذبذب اور بد اعتمادی نے لی ہے۔ حتیٰ کہ اب اکثر لوگ ایک دوسرے کو مشکوک خیال کرتے ہیں اور آدمی کو اپنے سایے سے بھی ڈر لگتا ہے شیخ محمد عبداللہ کو طویل عرصے تک کشمیر میں ہندوستان کے اس ڈراؤنے انداز حکمرانی سے زبردست شکایات رہیں اور وہ اکثر و بیشتر نوجوانان کشمیر کو آئی بی کی حرکات سے خبردار بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہند کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سودا بازی کے آخری ایام میں انہوں نے واضح طور پر یہ تاثر دیا تھا کہ وہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد کشمیر میں آئی' بی کے جال (Net Wortk) کو پھاڑ ڈالیں گے لیکن حسرت ہے کہ آخر کار وہ بھی بے بس ہو گئے اور اپنے برادران وطن کو اس کی خوف ناکیوں سے نجات نہ دلا سکے۔

بہر حال ہندوستان کے حکمرانوں کو ایک نہ ایک روز پتہ چلے گا کہ کشمیر میں ان کا قائم کردہ سارا جال بے فائدہ تھا اور اس کی خاطر صرف کیا گیا ہندوستانی عوام کا سارا سرمایہ برباد ہو گیا ہے۔

خفیہ جاسوسی جال کی طرح کشمیر میں ہند کی مرکزی جماعتوں کا قیام اور پھیلاؤ بھی کشمیر کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان تنظیموں نے بھی پچھلے بیس برس میں کشمیر کے قومی کردار کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور ہماری رہی سہی وحدت کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ لہٰذا ہمیں اپنے قومی اور سیاسی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے تمام ہندوستانی تنظیموں' آلہ کار جماعتوں اور خفیہ سراغ رساں ایجنسیوں سے اپنا وجود اور معاشرہ پاک و صاف کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مسئلہ کشمیر کے آخری حل کا مطالبہ کیوں؟

برصغیر اور اقوام متحدہ کے مفادات

ہندوستان ' پاکستان اور انجمن اقوام متحدہ کے بہترین مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے مستقبل کا سوال عزت ' عدل ' راستی اور خوش دلی کے ساتھ جلد از جلد طے کیا جائے۔ اگر تیسری دنیا کے اس سنگین سوال کے حل کی کوششوں کی جانب سنجیدہ اور ٹھوس کوششیں مرکوز نہ کی گئیں تو ڈر ہے کہ ہند اور پاکستان ایک بار پھر میدان جنگ میں اتر کر اپنی تلواروں کو بے نیام کر دیں گے اور دنیا کا یہ حساس علاقہ مختلف طاقتوں کا حربی اکھاڑہ بن جائے گا۔

کشمیر کے مسئلہ الحاق کی پیدائش سے لے کر آج تک ہند اور پاکستان اپنی بہترین صلاحیتیں افرادی قوت اور اپنے وسائل پیداوار عوام کی معاشی ' خوشحالی ' تعلیمی ترقی اور طبی خدمات میں استعمال کرنے کے بجائے زیادہ تر اپنی اپنی فوجوں کی عددی قوت اور حرب و ضرب کی صلاحیت بڑھانے اور جنگی اسلحہ کے انبار لگانے پر صرف کر چکے ہیں اس صورت حال نے ہند اور پاکستان کے عوام کو بد اعتمادی اور تذبذب کے گرداب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ انہیں بھوک بیماری ' جہالت اور توہم پرستی کے جن مشترکہ دشمنوں کا سامنا ہے ان کے خلاف وہ دونوں ابھی تک کوئی منظم اور متحدہ جدوجہد شروع نہیں کر سکے ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر کے سوال پر بھارت اور پاکستان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے آج تک جنگوں اور سرحدی جھڑپوں میں دونوں طرف کے بے شمار لوگ بارود کے دھوئیں میں اڑائے جا چکے ہیں۔ بے شمار بچے یتیم ۔ لاتعداد عورتیں بیوہ اور لاکھوں عوام بے خانماں ہو گئے ہیں۔ مال و جان کے اس بے اندازہ ضیاع کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ مسئلہ کشمیر کا ایک حتمی اور پائیدار حل تلاش کیا جائے۔ اس تاخیر کی وجہ سے خود اہل کشمیر کا متاثر ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے کشمیر کی جنگی تقسیم نے مادر کشمیر کے بھائی ' بہنیں اور ماں بیٹے اور دوسرے خویش و اقارب ایک دوسرے سے جدا کئے ہیں۔ ریاست کے قدیم قدرتی خشکی اور ہوائی راستے اہل کشمیر کے لئے بند پڑے ہوئے ہیں اور آر پار ہماری نقل و حرکت پر سخت قسم کی پابندیاں عائد ہیں۔ ہمارے بدنصیب عوام علاقے میں محصور کر دیئے دیئے گئے ہیں' اور بیرونی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دنیا کے ساتھ ہمارے رابطے محدود ہیں۔ کوئی بھی کشمیری باشندہ خفیہ پولیس کی مقررہ کسوٹی پر پورا اترے بغیر بیرونی دنیا کی سیر و سیاحت کے حق سے بھی محروم ہے۔

عالم اسلام سے علیحدگی

کشمیر کی موجودہ صورت حال نے یہاں کی مسلمان اکثریت کو مسلم اقوام کی آزاد دنیا کے بین الاقوامی اسلامی دھارے سے دور کر رکھا ہے۔ اس طرح اسلامیان کشمیر سیاست، معیشت، ثقافت، تعلیم، معاشرت اور سائنس کے میدانوں میں ہونے والی اسلامی تبدیلیوں سے فیض یاب نہیں ہو رہے ہیں جن سے آج کا عالم اسلام عبارت ہے۔

مغرب و مشرق کی سامراجی طاقتوں اور انتشار پسند عناصر کی سازشوں کے باوجود دنیائے اسلام کے بعض ممالک اسلامی انقلاب کے گرج دار دور میں داخل ہو گئے ہیں جگہ جگہ آزادی، اتحاد، احیائے نو اور انقلاب کے ایک جیسے نعرے گونج رہے ہیں حتی کہ اس کرہ ارض پر پھیلی ہوئی غیر اسلامی دنیا بھی ایک نئی صدائے انقلاب و احیاء کو قابل اعتنا قرار دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اسلام اپنے علمی، قانونی اور تہذیبی سرمائے کو زندہ کرتے ہوئے کامیابی و کامرانی کی نت نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اس نئے دور اسلام میں ایک نیا عالم اسلام وجود میں آ رہا ہے جس کی قیادت و رہنمائی کا سہرا فکر اسلامی کے سر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس دنیا میں ایک نئی دنیا وجود میں آ رہی ہے۔ جس کے نقیب اور قائد مسلمان بن گئے ہیں۔ اسلامی علوم و فنون اور فقہ کے میدانوں میں اسلامی اسکالر اور قانون دان ریسرچ کے نئے نئے دروازے اور عمل کے نئے راستے کھول رہے ہیں۔ اور سائنس، ٹیکنالوجی اور فقہ کو اسلام کی بلندیوں، گہرائیوں اور پہنائیوں سے آشنا کرنے اور قرآن و سنت کی روشنی میں نئے نئے مسائل حیات کا حل دریافت کرنے کے لئے عظیم الشان یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے وجود میں آ رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں کے اندر بسنے والی مسلمان اقلیتوں یا غلام مسلمان علاقوں کے مسائل و معاملات سے نمٹنے کے لئے شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں "مسلمان اقلیتوں کے مسائل کا ادارہ" وجود میں آ گیا ہے۔ موجودہ خبر رساں ایجنسیوں کی عالم گیر صحافتی بد دیانتی اور اسلام دشمنی کا توڑ کرنے اور دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور صحیح مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے بین الاقوامی اسلامی نیوز

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

ایجنسی وجود میں آ گئی ہے۔ بکھری ہوئی اسلامی اقوام کا معاشی انحصار مٹانے اور غریب مسلم اقوام کو مغرب و مشرق کے سامراجیوں کی اقتصادی و سیاسی گرفت سے چھڑانے کے لئے عالم گیر اسلامک بینک قائم ہو گیا ہے اور رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ہاں بلا سود بینک کاری کے نظام کو استوار کیا جانے لگا ہے۔ اسی طرح اسلامی اقوام کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنے، انہیں دفاعی ضروریات میں خود کفیل بنانے اور غلام مسلمان ملکوں کو آزاد کرانے کے لئے بھی شروعات ہو چکی ہیں۔ بین الاقوامی صیہونی اور سامراجی نشر گاہوں کی اسلام دشمن نشریات کو بے اثر کرنے اور دنیا کو عالم اسلام کے ٹھیک ٹھیک حالات سے آگاہ رکھنے کے لئے مختلف زبانوں والی ایک بین الاقوامی اسلامی نشر گاہ کے قیام کی تیاریاں بھی کی جا رہی ہیں اور بین الاقوامی اسلامی سیکرٹریٹ ان تمام شعبوں کی سرگرمیوں کو ایک محور، مرکز اور معنی و مفہوم عطا کر کے ۱۵ ویں صدی کے اسلامی آفتاب کے طلوع کا خواب پورا کر رہا ہے۔ اگرچہ لبنان کے حالیہ المیہ سے ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ابھی تک مسلمان خاص کر عرب مسلمان قیادتیں ایمان کا چودہ سو سالہ قرآنی ورثہ بروئے کار نہیں لا سکی ہیں اور نہ طاقت اور توانائی کے قدرتی وسائل ملت اسلامیہ کے مجموعی استحکام دشمنان اسلام کی بیخ کنی اور باہمی اتحاد و اتفاق کی راہوں میں پوری طرح صرف کر رہی ہیں۔ جس کے نتیجے میں فلسطینی، لبنانی اور افغانی مسلمانوں کا قتل عام عمل میں آ چکا ہے۔ فلسطینی لبنان سے اور افغانی افغانستان سے ہجرت پر مجبور کئے جا چکے ہیں اور لبنانی مسلمان عیسائی تشدد پسندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

قضیہ کشمیر کی موجودگی میں کشمیر کے عوام ایک ہلاکت آفرین خول میں بند ہو گئے ہیں۔ جہاں موجودہ صدی کے احیائے اسلام اور انقلاب اسلامی کی خوش گوار جھونکوں کا گذر ایک مشکل امر ہے اور یہ مسلم اکثریتی ریاست ان تبدیلیوں سے کوئی فیض حاصل کرنے سے محروم اور کوئی رول ادا کرنے سے قاصر ہے مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود یہاں اسلام اور اس کے تصورات کے ساتھ تعلیمی اداروں میں غیریت کا سلوک ہو رہا ہے اور پرائمری سے لے کر یونیورسٹی سطح تک ایک ایسے نصاب تعلیم کو رائج کیا گیا ہے جس میں قرآن، حدیث اور عربی زبان کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ اس طرح نہایت سوچ سمجھ کر نئی مسلم پود کو اسلامی تعلیمات اور عربی زبان سے جدا کر دیا جا رہا ہے اور پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک نصاب

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

تعلیم اور لسانیاتی پوسٹ گریجویٹ شعبوں کو دیکھ کر یہ تاثر مل جاتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی کوئی برائے نام بستی بھی آباد نہیں ہے۔ سیکولرازم اور ریڈیکل ازم کے نام پر ریاست کے وظیفہ خواروں اور نام نہاد دانش وروں نے اسکولوں ' کالجوں ' یونیورسٹیوں اور دیگر علمی' ادبی و نشریاتی اداروں میں اسلام' شعائر اسلام' اسلامی قانون اور اسلامی زبان (عربی) کے خلاف پروپیگنڈا کرکے فضا کو اس حد تک حوصلہ شکن اور مسموم بنا دیا ہے کہ کسی مسلمان طالب علم کو مدرسے یا کالج میں عربی سیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اگر کوئی بچہ اپنے اسکول یا کالج میں عربی اختیار کرنا چاہے بھی تو اسے کوئی استاد ہی نہ ملے گا۔

عربی کی حوصلہ شکنی کرنے کے بعد والدین اور بچوں میں اس زبان کو سیکھنے کا ذوق و شوق کیسے پیدا ہو۔ انہیں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ ایک گئی گزری زبان ہے۔ جس کو سیکھنے کے دوران ایک طالب علم کی عمر ضایع ہو جاتی ہے اور اس کو کسی مستحکم معاشی وسیلے کی کوئی ضمانت نہیں ملتی ہے۔ اس قسم کے مسموم پروپیگنڈے کے بعد یہ قدرتی بات ہے کہ والدین اپنے بچوں کو صرف ان زبانوں کے پڑھانے پر بھیجیں گے جو زبانیں معاشی اعتبار سے لایق اعتبار خیال کی جائیں گی۔ یہ سلوک ایک ایسی زبان کے ساتھ روا رکھا گیا ہے جو قرآن کی زبان ہے اور اسلام اس ریاست کی اکثریت کا دین ہے۔ کشمیر کے ارباب اختیار کو ایک ایسی زبان کے ساتھ یہ ہتک آمیز رویہ اختیار کرنے پر کبھی شرم نہ آئی۔ جو دنیا کے ایک بہت بڑے رقبے پر پھیلے ہوئے کروڑوں عوام کی مادری زبان بھی ہے ۔ جن کے ساتھ قدیم زمانے سے اہل ہند کے تجارتی اور دیگر قسم کے تعلقات آج تک برابر ترقی کر رہے ہیں۔ ہندوستان اور کشمیر کے ارباب اقتدار کو عرب نوازی کا راگ الاپتے ہوئے کبھی تھکاوٹ نہ ہوئی اسی طرح ریاست کے مدرسوں ' کالجوں اور یونیورسٹیوں کا نصاب تعلیم مرتب کرنے والے ماہرین اور ارباب اختیار کو اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے کہ ایک مسلم اکثریت والے علاقے سے آنے والے بچوں کے والدین کی امنگیں کیا ہیں۔ اس لئے انہوں نے اسلامیات کو مسلمان بچوں کے لئے ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب نہیں کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سکولوں میں بچوں کو سیرت رسول کریمؐ ۔ سیرت صحابہ و صحابیاتؓ ' سیرت خلفائے راشدینؓ اور ان کے اسلوب حکمرانی کے خدوخال واضح طور پر ذہن نشین نہیں ہوتے ۔ کالجوں میں یہ اچھی طرح محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیم و تاریخ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کے ساتھ ارباب اختیار کا تعصب کتنا گہرا ہے اور جب ہمارے طالب علم یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں تو یہ احساس اور زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اس طرح ہمیں خوب سمجھ میں آتا ہے کہ اس ریاست میں اسلام کی بقا اور مسلمان عوام کے اسلامی تشخص کے بارے میں حکمرانوں کے ارادے اور عزائم کیا ہیں۔ وہ کس کس رنگ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اسلام کو مسلم معاشرے سے بے دخل کرنے کے لئے ان کے طور طریقے کتنے عیارانہ ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کی جنت میں جس تہذیب و ثقافت کی شراب بہہ رہی ہے' وہ سب کچھ ہونے کے باوجود اسلام کی لائی ہوئی شراب ایمان و عصمت نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جن علوم و اقدار کا چراغ جل رہا ہے۔ وہ کچھ بھی ہو۔ لیکن وہاں اسلام کے چراغ علم و عرفان اور فلسفہ و حکمت کے جلانے کا کوئی تیل فراہم نہیں ہے اس بات سے انکار نہیں کہ کشمیر کی بڑی بڑی مسجدوں اور زیارت گاہوں میں نمازوں' دعاؤں اور وعظ خوانی کا سماں ہے۔ لیکن اس ماحول میں روح انقلاب ناپید ہے۔ کیونکہ غلاموں کے قائد اور امام علامہ اقبالؒ کی زبان شعر میں ابلیس کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہیں،۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

جب کہ اسلام اپنی تربیت گاہوں' تعلیم گاہوں اور عبادت خانوں سے انقلاب صفت افراد کے ظہور کی آرزو لئے ہوئے ہے بقول اقبالؒ۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

غیر یقینی صورت حال

مسئلہ کشمیر کے تجارتی اور اقتصادی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کشمیر کے حدود اربعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہماری ریاست نیم براعظم ہندوستان اور پاکستان کا دور افتادہ شمالی حصہ ہے۔ جس کا رقبہ چوراسی ہزار چار سو اکہتر مربع میل ہے اور مرکزی اور جنوبی ایشیا کے درمیان واقع ہے۔ کشمیر ایشیا کا دل ہے' اور جنگی نقطہ نظر سے اس کا محل و قوع بڑا اہم اور انوکھا ہے۔ کیونکہ اس کی سرحدیں پانچ ملکوں پاکستان' ہندوستان افغانستان' روس اور چین سے ملتی ہیں۔ ہماری سات سو میل لمبی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سرحد پاکستان کے ساتھ اور ساڑھے تین سو میل لمبی سرحد بھارت سے ملتی ہے ۔ بھارت سے ملحقہ سرحد زیادہ تر پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ جو موسم سرما میں برفباری کے باعث ناقابل عبور رہتی ہے ۔ اس سرحد کا صرف تیس میل لمبا حصہ قابل عبور ہے جب کہ پاکستان سے ملنے والی کشمیر کی سرحد کو سڑکیں اور دریا کئی مقامات سے ملاتے ہیں جن کے ذریعے کشمیر سال بھر بیرونی دنیا سے اپنا تعلق قائم رکھ سکتا تھا

مسئلہ الحاق کی موجودگی میں ہم ۱۹۴۷ء سے ہی ریاست کی اہم تجارتی شاہراہوں اور ہوائی راستوں کے استعمال سے محروم ہو گئے ہیں ایک بانہال کارٹ روڈ باقی رہتی ہے ۔ جس کے ذریعے ہمیں بیرونی دنیا سے تعارف اور تجارت کرنے کی اجازت ہے لیکن یہ راستہ اس حد تک غیر فطری ' غیر قدرتی اور بے اعتبار ہے کہ اسے مصنوعی انسانی کوششوں سے قدرتی بنوانے کی ہماری تمام مساعی ہر سال ناکام ہو جاتی ہے۔ محض ملک گیری کی ہوس کو پورا کرنے اور اپنا جھوٹا وقار برقرار رکھنے کے لئے ہندوستان بانہال روڑ پر سرکنے اور پھسلنے والے بوسیدہ پتھروں اور مٹی کے تودوں کو فولادی بنانے کے لئے ہر سال ملک کا بے اندازہ سرمایہ برباد کر رہا ہے لیکن کمزور پہاڑی سلسلوں سے گزرنے والا یہ راستہ اپنی بے اعتباری اور ناپائیداری کا کوئی جواب نہیں رکھتا' اور سرما ہو یا گرما' بہار ہو یا خزاں ' بادلوں کے چند ٹکڑے اور بوندا باندی کے چند لمحے اس راستے کو بے ساکھ اور بے اعتبار بنا کر ہزاروں قافلے والوں ' مسافروں ' ٹرکوں اور بسوں کے لئے مرگ و حیات کی کشمکش کا ڈراونا منظر پیش کرتے ہیں بانہال سرنگ تعمیر کرنے اور ہر سال خزانوں کے خزانے لٹانے کے باوجود یہ راستہ مسافروں کے لئے کوئی نہ کوئی غیر معمولی رکاوٹ' پریشانی اور زحمت کا پیغام لے کر آتا ہے ۔ بانہال کارٹ روڈ پر موسمی حالات دگرگوں رہتے ہیں۔ یہ راستہ اکثر پھسل جاتا ہے اور ٹریفک کے چالو رہنے میں سنگین رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ برسوں کا تجربہ بتا رہا ہے کہ جب کبھی بانہال کے اونچے سلسلہ کوہ پر برف باری ہوتی ہے تو بانہال اور بٹوت کے درمیانی خطے میں بارشیں برس کر مٹی کو بہاتی اور ٹریفک کو معطل کر دیتی ہیں۔

کشمیر کے مسافروں اور تجارتی قافلوں کے لئے یہ سڑک گراں سفر فاصلے کی حامل ہے۔ اس راستے کو استعمال کرتے ہوئے کشمیری اپنے سرمائی دارالحکومت تک پہنچنے کے لئے دو سو میل کا دشوار گذار سفر تڑکے سے شام تک مکمل کر دیتے ہیں اور بھارت کے دارالخلافے نئی دہلی تک پہنچنے کے لئے مسافروں اور تجارتی قافلوں کو مزید

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

دو سو میل کے سفر کے اخراجات کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس قدیم اور مستحکم جہلم ویلی روڈ کے ذریعے کشمیری قافلے صرف دو سو میل کاٹ کر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں داخل ہو سکیں گے۔ اس طرح دہلی کے مقابلے میں سری نگر راولپنڈی سڑک پر لوگوں کے آنے جانے اور تجارتی مال و اسباب کے لانے لے جانے کے اخراجات بہت ہی نرم ہوں گے۔ یہی حال ہمارے ہوائی مسافروں اور قافلوں کا بھی ہو گا۔ دہلی سری نگر پر وازوں کے مقابلے میں اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوئی اڈے اور سری نگر کے ہوائی مستقر کے درمیان کم وقت اور کم کرایہ صرف ہوگا۔ خود بین الاقوامی سیاحوں کے لئے دہلی کے مقابلے میں اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈے سے اڑ کر سرینگر کے اڈے پر اترنا ہی لائق فوقیت ہوگا۔

ان تمام مشکلات اور نقصانات کے باوجود ہم کشمیر سے برآمدی اور درآمدی مال و اسباب لانے اور لے جانے کے لئے ہندوستان کے علاقوں کا سفر کرتے ہیں تو ہمیں جگہ جگہ فرقہ وارانہ ذہنیت کے خوفناک مظاہرے دیکھنے کا تجربہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے تعلیم یافتہ بے روزگار ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ملازمت کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ خود ہند کی حکومت بھی کشمیر کے مسلم نوجوانوں کو مختلف مرکزی محکموں میں جگہ دینے میں لیت و لعل اور تعصب کا مظاہرہ کرتی ہے۔

یہ اور ان جیسے دوسرے عوامل اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر اور ریاست کی فوجی اور جنگی تقسیم نے کشمیری عوام کی آزادی فکر و عمل سلب کر ڈالی ہے۔ ہند اور پاکستان کے درمیان نفرت اور دشمنی کے کانٹوں کو بچھایا ہے اور کشمیری عوام کے لئے روزگار تجارت اور معاش کے ذرائع محدود اور غیر یقینی بنا دیئے ہیں۔ کشمیر سے باہر ہمارے روزگار کی ضمانت ہی کہاں ہے اور ہماری برآمدات کے فروغ کی کوئی گارنٹی بھی نہیں ہے، خود کشمیر وادی کے اندر بھارت کے حکمران اپنے سابق انگریز آقاؤں کے نقش قدم پر چل کر پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور مفادات و مراعات اس گروہ کا حصہ ہیں۔ جس نے ہمیشہ حکومت وقت کی حاشیہ برداری کو اپنا ایمان بنایا۔ یوں کشمیر میں ایک خود غرضانہ استحصالی نظام کی آبیاری ۱۹۴۷ء سے برابر جاری ہے۔ جو سر پھرے آقائی غلامی کے اس نظام کے خلاف آواز بلند کرنے کا "جرم" کرتے ہیں۔ ان کی زبان بندی اور دل آزاری کے لئے آقا اور غلام کا اشتراکی نظام ہر قسم کے کالے نظر بندی قوانین کا سہارا لیتا ہے۔ اور ایک آزاد

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اور بے لاگ جمہوری نظام کو قائم کرنے کا موقعہ نہیں دیتا۔ ۱۹۴۷ء سے آج تک کشمیر میں مفاد خصوصی عناصر استحصال کرنے والوں اور بیوروکریٹوں نے سوشلزم کی قبا اوڑھ کر خوفناک طاقت حاصل کی ہے۔ جس کی بدولت یہ عناصر تجارت اور اقتصادیات میں ایک نیا سرمایہ دارانہ نظام اور سیاست میں مطلق العنانیت اور ایڈمنسٹریشن میں بدنظمی قائم کرکے ڈوگرہ عہد کے نظام جاگیرداری کی جگہ لے چکے ہیں۔ یہ عناصر چہروں پر چہرے بدلتے ہوئے ۱۹۴۷ء سے آج تک برابر بددیانتی کے ساتھ کشمیر پر حکومت کرتے آ رہے ہیں۔ غلیظ اور ناجائز ذرائع سے دھن دولت کے انبار لگانے کے بعد ریاستی حکمران اور ان کے سیاسی حواری راتوں رات لکھ پتی بن گئے۔ اقتصادی کرپشن نے ہر نئی وزارت میں ایک نئی کروٹ بدلی اور حکمران سیاست کاروں کے مصاحبوں نے بے اندازہ فصل کاٹی۔ بھارت کے ساتھ الحاق نے کشمیر کو رشوت ستانی اور بدعنوانی سے آزاد کرنے اور اونچے درجے کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں منفی کردار ادا کیا۔ یعنی ہر قسم کی بدنمائی' غلاظت اور زیادتی کو الحاق ہند کے پیرھن میں چھپنے اور پنپنے کی کھلی چھوٹ حاصل رہی کیونکہ کشمیر پر بھارت اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کرنے اور ایک غیر فطری الحاق قائم رکھنے کو اتنی بھاری اہمیت دیتا ہے کہ وہ اس کی خاطر ایک عادلانہ اور ایمان دارانہ جمہوریہ کے تمام کے تمام اصول کشمیر کی حدود میں ایک بددیانت اور ظالمانہ نظام پر قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا ہے' یہی وجہ ہے کہ بدعنوانی اور رشوت ستانی کی شکایتوں کے باوجود کسی بھی وزارت نے اپنے پیش رؤں کا محاسبہ نہیں کیا اور نہ موجودہ حکومت اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود اپنے پیش رؤں کے خلاف کوئی انقلابی اقدام اٹھا سکی بلکہ آج بھی وزرا' امرا اور ان کے حواری ناجائز رعائتوں اور فائدوں کی مسلسل بارش میں عیش و عشرت کی گھناؤنی دنیا بسا رہے ہیں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حق خود ارادیت کی جدوجہد میں ہمارے فرائض

وطن عزیز کی آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے کا مقدس فرض اصل میں خود کشمیر کے عوام پر عاید ہوتا ہے جس کے لئے ہمیں اپنی سیرت کو ایمان ' اتحاد ' نظم ' بے باکی ' وفاداری ' بے غرضی خلوص اور قربانی کے شمائل و خصائل سے آراستہ کر لینا ہوگا۔ ہم میں بہت سے پڑھے لکھے لوگوں اور دانش وروں نے ابھی تک آزادی کی اہمیت ' قدر و قیمت اور غلامی کے برے اثرات اور نقصانات کا صحیح صحیح اندازہ نہیں کیا ہے اس لئے آقا اور غلام کا جو اشتراکی نظام برسوں سے کشمیر پر مسلط ہے۔ یہ اس میں بے چین اور مضطرب نہیں ہیں۔ غلامی میں کسی انسان کا اضطراب اور کشمکش کے بغیر زندگی بسر کرنا اس کے کسی نفسیاتی مرض مثلاً" ذہنی و فکر افلاس کی غمازی کرتا ہے ۔ ایک پرندہ بھی پنجرے یا جال میں پھنسنے کے بعد اپنی کسی نہ کسی حرکت سے اپنی بے چینی کا مظاہرہ کرتا ہے یقیناً ہماری قوم میں باعمل اور بے چین افراد کا قحط نہیں ہے لیکن گفتار کے ان غازیوں کا بھی کچھ شمار نہیں ہے جو خالی خولی بحثوں اور باتوں میں الجھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بھی اس کارخیر میں اپنا حق ادا کر دیا ہے کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے مفادات کے سمیت موجودہ نظام میں اتنا ملوث ہو گئے ہیں کہ انہیں ذرا سی سیاسی تبدیلی میں اپنے مفادات و مراعات کی پوری عمارت زمین بوس ہوتی نظر آتی ہے ۔ اس قسم کے بزدل اور کوتاہ اندیش لوگ آقا اور غلام کے زمانہ اشتراک میں ہر قوم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریز نے بھی اسی قبیل کے عناصر ہندوستان میں پیدا کئے تھے۔ ان لوگوں کی آراء کا کوئی وزن اور اعتبار نہیں ہے۔ چاہے یہ دانشوری کا دعویٰ ہی کیوں نہ کرتے ہوں ۔ ان کی اصل پوزیشن نوکروں اور چاکروں سے ذرا بھی اونچی نہیں ہے ۔ یہ جدوجہد اور تحریک کا مذاق اڑا کر آزادی پسندوں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کے فتوؤں سے ڈر کر لوگوں کو اپنی راہ نجات چھوڑنی نہیں چاہئے ۔

ہمارا سوال کوئی ذہنی ورزش Mental Exercise یا دانش ورانہ فیشن

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

Intellectual Fashion نہیں ہے ۔ کہ آپ فراغت کے وقت اپنی درس گاہ' دانش گاہ لائبریری ' ریڈنگ روم' دکان ' ہوٹل ' کافی ہاؤس میں بیٹھ کر ٹیبل ٹاک کے ذریعے اس پر تبصروں سے فضا کو بھرلیں۔ کشمیر کے سوال پر ذہنی ورزش کا لطف اٹھانے کی خاطر بحثا بحثی کرتے ہوئے آزادی حاصل نہیں کی جا سکتی ۔ یہ کسی خاص ملک کی ذمہ داری بھی نہیں ہے کہ ہم اسی پر تکیہ کریں' اور خود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تماشہ دیکھیں اللہ نے جو فرض ہم پر عاید کیا ہے ۔ اس کو درد سر خیال کرکے دوسرے کے سر تھوپنا حماقت' غفلت اور خود غرضی کا نام ہے۔ اگر آپ دنیا کے حالات و واقعات کا مشاہدہ اور مطالعہ کر رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ قوموں کی زندگی اور موت سے تعلق رکھنے والے سوالات ' بازی گری' جادو گری یا ہاتھ کی صفائی سے طے نہیں ہوتے نہ آسمان سے فرشتے اتر کر کسی سوئی ہوئی قوم کے بدلے میدان میں لڑتے ہیں البتہ جب کوئی قوم میدان عمل میں لگاتار اپنی جدوجہد سے عظمت کردار کا مظاہرہ کرتی ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور واقعی معجزے بھی رونما ہوتے ہیں اقبالؒ کا اشارہ ان ہی اقوام کی طرف ہے ۔

دگرگوں جہاں انکے زور عمل سے بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
منجم کی تقویم فردا ہے باطل گرے آسماں سے پرانے ستارے

اگر ہم کاہلی' کم ہمتی اور کم نظری کے مرض میں برابر مبتلا رہے تو غالب ظن ہماری تہرو اور آرزو کی پروا کئے بغیر آخر کار ہمارا اور ہماری نسلوں کا حلیہ اور ذہن مکمل طور پر بگاڑ کر رکھے گی ہم ایک غیر محسوس عذاب میں مبتلا رہیں گے اور فد ہمیں اور زیادہ سخت سزاؤں کا شکار بنائے گی۔ ہم اپنی تاریخ' تعلیم تمدن اور اپنے دین سے اتنا دور ہو جائیں گے کہ ہمیں پہچاننا اوروں کے لئے مشکل ہو گا اسی لئے ہمیں منظم اور متحدہ جدوجہد کی عادت ڈال کر ہر گھڑی آزمائشوں اور طوفانوں کو سر کرنے کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئے ۔

یونیورسٹیوں ' کالجوں ' ہائی اور ہائر سیکنڈری اسکولوں میں ہماری نئی نسل کی خاصی بڑی تعداد زیر تعلیم ہے ۔ جس میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے ۔ لیکن جس نظام فکر و فلسفہ کے ماتحت اس پود کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے ۔ اس میں یہ امید رکھنا عبث ہے کہ یہ عنصر آزادی یا انقلاب اسلام کا ساتھ دے گا جب سے ہندوستان نے اس ریاست کی قضا و قدر پر اپنی گرفت سخت کر دی ہے نئی نسل کی تعلیم کو بھی

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

سیاسی مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ بنا دیا گیا ہے تعلیم کے نام پر ہماری تعلیم گاہوں میں جو آداب و افکار سکھائے جا رہے ہیں۔ ان کا اولین مقصد یہ ہے کہ کلرکوں کی ایک ایسی جماعت وجود میں آئے جو غلامانہ آداب کی خوگر ہو اسلام سے بے زار اور آزاد ہو اور اپنی روٹی کے لئے غلامی کی مشینری کے اندر کسی بھی پرزے کی حیثیت سے فٹ ہونے کے لئے تیار رہے۔ اس غرض کی خاطر ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ کے سینوں سے وطن کی آزادی کا جذبہ خارج کرنے اور غیرت و حمیت کے اوصاف مٹانے کی مشق مسلسل جاری ہے تاکہ لوگ غلامی کے آداب سیکھیں اور ان آداب کے مستقل خوگر بن جائیں۔ اسی طرح سچے حریت پسند نوجوانوں کے جذبہ حریت کو کچلنے اور انہیں مایوسی کا شکار بنانے کے لئے ان کی کردار کشی بھی کی جاتی ہے تاکہ حریت پسند افراد ایک دوسرے کو مشکوک قرار دے کر میدان عمل سے دست کش ہوں۔ اس صورت حال کو زیر نظر رکھ کر حریت پسندوں کا فرض ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کی طرف ٹھوس توجہ دیں ورنہ ہمارے بچاؤ کا آخری موقعہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گا ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے بہت سارے طلبہ مہم جو جلد باز اور شورش پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں سلیقے اور تدبر کے ساتھ اپنے ہمدردوں کا کاروان منظم کرنا چاہئے اور خالص جذبات کی رو میں بہہ کر عاجلانہ اقدامات سے گریز کرنا چاہئے۔ مہم جوئی اور عجلت بازی سے کوئی معرکہ سر نہیں ہوتا نہ کوئی انقلاب برپا ہوتا ہے برعکس اس کے شورش آور افراد اکثر ناکام اقدامات کے بعد فرسٹیٹ ہو جاتے ہیں اور فرار کی راہ اپناتے ہیں۔ انقلاب کا سرچشمہ عوام ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے بڑے انقلابی اقدامات سے پہلے عوام کی اچھی خاصی تعداد کو انقلاب پسند بنایا جانا ضروری ہے۔ جہاں عوام میں آزادی اور انقلاب کی اہمیت و افادیت کا شعور ہی مفقود ہو، وہاں چند آدمی انقلاب آور انتہائی اقدامات اٹھائیں بھی تو وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوں گے خاص کر ایک ایسے ملک میں جہاں کسی بیرونی ملک کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کا سوال سامنے ہو۔ جو اصحاب تحریک حریت کشمیر کی تاریخ سے واقف ہیں، کشمیری عوام کے مزاج شناس ہیں، اور تحریک آزادی کے بہی خواہ ہیں۔ ان کا اصل کام یہ ہے کہ وہ خود منظم ہوں، اوروں کو منظم کریں اور آزادی کے سچے تصورات کو اہل وطن کی زندگیوں کا ایمان بنائیں۔ نیز ہوشمندی سے اپنے بے قرار، خام کار اور ہنگامہ پرست نوجوانوں کو بار بار کی ناکامیوں، محرومیوں اور شکستوں سے

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بچائیں۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب عوام کی طاقت و حمایت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو اور ہر قسم کے اقدامات کی خاطر موقع و محل کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو' نیز کم عمر عناصر کے ہاتھوں میں زمام کار نہ دی گئی ہو۔ کشمیر میں آزادی اور انقلاب کے حصول کا جذبہ آہستہ آہستہ گذشتہ چند برس سے سرد پڑ رہا ہے اس جذبے کے احیاء نو کی عملی صورت یہ ہے کہ ریاست میں اعلیٰ سطح کے چند ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جہاں نہ صرف جذبہ حریت کی حفاظت کا پورا سامان میسر ہو بلکہ اس قسم کے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی کھیپ سے ہی ہمیں انقلاب پسندوں اور حریت پسندوں کے مختلف دستے بہ آسانی حاصل ہوں اس قسم کے معیاری تعلیمی اداروں کا قیام صرف اس صورت میں عمل میں آئے گا جب ہمارے پاس اچھے خاصے وسائل ہوں۔ ہمارے سرمایہ داروں کے دلوں میں آزادی وطن سے محبت اور غلامی سے نفرت پیدا ہو' اور ان میں غیرت ملی کا احساس ابھر آئے یا پھر عوام کے مختلف طبقوں میں اس بات کا جذبہ رندانہ پیدا ہو کہ وہ ایک ہوشیار اسلامی قوم کی حیثیت سے اس وطن کی تقدیر کو سنواریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری وادی میں اس وقت بھی بعض پرائیویٹ تعلیمی ادارے قائم ہیں' کچھ مذہبی' تعلیمی ادارے بھی ہیں لیکن ان کے اندر آزادی اور انقلاب اسلام کا کوئی تصور ہی نہیں۔ دوسرے پرائیویٹ تعلیمی ادارے تو محض سوداگری اور دکان داری کے معاشی مقاصد کے حصول کی خاطر کھولے گئے ہیں۔ بہرحال اس قسم کے اکثر غیر سرکاری اور نیم سرکاری تعلیمی ادارے' سرکاری تعلیمی اداروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسلام کے تصورات کو یہاں بھی وہ مقام نہیں ہے۔ جس کا وہ ایک مسلم تعلیمی ادارے میں مستحق ہے۔ وطن کی آزادی کی تحریک کو طالب علموں میں داخل کرتے وقت ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہو گا کہ ہم نو عمر طلبہ کو تحریک میں اتنا ملوث نہ کریں کہ وہ تعلیم سے ہاتھ دھو کر اپنا مستقبل تباہ کر دیں۔

طالب علموں کے علاوہ معاشرے کے جو دوسرے لوگ ہماری تحریک آزادی کے لئے کسی نہ کسی میدان میں کار آمد ثابت ہوں گے۔ وہ وکیل' ڈاکٹر' انجینئر' دانش ور ہیں۔ اسی طرح تاجر کسان اور مزدور بھی نظر انداز نہیں کئے جانے چاہیں۔ ان سب سے ان کی صلاحیتوں اور قوتوں کے مطابق کام لیا جانا چاہئے۔ غرض وہ کوئی شعبہ باقی نہ رہے جہاں ہماری حمایت کا چشمہ نہ پھوٹے اور ہمارے ساتھی نہ ہوں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

مسجدوں کا استعمال

مسلم دنیا کو خواب گراں سے جگانے اور انقلاب کے راستے پر ڈالنے کے لئے مسجدوں کا کردار موثر اور تاریخ ساز رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں آزادی وطن کی تحریکوں کے دوران مسجدوں نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ انگریز کے خلاف ہند کی جنگ آزادی میں ہماری مساجد کا کردار واقعی نڈر تھا۔ ایران کا حالیہ لرزہ خیز انقلاب بھی مسجد سے ہی پھوٹ پڑا۔ اب اس انقلاب کے دفاع کی للکار بھی مساجد سے بلند ہو کر دنیا کی سب سے بڑی ایٹمی طاقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر چکی ہے۔ اس طرح اسلام میں مسجد صرف ایک عبادت گاہ ہی نہیں ' ایک تربیت گاہ اور انقلاب کا سرچشمہ بھی ہے۔ مسجدوں کی اہمیت کے خوف سے ہی کمیونسٹ حکومتوں نے اپنی مسلم مقبوضات میں پہلے بہت ساری مسجدوں کو ڈھا دیا اور بعد میں رہی سہی مسجدوں کو اپنے تنظیمی ڈھانچے میں جکڑ دیا اور اپنے فرمان برداروں کو ان مسجدوں میں امامت و وعظ پر مامور کر دیا۔ ۱۹۷۸ء میں جب روسی کمیونسٹوں نے خلق پارٹی اور پرچم پارٹی کے روپ میں کابل پر سرخ راج مسلط کیا تو سب سے پہلے کئی مسجدوں کو ڈھا دیا گیا۔ ان کو چلانے والے حریت پسند دینی رہنماؤں کو بے رحمی سے قتل کیا گیا ' جب عوام کے راسخ دینی جذبات کا عملی مظاہرہ سامنے آگیا تو چند مسجدوں پر رنگ و روغن چڑھانے کا اعلان کیا گیا اور اس کی خوب پبلسٹی اندر اور باہر کرائی گئی۔ ہمارے سیکیولر لیڈر اور حکمران بھی منبرو محراب پر قابض ہیں اور ہمارے اکثر اوقاف حکمران جماعت کی گرفت میں ہیں۔ جن کا نظام غیر جماعتی اور غیر سیاسی بنیادوں پر جمہوری اور شورائی طرز سے چلانے کے لئے کبھی نام کے عام انتخابات بھی عمل میں نہیں لائے گئے ہیں۔

ہمارے وطن کی مسجدوں نے ماضی میں ڈوگرہ استبداد کے خلاف اہم حصہ ادا کیا۔ پھر حق خود ارادیت اور رائے شماری کی تحریک کے دوران برسوں تک یہی مسجدیں سحر آفرین رول ادا کرتی رہیں۔ جامع مسجد سری نگر اور درگاہ حضرت بل کی مساجد کے رول کو دیکھ کر سارا ہندوستان لرزہ براندام ہوتا تھا۔ یہ ہمارے لئے مستقل لیکچر ہالوں کا کام بھی دیتے تھے۔ جہاں ہم ہر جمعہ تجدید عہد کیا کرتے تھے۔ اقتدار کے ایوانوں کو یہاں کے میناروں سے بلند ہونے والی للکاروں کا ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا۔ لیکن افسوس کہ اب ہماری مسجدوں سے وہ تاریخی اور دینی حق چھین لیا گیا ہے ہمارا منبرو محراب گرم فغاں نہیں رہا ہے۔ اسے خاموش کر دیا گیا ہے۔ خطیبوں کے بزدلانہ اور

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

حریت دشمن پارٹ سے ہمارا خدا ہمارے ارباب منبر و محراب سے بے زار ہو چکا ہے ۔ اگر کوئی بے خطیر دیوانہ یہاں سے انقلاب اسلام اور آزادی وطن کی بات کہے تو ارباب اقتدار ہی نہیں ارباب منبر و محراب بھی ایسے گستاخ کو بلیک لسٹ کر کے آئندہ اس سے محتاط رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اس رول نے ہماری قوم کو کمزور ' مفلوج ' بزدل اور عافیت کوش بنا دیا ہے ۔ اور ہماری آنے والی نسلوں کے لئے راستہ اور بھی زیادہ کٹھن بنا دیا ہے ۔

بلاشبہ یہ ہمارا دینی حق ہے کہ ہم اپنی مساجد کو درس جہاد انقلاب وطن اور انقلاب اسلام کے لئے استعمال کریں' ان سے وہ کام لیں جو دوسرے اپنے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں ' اخبارات اور پارلیمنٹوں سے لیتے ہیں اور دنیا کو بتائیں کہ مسجد بے روح سجدوں کے لئے نہیں بلکہ یہی انقلاب کا اصل اور طاقتور سرچشمہ ہے ۔ جس کا یہ مقام اور رول خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین کیا تھا۔ ارباب اقتدار ہماری زبان پر سنسر بٹھا سکتے ہیں لیکن وہ مسجد کے داخلے اور روزن بند نہیں کر سکتے۔ اگر انہوں نے شکست خوردگی میں یہ انتہائی اقدام بھی اٹھا لیا تو انقلاب کا شعلہ جوالا ان کو آناً" فاناً" بھسم کر ڈالے گا۔ لیکن یہ سب کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ سلیم الفطرت اور جسارت پسند عناصر کے دل کے دل منظم ہوں اور مساجد کے ارباب اختیار کو اپنی روش اور اپنا ضمیر بدلنے پر مجبور کریں جب تک کسی مسلمان قوم کا مزاج خانقاہی رہے گا' اس وقت تک وہ انقلاب کی راہ پر گامزن نہیں ہوگی ۔ ؎

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسے امام سے گذر ایسی نماز سے گذر

اس ساری تگ و تاز کے دوران ہمیں اپنے اندر ایک ایسے وطنی انقلاب کا شعور و احساس زندہ کر لینا چاہئے جس کی بنیاد کسی مادہ پرستانہ تصور پر نہیں' بلکہ اسلام کے آفاقی اور انقلابی نظریات پر رکھی گئی ہو۔ انقلاب وطن بجائے خود کوئی نصب العین نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم الشان نصب العین کے حصول کا ذریعہ ہے ۔ وطن کے سیاسی انقلاب کے حصول کی جدوجہد میں مقناطیسی کشش پیدا کرنے اور اس راہ کے نشیب و فراز کا بہادرانہ مقابلہ کرنے کے لئے قوم کو طاقت ور تعلیمات کا دامن تھامنا چاہئے ۔ ملت اسلامیہ کے جز کی حیثیت سے ہم اسلام کے بغیر اور کس کا دامن تھام سکتے ہیں ' اور اس سہارے کے بغیر اور کون سا سہارا ہمیں زیب دیتا ہے ۔ قدیم اور جدید دور

کے ملحدانہ ' جاہلانہ' کافرانہ اور راھبانہ نظریات ہمارے دشمن ہیں۔ اسلام سے ان کا مقابلہ کرنے اور ماضی و حال میں ان کا حشر دیکھنے کے بعد ہمیں ان کے ریا اور افلاس پر اور بھی زیادہ سخت یقین ہو جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ کل جن قوموں نے بڑی جلد بازی میں سوشلزم و کمیونزم کو خوش آمدید کہا تھا وہ آج اس نظام و فلسفہ سے تنگ آگئی ہیں ۔ فقط چند جابرانہ قوانین اس کی کھوکھلی عمارت کو ابھی تک سہارا دے رہے ہیں۔ اور اس کے ایٹم اور ہائڈروجن بموں کے ذخیرے سے یہ ہم جیسی کمزور اقوام پر اپنا دبدبہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ بہر حال خدا اور پیغمبر خدا' پر ایمان ہی ایک ایسی روشنی ہے جو انقلاب کے حصول کی جدوجہد میں ہمیں برابر راستہ دکھاتی رہے گی اور منزل کی نشاندھی کرے گی۔

اپنی سیاسی آزادی کے حصول کی جدوجہد کے دوران ہمیں اپنے ہمدرد ممالک کے ساتھ دوستانہ روش پر چلنا چاہئے ۔ کسی ہمدرد ملک کے ساتھ کسی موقع پر بگاڑ پیدا کرکے ہماری تحریک کو الٹا نقصان ہوگا۔ ہمارے مفاد میں یہی ہے کہ ہم اپنے کسی ہمسایہ ہمدرد کے داخلی سیاسی جھمیلوں میں ٹانگ اڑانے سے قطعی طور پر پرہیز کریں۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

اقوام عالم سے چند باتیں

ہندوستان نے یہ خیال کیا ہے کہ کشمیری مسلمان اس کے دشمن ہیں اور اس کی سالمیت کو مسمار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی کشمیری اس کی سالمیت کے خلاف نہیں ہے۔ وہ صرف ریاست جموں و کشمیر کے لئے برسوں سے حق خود ارادیت کے حصول پر زور دے رہے ہیں' ہندوستان کے چوٹی کے لیڈر خود بھی اس حق کے قائل رہے ہیں۔ اور اس پر بے شمار قسمیں کر چکے ہیں۔ انگریز کی سامراجیت اور نو آبادیت کے خلاف لڑتے لڑتے وہ اسی حق و آزادی کی تلاش میں اپنا وقت' مال اور خون آدم نذر کر چکے ہیں۔ صرف کشمیری عوام کے اس حق کی بحالی کے بعد ہند کی آزادی اسم بامسمّٰی بن جائے گی اور اس کے کروڑوں بھوکے ننگے اور بے مکان لوگ معاشی راحت کی راہ کو پالیں گے۔ اگر حق خود ارادیت کے ذریعے کشمیر ہند کے فوجی تسلط سے باہر آگیا تو اس سے ہند کی سلامتی سالمیت اور سرداری مجروح نہیں ہوگی۔ کیونکہ اقوام متحدہ نے ابھی تک کشمیر کو ہند کا حصہ تسلیم نہیں کیا ہے۔

حیرت ہے کہ روس[1] کی اشتراکی حکومت نے ہمارے حق خود ارادیت کے سوال کے خلاف دشمنانہ روش کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا ہے پتہ نہیں اسے حق خود ارادیت سے کیوں عناد ہے اور وہ کس منہ سے خود کو محکوم اقوام کا غم گسار کہتا ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کے اندر اور باہر کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے کاز کو سبوتاژ کرنے میں اس کا خاص رول رہا ہے۔ وہ جمہوری ذرائع اور اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ہماری آزادی کے نام سے بھی ڈرتا ہے۔ حالانکہ خود اس کے دستور نے سوویت یونین میں شامل جمہوریتوں کے لئے مملکت سے الگ ہونے کا حق تسلیم کیا ہے۔ ہم روس کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ کشمیری عوام کی تحریک کو بڑی طاقتوں کی رسہ کشی سے

---

[1] اب سنٹرل ایشیاء کی تمام ریاستیں خود مختار ہوگئی ہیں اور سوویت روس مٹ کر صرف روسی فیڈریشن ہے۔

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم اس میں ہرگز شریک اور طرف دار نہیں ہیں۔ ہمارا واحد مدعا اپنے لئے ایک با اختیار اور آبرومندانہ مستقبل کا حصول ہے تاکہ ہم اپنی تاریخ، روایات اور ضروریات کے مطابق ایک ایسا سماجی نظام قائم کریں جو استحصال سے پاک ہو اور معاشی و سائنسی ترقی کا ضامن ہو اگر روس کے حکمران افریقہ میں نو آبادی راج کے خلاف ہیں تو وہ کشمیر میں ہند کی کارروائیوں کی کس پیمانے سے حمایت کر رہے ہیں۔ اگر نمیبیا کی تحریک برحق ہے تو کشمیر کی آزادی کا مطالبہ کیوں اس کی نظر میں ناحق ہے؟

ہم عالم عرب اور ایران کی سرزمین انقلاب میں آباد اپنے کروڑوں دینی و روحانی بھائیوں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری صدائے حریت و اسلام کی حوصلہ افزائی اور ہمارے دشمنوں کی حوصلہ شکنی کریں گے اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے ہندوستانی رہنماؤں کو تنازعہ کشمیر پر اپنی موجودہ پالیسی تبدیل کرنے پر تیار کریں گے۔

ہم دنیا کی تمام آزاد اقوام اور بااثر طاقتوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں متانت اور شائستگی کے ماحول میں اپنی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کا موقعہ دیں۔ ہمیں آزادی اور خوش حالی کی آرزو ہے اور ہم اپنی ان تمناؤں کی خاطر تمام قوموں کے ساتھ دوستوں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

ہمارا یقین

ہمیں حق خود ارادیت کی صداقت پر کامل یقین ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر ہند اور پاکستان کا تنازعہ مٹ سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا چراغ تند و تیز ہواؤں میں برابر جلتا رہے گا یہاں تک کہ یہ ستم رسیدہ لوگ اپنی منزل کو پالیں گے۔ جو لوگ اس خوش فہمی میں گرفتار ہیں کہ ہمارا سوال اب دم توڑ چکا ہے۔ وہ غور سے سن لیں کہ صرف وہی لوگ دم توڑ چکے ہیں جنہوں نے سودا بازیاں کیں۔ جب تک اس قوم میں ایک بھی حریت پسند زندہ ہے، یہ سوال باقی رہے گا۔ وقت آنے پر ایک ایسی نسل پل کر جواں ہوگی، جس کے ساتھ معاملہ کرنا ہند کے لئے بہت دشوار ہوگا اور جو اپنی غصب شدہ آزادی بحال کرکے ہی دم لے گی۔ انشاء اللہ!

اپنی اس جدوجہد کے دوران صورت حال کی روشنی میں ہمارے داؤ پیچ بدل

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

بھی سکتے ہیں لیکن ہماری اصل منزل ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی
اب تک ہم اپنی تحریک اس بنیاد کے تحت چلاتے آئے ہیں جسے انجمن اقوام
متحدہ فراہم کر چکی ہے اور جس کی تائید و تصدیق ہندو پاکستان بھی کر چکے ہیں اور وہ
ہے ادارۂ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ایک آزاد و غیر جانب دار رائے شماری یہ ایک
معقول اور ایماندارانہ طریقہ کار ہے تاہم اگر فریقین نیک نیتی اور سنجیدگی کے ساتھ
تیسری دنیا کے اس سنگین سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں اور فی الحقیقت ان کے ذہن میں
اس سوال کا کوئی اور آبرو مندانہ حل گردش کرتا ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اس کا
انکشاف کریں ہم ضرور ان کی متبادل تجویزوں کو سننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر وہ ایسا
نہیں کر سکتے اور اس کے باوجود ہمیں اپنی ایماندارانہ راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں تو وہ اس
میں کامیاب نہیں ہوں گے ہم ہر قیمت پر اپنی انقلابی راہ پر گامزن رہیں گے جو ہمیں
حق خودارادیت اور اسلامی انقلاب کی منزل سے ہم کنار کر سکے اور برصغیر ہند اور
پاکستان کے کروڑوں عوام کے لئے پائیدار امن اور دوستی کے ایک نئے عہد کا دروازہ
کھول دے —

وما علینا الا البلاغ

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani

Bibliography

1. Struggle for freedom of Kashmir by P.N. Bazaz.
2. The story of Integration by V.P. Menon.
3. Kashmir & Power Politics by Bamzai.
4. Independence & After (Speeches of Nehru spt. 46 May 49)
5. My Years with Nehru by B.N. Mulik
6. Fifty Years As journalist by Mulik Raj Saraf.
7. U.N. Mediation in Kashmir by surinder Chopra.
8. Kashmir constitutional History & Documents by M.K. Teng R.K. Bhat Santosh Koul.
9. The Danger in Kashmir by Dr. Joseph Carbel.
10. Testament of Sheikh Abdullah by V.D. Gundevia.
11. Indian Express Delhi, 16-6-1977- Article by Balrajpuri.
12. Kashmir conspiracy case-Report 9 (3).
13. Report 9 "IZHARI-HAQ" Kashmir conspiracy case.
14. Repot 7 "Verbal & written statements of sheikh. Abdullah in Kud conspiracy case 12-8-1966.
15. Monthly "NUSRAT" Lahore Kashmir Number 1960.
16. "Awazi Haq" Speeches of Sheikh Abdullah 13-1-53. to 7-3-1958.
17. Report 9 (i) Izhari Haq Kashmir conspiracy case-A brief answer of Sheikh Abdullah to the discussion of the Petitioner.
18. Speeches of Shere-Kashmir 15-2-1968.
19. Speeches and Interviews of Shere Kashmir.
20. Sheikh Abdúllah, Kashmir Democracy & Indopak, relations by P.N. Bazaz.
21. Indian Express 21 March, 17 Oct, 1969.
22. Statesman New Delhi-16, 18-10-1969, 25-2-1969.
23. Hindustan Times 23 August.
24. Daily Kashmir Times Jammu, 23-3-1974.
25. MotherLand Delhi, 23-3-1974.
26. Weekly "Azan" 21-12-1972.
27. Daily "Azan" Sgr. 10-8, 29-9, 18-11, 4-12-1973, 7-4 1974, 14 spt. 77
28. Daily Aftab Srinagar, 22, 23, 24, 5-1973, 4, 6, 9, 14, 16, 31-7, 10.20 25-8, 19,9 18-10, 15, 16, 19, 29-11, 25, 28-12-74, 7, 16, 25-1, 7, 15, 20, 27-2, 4, 28-3, 10-5, 18-101975 13, 14-9, 16-10- 77, 17, 24-1, 17, 8-2, 7-5-1978.
29. Daily Srinagar Times 26-5-1973, 2-4, 16-7-1974 1-8-1975.
30. Daily Aftab -27, 29-7-1980 & Srinagar Times 29-7-1980.

"Azadi Ki Talash" Search For Freedom Book By © Farooq Rehmani



محمد فاروق رحمانی بانڈی پورہ کے ایک ذی عزت، دینی اور متوسط خاندان سے ہیں۔ جس نے کشمیر کو اولیاء، شاعر اور مورخ دیئے ہیں۔ گل پوش وادی کا یہ دلکش ٹکڑا جھیل ولر کے کنارے پر آباد ہے، جو ایشیا میں میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل ہے۔ اسی مناظر آشنا، دل نواز اور روح پرور ماحول میں آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ریاست کے مشہور و معروف تعلیمی ادارے ایس پی کالج سری نگر میں تعلیم و تربیت کے کئی سال گذارے اور جموں و کشمیر یونیورسٹی سے گریجویشن حاصل کی۔ اس کالج میں آپ کو وطن کی مظلومیت نے فکر مند کیا اور قومی آزادی کے سیاسی نظریات نے متاثر کیا۔ یہ نیشنل کانفرنس کی سخت گیر حکومت کا زمانہ عروج تھا۔ چنانچہ کتاب کے مصنف نے جدوجہد آزادی کے لئے ایک سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن بنائی اور سیاسی کانفرنس سے وابستہ ہو گئے۔ نومبر ۱۹۶۱ء میں ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ نے آپ کا تقرر استاد کی حیثیت سے ایک ہائیر سیکنڈری سکول میں کیا۔ جہاں آپ طلبہ کو زیادہ تر تاریخ اور سوشل سائنسز پڑھاتے رہے۔ اور المناک قومی تاریخ کا مطالعہ جاری رکھا۔ اس دوران میں طلبہ کی سیاسی نفسیات کا سٹڈی مسلسل کرتے رہے اور آپ کے اپنے ذہنی نقوش مزید گہرے ہو گئے۔

چنانچہ آپ نے اخبارات میں کئی سیاسی مقالات لکھے اور سماجی استحصال کرنے والے عناصر کو بھی للکارا۔ ۶ سال کے بعد آپ نے محکمہ تعلیم کو چھوڑ دیا۔ اور جنوری ۱۹۶۸ء میں ہفت روزہ "اذان" کے ایڈیٹر بن گئے۔ ۱۹۷۳ء میں ان ہی کی رہنمائی میں یہ "روزنامہ" بن گیا۔ ۱۹۷۶ء میں آپ ماہنامہ نصرت الاسلام اور ۱۹۸۰ء میں "ابلاغ المبین" کے ایڈیٹر بن گئے۔

جموں و کشمیر ہائی کورٹ میں پانچ سال کی طویل قانونی جنگ جیتنے کے بعد ۱۹۸۲ء میں آپ نے "سری نگر سے ہفت روزہ افلاک جاری کیا۔ اس سے پہلے ۱۹۷۸ء میں آپ جموں و کشمیر پیپلز لیگ کے چیئرمین منتخب کئے گئے تھے۔ اس ذمہ داری کو آپ آج بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ فروری ۱۹۹۰ء میں آپ سری نگر میں گیارہ جماعتی سیاسی و مذہبی اتحاد "تحریک حریت کشمیر" کے بانی رکن بن گئے۔ فروری ۱۹۹۳ء میں صاحب کتاب کو "تحریک حریت کشمیر برائے آزاد کشمیر و پاکستان" کا کنوینر منتخب کیا گیا۔

قید کی زندگی:

۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۰ء اقتصادی نظر بندی ایکٹ
۱۹۷۵ء۔ مرکزی داخلی سلامتی ایکٹ۔ ایمرجنسی دور
۱۹۸۰ء۔ بے اینڈ کے پبلک سیفٹی ایکٹ۔
۱۹۸۲ء مقامی انتظامی قوانین کے تحت پندرہ دن
۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۴ء جموں و کشمیر پبلک سیفٹی ایکٹ
۱۹۸۵ء اور ۸۶ء پبلک سیفٹی ایکٹ
۱۹۸۸ء تا ۱۹۸۹ء پبلک سیفٹی ایکٹ

قید خانے:

۱۔ سنٹرل جیل سرینگر۔ ۲۔ ڈسٹرکٹ جیل کٹھوعہ۔ ۳۔ سب جیل ہیرانگر۔ ۴۔ سنٹرل جیل جموں۔ ۵۔ ہائی سیکیورٹی جیل اودھم پور۔ ۶۔ ڈسٹرکٹ جیل بارہمولہ۔

انٹروگیشن سنٹرز:

۱۔ کپ کار ریڈ ۲۔ سونہ دار سرینگر۔ ۳۔ باغ مہتاب سری نگر۔ ۴۔ راج باغ سرینگر۔ ۶۔ ہری نواس سری نگر۔ ۷۔ پولیس تھانہ کوٹھی باغ۔ ۷۔ پولیس لائنز بارہمولہ۔ ۸۔ پولیس تھانہ سوپور۔ ۹۔ پولیس تھانہ بانڈی پورہ۔

تالیفات:

۱۔ آزادی کی تلاش، ۱۹۸۴ء
۲۔ شیخ عبداللہ کے نقوش ۱۹۸۶ء
۳۔ کشمیر میں زلزلے، ۱۹۸۶ء

مصنف کے بعض اہم شائع شدہ مقالات:

۱۔ پاکستان دوراہے پر، ۱۹۶۳ء
۲۔ مسئلہ کشمیر حل کرنے کے مصالحت پسند رجحانات کا ارتقاء ۶۴ء
۳۔ آزادی، حق خود ارادیت اور اسلام، ۶۶ء
۴۔ سوشلزم اپنے آئینے میں، ۶۶ء
۵۔ سیکولرازم کی دلفریب دریوی کے نام پیغام، ۶۷ء
۶۔ مسئلہ کشمیر۔ اقرار سے انکار تک کہانی، ۶۸ء
۷۔ سوشلزم کا تضاد اور اسلام، ۷۶ء
۸۔ قائد اعظم۔ جوہر قیادت، راز دار سیاست ۷۸ء
۹۔ پیر مقبول کی "کرامات" کا علمی، عقلی اور مذہبی جائزہ ۷۶ء
۱۰۔ کشمیر کی علاحدہ مملکت کا تصور ۸۹ء
۱۱۔ استنبول کا سفر نامہ ۱۹۹۳ء
غیر مطبوعہ: کیا اقبال اور قائد اعظم سیکولر تھے؟